(وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ)

(سورۃ الانبیاء ـ ۸۶)

اور ہم نے انہیں اپنے (دامن) رحمت میں داخل کیا۔ بیشک وہ نیکوکاروں میں سے تھے

سیرتِ امامِ اعظم ـ ابو حنیفہؒ

حضرت نعمان بن ثابتؒ

سکندر نقشبندی

Presented by: https://jafrilibrary.org

(وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ)

(سورۃ الانبیاء - ۸۶)

اور ہم نے انھیں اپنے (دامن) رحمت میں داخل کیا۔ بیشک وہ نیکوکاروں میں سے تھے

سیرتِ امام اعظم۔ ابو حنیفہؒ

حضرت نعمان بن ثابتؒ

سیّد سبط سکندر نقوی حنفی نقشبندی مجدّدی

Presented by: https://jafrilibrary.org

نام کتاب: سیرتِ امام اعظم۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؓ)

تالیف: سکندر نقشبندی

ٹیلیفون: (001) 647 890 1317

sikander.naqshbandi@gmail.com

Link:

https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

سرورق: سید حماد الرحمان - ٹورنٹو کینیڈا

پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر ۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا

تعداد:

سنِ طباعت: 2017ء

قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285

نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712

عبدالرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-785-4737

منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151

قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640

سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) 001)403-926-5171)

امام امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا!

اپنے لئے گناھوں کے انبار اور اپنے وارثوں کے لئے مال و دولت جمع مت کرو۔

﴿ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ﴾

سیرتِ امام اعظم ۔ ابو حنیفہ رح

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
i۔	عرض مؤلف	23
1۔	نام ونسب	30
2۔	حضرت علی المرتضیٰؑ کی دعا	35
3۔	کنیت کی وضاحت	36
4۔	لقب	38
5۔	غلامی کی غلط فہمی	39
6۔	بشارتِ عظمیٰ	41
7۔	تعلیم کے مراحل	46
8۔	امام اعظمؒ تابعی ہیں	53
9۔	امام ابوحنیفہؒ کا ذریعہ معاش	55
10۔	کوفہ شہر	59
11۔	اس وقت کوفہ میں موجود مشہور علماء کرام	65
12۔	امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات	69
13۔	جن صحابہ سے امام اعظمؒ نے روایت کی ہیں	72
14۔	روایتِ حدیث کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کے طبقات	74
15۔	مجتہد صحابہ کرامؓ	78

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
16۔	مفتی صحابہ کرامؓ	79
17۔	فقہ سیکھنے کیلئے محدثین کا فقہاء سے رجوع	83
18۔	فقہ حنفی کا سلسلہ	84
19۔	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	84
20۔	حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ	87
21۔	حضرت اسود بن یزید نخعیؒ	88
22۔	حضرت ابراہیم نخعیؒ	89
23۔	امام حماد بن ابی سلیمان الاشعریؒ	90
24۔	اساتذ او شیوخ	92
25۔	امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کا مختصر تعارف	96
26۔	عطاء بن رباحؒ	96
27۔	زید بن علیؒ	97
28۔	امام محمد باقر بن علی زین العابدینؒ	97
29۔	امام جعفر صادقؒ	99
30۔	ابو محمد عبداللہ بن حسنؒ	100
31۔	امام قاسم بن محمدؒ	101
32۔	امام شعبیؒ	101
33۔	امام ذہبیؒ	102

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
34۔	ابواسحاق سبیعیؒ	103
35۔	امام شعبہ بن حجاجؒ	103
36۔	عکرمہ بن عبداللہؒ	104
37۔	سلمہ بن کہیلؒ	105
38۔	محارب بن وثارؒ	105
39۔	قتادہ بن دعامہؒ	106
40۔	سماک بن حربؒ	106
41۔	ہشام بن عروہؒ	107
42۔	سلیمان بن مہران (امام اعمشؒ)	108
43۔	سلیمان بن یسارؒ	108
44۔	سالم بن عبداللہؒ	108
45۔	امام عمرو بن دینار مکیؒ	109
46۔	امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ	110
47۔	امام نافع مولیٰ ابن عمرؓ	111
48۔	امام اعظم اپنے استاد کی نظر میں	112
49۔	امام اعظمؒ نے اپنے شیوخ سے کون سا علم سیکھا	113
50۔	آئمہ فقہ اور صحاح ستہ کے شیوخ کی تعداد	116
51۔	علم حدیث میں امام اعظمؒ کے شیوخ کی تعداد	117

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
52۔	مشہور شاگرد	118
53۔	قاضی ابو یوسفؒ	119
54۔	امام محمد بن حسن شیبانیؒ	122
55۔	امام زفر بن ہذیلؒ	126
56۔	امام قاسم بن معنؒ	128
57۔	امام عافیہ بن یزیدؒ	129
58۔	امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفیؒ	130
59۔	سفیان ثوریؒ	132
60۔	امام عیسیٰ ابن ابانؒ	133
61۔	امام مالک بن انسؒ	133
62۔	امام مسعر بن کدامؒ	135
63۔	عبداللہ بن مبارکؒ	135
64۔	وکیع بن جراحؒ	137
65۔	یحییٰ بن سعید قطانؒ	138
66۔	امام یحییٰ بن زکریہؒ	139
67۔	امام یزید بن ہارونؒ	140
68۔	امام عبدالرزاق بن ہمامؒ	141
69۔	امام عاصم النبیلؒ	142

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
70۔	امام مکی بن ابراہیمؒ	144
71۔	امام قاضی حفص بن غیاث کوفیؒ	145
72۔	امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ	146
73۔	امام خلاد بن یحییٰ اسلمیؒ	146
74۔	اسد بن عمروؒ	147
75۔	علی بن مسہرؒ	147
76۔	حبان بن علی کوفی	148
77۔	مندل بن علی کوفی	149
78۔	آئمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے محدثین	150
79۔	امام اعظم امام بخاری کے شیخ الشیوخ	151
80۔	امام اعظمؒ کی اپنے شاگردوں کو نصیحت	154
81۔	امام ابو یوسفؒ کو وصیت	155
82۔	یوسف بن خالد سمتیؒ کو وصیت	166
83۔	قیمتی نصیحتیں	172
84۔	امام محمدؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہونا	173
85۔	امام ابو یوسفؒ کو تنبیہ	174
86۔	طالب علموں کی مدد	176
87۔	فقہ کی اہمیت	177

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
88۔	قرآنِ کریم میں فقہ کے لئے ارشادات	177
89۔	امام اعظم علم حدیث میں صحابہ کرامؓ کے وارث ہیں	181
90۔	علم حدیث اور فقہ الحدیث کے دائرہ کار	188
91۔	احادیث مبارکہ میں فقہ کا حکم	190
92۔	فقہاء کی فضیلت	192
93۔	فقہ کی ابتداء	194
94۔	امام اعظمؒ کے فقہ کے لئے اصول	199
95۔	فقہ اسلامی کے چار ماخذ	200
96۔	استحسان	201
97۔	عرف	203
98۔	فقہ کی تدوین	20
99۔	مجلس شوریٰ میں شامل علماء کے اسمائے گرامی	211
100۔	مجلس شوریٰ کی خصوصیت	214
101۔	فقہ حنفی کی خصوصیت	216
102۔	اکثر سلاطین کا تعلق حنفی مسلک سے تھا	217
103۔	فقہ کی کتابوں کی تدوین	219
104۔	جامع الصغیر	220
105۔	جامع الکبیر	221

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
106۔	مبسوط	222
107۔	زیادات	223
108۔	السیر الصغیر	223
109۔	السیر الکبیر	223
110۔	کتب نوادر	224
111۔	امام صاحب کی دیگر تصانیف	225
112۔	کتاب الآثار	226
113۔	فقہ حنفی کے بارے میں ماہرین کی رائے	230
114۔	علامہ ابن خلدون کی رائے	230
115۔	امام مالکؒ کی رائے	230
116۔	امام شافعیؒ کی رائے	231
117۔	امام احمد بن حنبلؒ کی رائے	231
118۔	امام کردریؒ کی رائے	231
119۔	تابعین اور تبع تابعین میں جن اکابرین سے امام اعظمؒ نے روایت نقل کی ہیں ان کے اسمائے گرامی	234
120۔	جن بزرگوں نے امام اعظمؒ سے روایت نقل کیں ان کے اسمائے گرامی	236
121۔	علم الحدیث میں امام صاحب کا مقام	238

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
122۔	امام اعظمؒ کی حدیث بیان کرنے میں احتیاط	241
123۔	قیاس اور رائے	244
124۔	قیاس پر فتویٰ	248
125۔	قیاس کی اقسام	249
126۔	ضعیف حدیث بھی قیاس سے مقدم ہے	250
127۔	احادیث میں تعارض	250
128۔	تقلید	252
129۔	علم الکلام	256
130۔	صحابہ کرامؓ کا فقہ میں مقام	258
131۔	اکابرین کے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اقوال	261
132۔	حضرت قاسم بن معنؒ کی رائے	262
133۔	امام مالکؒ کا قول	262
134۔	وکیعؒ کی امام ابوحنیفہ کے بارے میں رائے	263
135۔	امام احمد بن حنبلؒ	264
136۔	امام ابوداؤدؒ کی رائے	264
137۔	حسن بن عمارہؒ	264
138۔	زہیر بن معاویہؒ	265
139۔	حضرت مجدد الف الثانیؒ کی رائے	265

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
140۔	حضرت ابن خرتجؒ	269
141۔	حضرت محدث مسعر بن جدامؒ	270
142۔	حضرت فضیل بن عیاضؒ	270
143۔	امام شعبہ بن حجاجؒ	270
144۔	امام اوزاعیؒ کی رائے	271
145۔	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی رائے	272
146۔	حضرت ابوحنیفہؒ کا مقام	275
147۔	امام ابوحنیفہؒ کی عبادت گزاری	283
148۔	امام اعظمؒ کے معمولات	286
149۔	امام اعظمؒ کا تقویٰ	288
150۔	مقروض کے سائے میں بیٹھنے سے پرہیز	293
151۔	امام صاحب کا صحابی کے قول کو قیاس پر ترجیح دینا	294
152۔	امام اعظم ابوحنیفہؒ کا پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک	294
153۔	قسم کھانے کا صدقہ	297
154۔	گھر کے اخراجات	297
155۔	امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ملفوظات	299
156۔	تجارت میں پاکیزگی	304
157۔	امام ابوحنیفہؒ کی حیرت انگیز ذہانت	309

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
158۔	افسوس ناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ	309
159۔	انوکھا سوال	310
160۔	گواہوں کی شہادت کا مسئلہ	311
161۔	حضرت عثمانؓ کے دشمن کی توبہ کا واقعہ	312
162۔	بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی ترکیب	313
163۔	چور کا نام بتانے پر بیوی کو طلاق	314
164۔	کوفہ میں قتل عام روکنا	315
165۔	نبوت کی دلیل	316
166۔	امام مالکؒ کے بارے میں سوال	316
167۔	سانپ کے کاٹے پر دیّت	317
168۔	دلہنیں بدل جانے کا واقعہ	318
169۔	مور کی چوری	319
170۔	میراث میں حصہ	320
171۔	ابوبکرؓ و عمرؓ	320
172۔	امام اعظمؒ کی عزت پر حملہ	321
173۔	امانت واپس لینے کی ترکیب	323
174۔	دفن خزانہ مل گیا	324
175۔	طلاق سے بچنے کی ترکیب	325

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
176۔	رومی وزیر سے مناظرہ	326
177۔	امام اعمشؒ اوران کی بیوی کا قصہ	328
178۔	امام ابو یوسفؒ کے مسئلہ کا حل	329
179۔	حقدار کی وصیت	331
180۔	امام اعظمؒ کی بصیرت	332
181۔	قاضی صاحب کی غلطی کی نشاندہی	335
182۔	حق کے لئے تعمیلِ حکم صحیح ہے	336
183۔	بددین سے مکالمہ	336
184۔	مناظرہ قرائۃ خلف الامام	337
185۔	طاقتور ترین صحابی کون؟	338
186۔	جواب کی حکمت	339
187۔	رفع یدین کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کا قول	340
188۔	خارجیوں سے مناظرہ	341
189۔	حضرت قتادہؒ سے مذاکرہ	344
190۔	آیت کی تفسیر	347
191۔	مردم شناسی	348
192۔	امام اعظم ابوحنیفہؒ کا کردار و اخلاق	349
193۔	امام ابوحنیفہؒ کا والدہ کے لئے احترام ومحبت	356

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
194۔	امام ابوحنیفہؒ کی حق گوئی اور بے باکی۔	358
195۔	عہدہ قبول کرنے سے انکار	360
196۔	عہدہ قضاء سے بچنے کے لئے حیلہ	362
197۔	خلیفہ ابوجعفر المنصور سے وظیفہ لینے سے انکار	364
198۔	ایک خارجی سے گفتگو	365
199۔	حوضِ کوثر کا جام	366
200۔	دنیا کا سب سے بڑا عالم	366
201۔	امام اعظمؒ کا صبر و برداشت	368
202۔	امام اعظمؒ کی سخاوت	369
203۔	امانت داری	373
204۔	امام اعظمؒ پر اعتراضات اور ان کے جوابات	375
205۔	امام اعظمؒ پر جرح معتبر نہیں	375
206۔	امام اعظم پر عقیدہ ارجاء کا الزام	384
207۔	امام اعظم کے مسلک کی وضاحت	386
208۔	امام اعظم کے حاسدین	387
209۔	امام ابوحنیفہؒ کی عمر میں دوسرے آئمہ کا تقابل	388
210۔	امام ابوحنیفہؒ اور تصوف	389
211۔	بیعت و صحبت	391

Presented by: https://jafrilibrary.org

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
392	امام جعفر صادق ل کی صحبت	212۔
393	امام ابو حنیفہؒ ۔ ایک کامل ولی اللہ	213۔
395	امام ابو حنیفہؒ علم الطریقت کے بھی امام ہیں	214۔
397	امام صاحبؒ کے شاگرد صوفیاء کرام	215۔
397	حضرت ابراہیم بن ادھمؒ	216۔
398	حضرت داؤد طائیؒ	217۔
399	حضرت فضیل بن عیاضؒ	218۔
400	حضرت بشر حافیؒ	219۔
402	امام اعظمؒ کے کشف و کرامات	220۔
404	بنو امیہ کے خلاف حضرت زید بن علیؒ کا خروج	221۔
406	اموی گورنر ابن ہبیرہ کی عہدے کی پیشکش اور امام صاحب کا انکار	222۔
408	امام اعظم ابو حنیفہؒ اور نفس ذکیہ کا خروج	223۔
409	امام مالکؒ اور علوی تحریک	224۔
412	امام اعظمؒ کی سیاسی آزمائش	225۔
414	امام اعظمؒ پر ظلم و ستم	226۔
414	ظلم کی انتہا اور شہادت	227۔
46	تجہیز و تکفین اور تدفین	228۔
417	امام اعظمؒ کے انتقال پر آئمہ مسلمینؒ کی کیفیتِ غم	229۔

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
230۔	امام اعظمؒ کی اولاد	419
231۔	امام اعظم کا مقبرہ	420
232۔	حلیہ	421
233۔	درودِ تنجینا	424
234۔	دعا	425

☆☆☆☆☆

امیرالمومنین فی الحدیث امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا!

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة

(جامع بیان العلم وفضلہ:۲/۱۶۲:لابن عبدالبر)

صالحین کے تذکرہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ھے

☆☆☆

Presented by: https://jafrilibrary.org

جفا کی تیغ سے گردن
وفا شعاروں کی
کٹی ھے بر سرِ میدان
مگر جھکی تو نہیں

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَنَاوَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ يَّهْدِ هِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مِنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِ ىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَ هٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ هٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ☆ اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرمانِ رسولِ کریم ﷺ!

﴿ لو كان الايمان عندالثريا لتناوله رجال من فارس ﴾

(بخاری و مسلم)

اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اہلِ فارس میں سے بعض لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا

مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمِ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا

مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو تخلیق کیا تو اسے اشرف المخلوقات کا خطاب عطا فرمایا۔ اس کی وجہ ہے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھائی اور برائی دونوں کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالی نے انسان سے فرمایا کہ اگر اچھائی کرو گے تو اس کے بدلے میں تمہیں جنت عطا کروں گا اور برائی کرو گے تو میں تمہیں جہنم کی سزا دوں گا۔ انسان کو کسی ناانصافی سے بچانے کے لئے یہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کا سلسلہ رکھا اور یہ سلسلہ ہمارے آخر نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ پر آکر ختم ہو گیا۔ آپ ﷺ کے بعد دنیا میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا اور آپ کی تعلیمات کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ لے لی اور فرمایا!

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾

(سورۃ الحجر ۔ ۹)

بے شک ہم ہی نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور بے شک ہم ہی

اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے پسندیدہ دین کی حفاظت کے لئے ایسے لوگوں کو پیدا کرتا رہتا ہے جو اس دین کی حفاظت کرتے ہیں، اس کی اشاعت کرتے ہیں اور اس کام کے راستے میں جو رکاوٹیں آتی ہیں ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ان ہی عظیم شخصیات میں سے ایک امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی ہیں جنہوں نے دین کی خدمت کو اپنا مشن بنالیا تھا۔ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے ہوتے ہیں جن سے وہ دین کی خدمت لیتا ہے۔ امام اعظمؒ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ایک پیشین گوئی بھی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا!

﴿قال رسول اللہ ﷺ لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجل من ابناء فارس﴾ (طبرانی)

اگر علم ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مقام محبوبیت عطا فرماتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے کہتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔

چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں ۔ پھر اس کے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری:۱/۴۵۶)

یہ محبت اور مقبولیت ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ایمان و عمل کے زیور سے آراستہ ہوتے ہیں قرآن و حدیث کے معیار محبوبیت کو سامنے رکھتے ہوئے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہیں۔

امام صاحب کے اندر ظاہری اور باطنی دونوں کمالات اپنے عروج پر تھے۔ آپ کے اندر تقویٰ و ورع، خوف وخشیت، عبادت و ریاضت، بردباری وحلم، حق گوئی و بے باکی، سخاوت وفیاضی قابلِ ذکر تھیں اس کے ساتھ ساتھ دین کے علوم تفسیر وحدیث میں مہارت، فقہ وعلم الکام، اجتہاد و قیاس کی صلاحیت اور قوی یادداشت کے مالک تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تدوین فقہ اسلامی کی صورت میں اسلامی قانون کا ایک عظیم الشان تحفہ اس امت کو دیا ہے جو امت مسلمہ پر قیامت تک آنے والوں کے لئے احسانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کام کو وہ قبولیت عطا فرمائی جو بعد کے آنے والوں میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ کی علمی و فقہی خدمات عباسی دور سے لے کر آج تک ساری دنیا میں تمام مسلمانوں پر چھائی رہیں اور انشاءاللہ قیامت تک چھائی رہیں گی۔ امام صاحب کے اندر حدیث کی سمجھ، فقہ کی مہارت، سیاسی بصیرت، غیر معمولی حافظہ و ذہانت، تجارے کرنے کے سنہری اصول، زہدوتقویٰ، تصوف وطریقت اور ایثار وقربانی کا جذبہ اپنے کمال پر

تھا۔ آپ مخالفین کے طعن و تشنیع بڑے تحمل اور بردباری سے برداشت کرتے تھے اور دلائل کے ساتھ اپنے اوپر لگنے والے الزامات کا جواب دیتے تھے۔

امام اعظمؒ کی حیات و خدمات پر درجنوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور انشاءاللہ آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی۔ یہ کتاب بھی اس برکت کے سمندر سے ایک چھوٹا سا حصہ حاصل کرنے کی ایک کوشش ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ (آمین)

یہ کتاب امام صاحبؒ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ تو نہ کرسکی۔ بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ان کی روشن زندگی میں جو خدمات اور کارنامے انجام دئے ہیں ان کا سرسری جائزہ ہے۔

آخر میں قارئین سے ایک گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں مطالعہ کے دوران کوئی غلطی سے واقف ہوں تو ضرور مطلع فرمائیں۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے محبوبِ کبریا ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے اور امام اعظمؒ کی صحیح معنی میں پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میرے لئے، میرے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اخلاص کی دولتِ عظیم عطا فرما کر اس خدمت کو قبول فرمائے۔ مزید یہ کہ اس کتاب کو کو خود بھی پڑھنے اور دوسروں کو ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

﴿ وَمَا تَوْفِيقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيب ﴾

(سورۃ ھود ۔ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
15 رمحرم الحرام 1439ھ بروز جمعہ
بمطابق 06 راکتوبر 2017ء
کیلگری۔ کینیڈا
Tel:(001) 647 890 1317 (C)
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

انسان

انسان بھی کیا شے ہے۔ دولت
کمانے کے لئے اپنی صحت کھو
دیتا ہے اور پھر صحت کو واپس
پانے کے لئے اپنی دولت کھو تا ہے۔
مستقبل کو سوچ کر اپنا حال ضائع
کرتا ہے پھر مستقبل میں اپنا
ماضی یاد کر کے روتا ہے۔
جیتا ایسے ہے جیسے کبھی مرنا
نہیں ہے اور مرتا ایسے ہے
جیسے کبھی جیا ہی نہیں۔

(شیخ سعدی شیرازیؒ)

نام و نسب

نام :۔ نعمان

کنیت :۔ ابوحنیفہ

والد کا نام :۔ ثابت بن نعمان (زوطیٰ)

پیدائش: ۵/ ستمبر ۷۰۲ء ۔ ۸۰ھ

مقام پیدائش: کوفہ

وفات: ۱۴/ جون ۷۷۲ء ۔ ۱۵۰ھ

عمر: ۶۹ سال

القاب :۔ امام اعظم، امام الائمہ سراج الامہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدثین، امام المسلمین، امام اہل سنت وحدیث، امام الدنیا۔

سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطیٰ بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں عادل بادشاہ۔

شرح تحفہ نصائح کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم تک پہونچتا ہے اور یہاں آ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔

قبول اسلام کے پہلے آپ کے دادا کا نام زوطی تھا۔ جب آپ کے دادا نے اسلام قبول کیا تو انھوں نے اپنا نام نعمان رکھ لیا۔ آپ کے دادا اور والد بھی تابعی تھے۔ اور آپ بھی تابعی تھے اس طرح آپ کی تین نسلیں تابعی ہوئیں۔

خطیب بغدادی نے سیدنا حضرت امام اعظم کے پوتے حضرت اسمٰعیل بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن مرزبان از اولاد فرس احرار ہوں۔ اللہ کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا حضرت ابوحنیفہ کی ولادت ذوالحجہ ۸۰ھ میں ہوئی۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے جدِامجد کابل سے انبار آئے۔ وہاں امام صاحب کے والد ثابت پیدا ہوئے۔ جب انبار میں بدامنی پھیلی تو آپ کے جدامجد نَسَا چلے گئے، وہاں حضرت امام کی ولادت ہوئی، پھر کوفہ آمد ہوئی۔ بعض علماء نے ترمذ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہاں بھی کچھ عرصہ قیام رہا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں ہوئی۔ اس وقت کوفہ کو آباد ہوئے ۶۷ سال گزر چکے تھے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کی کثیر تعداد یہاں موجود تھی۔ ہر طرف دینی وعلمی مجالس اور طبقے قائم تھے۔ ۸۰ھ کو ابن حبان نے بھی صحیح بتایا ہے۔ خطیب بغدادی اور ابن خلکان نے ۶۱ھ لکھا ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ (متوفی ۸۵۵ھ) اپنے کتاب ''عمدۃ القاری'' میں امام ابوحنیفہؒ کا سن پیدائش ۷۰ھ لکھتے ہیں۔

علامہ قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری (متوفی ۴۳۶ھ) اور امام عبدالبر متصل سند سے قاضی القضاء حضرت امام ابویوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا کہ ۹۳ھ میں میں اپنے والد کے ساتھ حج پر گیا، اس وقت میری عمر سولہ سال تھے۔ وہاں میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جن کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ میرے والد نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ ہیں اور لوگ ان کے گرد رسول اللہ ﷺ کی احادیث سننے کے لئے جمع ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی ان کے پاس لے چلیں تاکہ میں بھی ان سے حدیث سن لوں ۔چنانچہ وہ مجھے لے کر مجمع چیرتے ہوئے آگے بڑھے کہ میں ان کے بالکل قریب پہنچ گیا اور میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا! '' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس نے دین کی سمجھ حاصل کر لی، اس کی فکروں کا علاج اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور اسے اس طرح سے روزی دیتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔''

(سوانح بے بہائے امام اعظمؒ ص ۶۲ بحوالہ اخبار ابی حنیفہ وجامع بیان العلم)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۷۷ھ میں ہوئی۔

علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو دلائل وقرائن سے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ سے ملاقات ہوئی اور حدیث سنی۔ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی امام اعظمؒ کے سن ولادت کے بارے میں فرماتے ہیں! "زیادہ تر لوگ ۸۰ھ کو ترجیح دیتے ہیں لیکن بہت سے محققین نے ۷۰ھ کو ترجیح دی ہے۔ اس خادم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے۔ (مقدمہ نزھۃ القاری شرح بخاری ص ۱۶۹)

مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت امام جعفر صادقؒ نے نکاح کیا۔ آپ نے ان کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ بیشتر علماء نے کہا کہ اس روایت کا اعتبار نہیں ہے۔

معتمد قول یہ ہی ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں اور غلامی کا دھبہ آپ کے آباء میں کسی پر نہیں لگا، مورخوں نے غیر عرب پر موالی کا استعمال کیا ہے بلکہ عرب میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ پردیسی یا کمزور فرد کسی بااثر شخص یا قبیلہ کی حمایت و پناہ حاصل کرلیتا تھا۔ لہذا جبکہ حضرت امام اعظمؒ کے جد امجد جب عراق آئے تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا۔ آپؒ کا خاندان کوفہ میں آباد ہوگیا۔ امام ابوحنیفہؒ کا خاندان کوفہ کے ایک معزز وشریف قبیلہ بنوتیم اللہ بن ثعلبہ سے ولاء کا تعلق قائم کر کے تیمی کی نسبت سے مشہور ہوا۔ اس قبیلہ کے افراد شرافت و نیکی کی وجہ سے "مصابیح الظلم" یعنی ظلمتوں کے چراغ کہلاتے تھے۔

(جمھرۃ انساب العرب: ص ۳۹۹)

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام اعظمؒ میانہ قد، گندمی رنگت اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ آپ عالم، زاہد، عابد، متقی، خوش خلق و سیرت، اورشیریں زبان تھے۔

امام طحاوی شرح مشکل الآ ثار میں راوی کہ حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا! تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس پر اسلام کے ذریعہ احسان فرمایا۔ یعنی نومسلم ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا: یوں نہ کہو! بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلو پھر تمہاری نسبت بھی انکی طرف ہوگی۔ میں خود بھی ایسا ہی تھا۔

مولیٰ صرف غلام ہی کو نہیں کہا جاتا بلکہ ولاء اسلام، ولاء حلف، اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اور ان تعلق والوں کو بھی موالی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری ولاء اسلام کی وجہ سے جعفی ہیں۔ امام مالک ولاء حلف کی وجہ سے تیمی اور مقسم کو ولاء لزوم یعنی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہنے کی وجہ سے مولی ابن عباسؓ کہا جاتا ہے۔

حضرت علی المرتضٰی ؓ کی دعا

امام ابو حنیفہ ؒ کے والد حضرت ثابت چھوٹی عمر میں حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ان کے اوران کی اولاد کیلئے برکت کی دعا کی۔ اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی ؓ کی دعا ہمارے حق میں قبول کر لی گئی ہے۔

اسمٰعیل کا بیان ہے کہ ثابت کے والد نعمان بن مرزبان نے نوروز کے دن حضرت علی ؓ کوشاہی فالودہ پیش کیا اور آپ ؓ نے فرمایا! ''نَوْرُوْزُنَا کُلُّ یَوْمٍ'' ہمارا نوروز ہر دن ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کا خاندان اتنا امیر اور با اثر تھا کہ خلیفہ کی خدمت میں شاہی فالودہ پیش کرتے تھے جو صرف اس زمانے کے دولت مند لوگوں کے دسترخوان پر ہوتا تھا۔

کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ مہرجان کا تھا اور حضرت علیؓ نے فرمایا تھا ''ہر دن ہمارا مہرجان ہے''

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضٰی ؓ نے امام ابوحنیفہ ؒ کے والد صاحب اوران کی اولاد کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے وقت امام ابوحنیفہ ؒ کے والد مسلمان تھے۔ تاریخی کتب میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ امام صاحب ؒ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تمام علماء اس پر متفق ہیں سوائے چند لوگوں کے مگر ان کا قول اتنا معتبر نہیں ہے۔

کنیت کی وضاحت

آپ کی کنیت ابوحنیفہؒ کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ چونکہ اہل عرب دوات (پہلے زمانے میں کتابیں یا تحریر لکھنے کے لئے روشنائی رکھنے کے کام آتی تھی جس سے قلم گیلا کر کے لکھا جاتا تھا) کو حنیفہ کہتے ہیں اور کوفہ کی جامع مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کیلئے ہمیشہ وقف رہتی تھیں۔ امام اعظم کا حلقہ درس وسیع تھا اور آپ کے ہر شاگرد کے پاس علیحدہ دوات رہتی تھی، لہذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔

۲۔ صاحب ملت حنیفہ، یعنی ادیان باطلہ سے اعراض کر کے حق کی طرف پورے طور پر مائل رہنے والا۔ حنیفہ حنیف سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں عبادت کرنے والا اور دین کی طرف راغب کرنے والا۔

۳۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فرمایا!

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ O

(سورۃ آل عمران ۔ ۹۵)

فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے، سو تم ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کرو اور وہ مشرکون میں سے نہیں تھے۔ جو ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو گئے تھے۔

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً ﴾

(سورۃ النساء ۔ ۱۲۵)

اور دینی اعتبار سے اس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا سر اللہ کے آگے جھکا دیا اور نیک کاموں میں لگا رہا اور ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت کی پیروی کرتا رہا جو یکسو تھا۔

امام اعظمؒ نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار کی۔ اس کا مطلب ہے کہ باطل ادیان کو چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرنے والا۔ (الخیرات الحسان:۷۱)

۴۔ استعمال شدہ پانی کو آپ نے طہارت میں استعمال کرنے کیلئے جائز قرار نہیں دیا تو آپ کے متبعین نے ٹوٹیوں کا ستعمال شروع کیا۔ چونکہ ٹوٹی کو حنیفہ کہتے ہیں لہذا آپ کا نام ابوحنیفہ پڑ گیا۔

۵۔ حافظ شمس الدین نے لکھا ہے کہ بعض افراد نے کہا کہ امام صاحبؒ کی ایک بیٹی حنیفہ نام کی تھی لہٰذا آپ نے اپنی کنیت ابوحنیفہ رکھ لی۔ لیکن تمام معتبر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ آپ کا صرف ایک بیٹا تھا جن کا نام حمادؒ تھا۔ علامہ موفق کا بھی یہی خیال ہے۔

۶۔ ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نعمان لغت عرب میں خون کو کہتے ہیں جس پر مدار حیات ہے۔ نیک فالی کے طور پر یہ نام رکھا گیا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے وہ اصول مرتب کیئے جو مقبول خلائق ہوئے اور شریعت مطہرہ کی ہمہ گیری

کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ امام شافعی قدس سرہ نے بھی آپ کی علمی شوکت و فقہی جلالت شان کو دیکھ کر فرمایا۔

﴿الناس فی الفقه عیال ابی حنیفة﴾

فقہ میں سب لوگ ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ نعمان گل لالہ کی ایک قسم کا نام بھی ہے۔ اسکا رنگ سرخ ہوتا ہے اور خوشبو نہایت روح پرور ہوتی ہے۔ ابتدائے بہار میں پہاڑ کے دامن میں اپنی بہار دکھاتا ہے۔ چنانچہ آپ کے اجتہاد اور استنباط سے بھی فقہ اسلامی اطراف عالم میں مہک اٹھی۔

لقب

امام اعظم ابو حنیفہ ؒ تمام آئمہ فقہ و حدیث میں سب سے عمر، علم، جلالتِ شان و مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بڑے ہیں۔ اس لئے آپ کو امام اعظم ؒ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لقب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اتنا پسند کیا کہ یہ لقب آپ کے نام کا جزء بن گیا۔ صرف احناف ہی نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے تمام مکاتبِ فکر آپ کو اسی نام (لقب) سے یاد کرتے ہیں۔ دیگر مکاتب فکر کے جید علماء کے چند حوالے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

۱) مورخ کبیر اور مشہور محدث امام شمس الدین ذہبی شافعی ؒ (متوفی ۷۴۸ ھ) نے اپنی کتاب ''تذکرہ الحفاظ'' میں امام صاحب کا تذکرہ اس شاندار طریقہ سے کیا کہ آپ آغاز ہی امام اعظم ؒ کے لقب سے کرتے ہیں۔

۲) حافظ الحدیث اور الرجال امام ابو سعد عبد الکریم سمعانی شافعیؒ (متوفی ۵۶۲ھ) لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی ولادت کا سن بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ ۱۵۰ھ میں شاید اسی دن پیدا ہوئے جس دن امام اعظم ابوحنیفہؒ نے وفات پائی۔

۳) امام محمد علی بن محمد بن علان علوی شافعیؒ (متوفی ۱۰۵۷ھ) لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جو کہ امام اعظم ہیں۔۔۔الخ

غلامی کی غلط فہمی:

علامہ نووی ؒ نے تہذیب الاسماء واللغات کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ لفظ مولٰی زیادہ تر دوستی کے عہد و پیمان یعنی مولٰی الموالات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مولٰی چونکہ غلام کو بھی کہتے ہیں اس لئے امام اعظمؒ کے بارے میں بعض لوگوں کو دھوکہ ہوا اور وہ مولٰی کے معنی غلام سمجھ بیٹھے۔ لیکن امام صاحب کا اپنا بیان ہے کہ یہ نسبت دوستی کے عہد و پیمان کی نسبت ہے اس لئے اب دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں ہے۔

امام طحاویؒ مشکل الآثار میں جو فن حدیث میں اپنے موضوع پر بے مثال کتاب ہے موالات کے معاہدے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ایسا شخص جس پر اللہ تعالٰی نے اسلام

کے ذریعہ احسان کیا، یعنی نو مسلم ہوں۔ امام اعظم ؒ نے فرمایا! یوں نہ کہو بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کرلو پھر تمہاری نسبت بھی ان کی طرف ہوگی، میں خود بھی ایسا ہی تھا۔

امام سیوطی ؒ نے " جامع الصغیر " میں طبرانی کی "الکبیر " اور حاکم کی " مستدرک " میں روایت لکھی ہے کہ " سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ " (سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں)۔ یہ شرف اور مرتبہ حضرت سلمان ؓ کو ولاء محبت سے ملا ہے۔

بشارت عظمیٰ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا!

﴿قال رسول اللہ ﷺ لو کان العلم بالثریا لتناولہ رجل من ابناء فارس﴾ (طبرانی)

اگر علم ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لے گا۔

کتاب الالقاب میں قیس بن سعد بن عبادہؓ سے منقول ہے۔

﴿قال رسول اللہ ﷺ لو کان العلم معلقا بالثریا لتناولہ قوم من ابناء فارس﴾ (طبرانی)

اگر علم ثریا ستارے پر بھی معلق ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک قوم اس کو حاصل کر لے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اسی مجلس میں سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ نے اس سورۃ کی آیت:۔

﴿وَآخَرِينَ مِنهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾

(سورۃ الجمعہ ۔ ۳)

پڑھی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا! یارسول اللہ! یہ دوسرے حضرات کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے؟ حضور یہ سن کر خاموش رہے۔ جب بار بار پوچھا گیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھے پر دست اقدس رکھ کر ارشاد فرمایا:۔

﴿ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَال''
أَوْ رَجُل'' مِنْ هٰؤُلَاءِ ﴾

(صحیح بخاری: کتاب التفسیر)

اگر ایمان ثریا کی بلندیوں پر ہوا تو اس کی قوم میں سے چند اشخاص یا ایک شخص اسے حاصل کرلے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا!

(لو كان الايمان عندالثريا لتناوله رجال من فارس)

(بخاری و مسلم)

اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اہلِ فارس میں سے بعض لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے۔

مسلم شریف میں الفاظ اس طرح ہیں۔

(لو كان الايمان عندالثريا لزهب به رجال من
ابناء فارس حتى يتناوله)

اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اہلِ فارس میں سے ایک شخص اس میں سے اپنا حصہ حاصل کر لے گا۔

حضرت قیس بن سعدؓ والی حدیث معجم کبیر طبرانی میں ان الفاظ سے منقول ہے۔

﴿ قال رسول اللّٰہ ﷺ لو کان الدین معلقا بالثریا لتناوله ناس من ابناء فارس ﴾

اگر دین ثریا ستارے پر بھی معلق ہوگا تو اس کو عرب حاصل نہ کر سکیں گے البتہ اہل فارس اس کو حاصل کر لیں گے۔

امام ترمذیؒ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسیؓ پر رکھ کر فرمایا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوا تو پھر بھی اس کی قوم میں سے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیں گے۔

امام اعظمؒ کی بشارت پر مبنی احادیث مبارکہ دس صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱) حضرت ابو ہریرہؓ

۲) حضرت سلمان فارسیؓ

۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

۴) حضرت علی بن ابی طالبؓ

۵) حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ

۶) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

۸) حضرت مندوسؓ

۹) حضرت جابر بن عبداللہؓ

۱۰) حضرت سفینہؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ

یہ حدیث متعدد سندوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جس کا مفہوم و معنی ایک ہے۔ علامہ ابن حجر الہیثمیؒ "الخیرات الحسان" میں حافظ امام سیوطیؒ کے بعض شاگردوں کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد امام سیوطیؒ یقین کے ساتھ کہتے تھے۔ اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔ کیونکہ امام اعظمؒ کے زمانے میں اہل فارس سے کوئی بھی آپ کے علم و فضل تک نہ پہنچ سکا۔

الفضل ماشهدت به الاعداء.

کے بموجب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ وہ لکھتے ہیں!

ہم امام دراں داخل ست۔ امام اعظم ہی اس حدیث کے مصداق ہیں۔

امام بخاری کی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کیلئے

یہ بشارت نہ تھی کہ آیت میں ﴿ لَمَّا یَلۡحَقُوا بِہِمۡ ﴾ کے بارے میں سوال تھا اور جواب میں آئندہ لوگوں کی نشاندھی کی جارہی ہے۔ لہذا وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث تو حضرت سلمان فارسیؓ کیلئے تھی اور احناف نے امام اعظمؒ پر چسپاں کردی۔ قارئین غور کریں کہ یہ دیانت سے کتنی بعید بات ہے۔

حدیث پاک میں جس شخصیت کے لئے بشارت دی گئی ہے ان کا فارسی النسل ہونا بتایا گیا ہے۔ فقہ کے چاروں آئمہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی صرف فارسی النسل تھے۔

امام ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد نے یقین کیا ہے کہ (ثریا ستارے کی بشارت والی) حدیث میں امام ابوحنیفہؒ ہی مراد ہیں۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ امام صاحب کے زمانے میں اہل فارس میں کوئی بھی امام ابوحنیفہؒ کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا تھا۔ آپ تو آپ بلکہ آپ کے شاگردوں کا بھی مقام نہیں پاسکا۔ (الخیرات الحسان:۱۴)

علامہ موفق بن احمد مکیؒ (م۵۷۸ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! "میری امت میں ایک مرد پیدا ہوگا جس کا نام ابوحنیفہ ہوگا وہ قیامت میں میری امت کا چراغ ہے۔

(مناقب للموافق:ص۵۰)

تعلیم کے مراحل

امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے قرآن حفظ کیا جیسا کہ اسلامی گھرانوں میں رواج ہوتا ہے۔ اس کی شہادت اس طرح ملتی ہے کہ آپ بہت زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ امام صاحب نے قرأت امام عاصمؒ سے سیکھی جن کا شمار اکابر فقہاء قراء سبعہ میں ہوتا ہے۔

آپ نے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد تجارت کا میدان اختیار کرلیا تھا۔ آپ ریشم کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ یہ تجارت کا پیشہ آپ کو اپنے والد سے ورثہ میں ملا۔ حفص بن عبدالرحمٰن بھی آپ کے شریک تجارت تھے۔ آپ کی تجارت عامیانہ اصول سے بالاتر تھی۔ آپ ایک مثالی تاجر کا رول ادا فرماتے تھے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ تجارت کی شکل میں لوگوں پر جودوکرم کا فیض جاری کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔

ایک دن تجارت کے سلسلہ میں بازار جارہے تھے راستے میں امام شعبیؒ سے ملاقات ہوئی۔ یہ وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے پانچسو صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا، انہوں نے فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ عرض کیا بازار۔ چونکہ آپ نے امام اعظم کے چہرہ پر ذہانت وسعادت کے آثار نمایاں دیکھ کر بلایا تھا۔ فرمایا: علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے ہو۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: غفلت نہ کرو تم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ میں تمہارے چہرے میں علم وفضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔

(مناقب للموفق)

امامِ اعظمؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ کی ملاقات اور ان کے اس فرمان نے میرے دل پر اثر کیا اور بازار کا جانا میں نے چھوڑ دیا۔ پہلے علم کلام کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں کمال حاصل کرنے کے بعد گمراہ فرقوں مثلاً جہمیہ وقدریہ سے بحث ومباحثہ اور مناظرے شروع کر دیئے۔

اس وقت تک علم جس چیز کا نام تھا وہ ادب، انساب، ایام العرب، فقہ، حدیث اور علم الکلام تھا۔ علم الکلام اگرچہ آج کل کی طرح کا علم الکلام نہ تھا کیونکہ اس وقت مسائل پر فلسفے کا اثر شروع نہیں ہوا تھا۔ اسلام جب تک عرب کی آبادی میں رہا اس کے مسائل نہایت سادہ اور صاف تھے۔ لیکن جب اسلام عرب کی حدود سے نکل کر ایران، مصر اور شام پہنچا تو اس کے اندر فلسفہ اور دوسرے علوم کی آمیزش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان علاقے کے لوگوں کی طبیعتیں باریک بینی کی طرف مائل تھیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا عرب نے اس کو خلوص اور اعتقاد کے ساتھ تسلیم کیا۔ اس کے برخلاف ایران اور شام میں نہایت دقیق قسم کی بحثیں شروع ہو گئیں۔ جن میں رائے کے اختلاف کے ساتھ ساتھ فرقے وجود میں آنے لگے جن میں مرجی، معتزلی، خارجی، جہمی اور رافضی شامل تھے۔ یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ اہل حق جو اب تک ان بحثوں سے الگ تھلگ تھے ان کو اسلام پر ہونے والے حملوں کے لئے تیار ہونا پڑا۔ اس طرح علم الکلام پیدا ہوا۔ جس میں وقت کے ساتھ ساتھ ترتیب وتدوین ہوتی رہی اور پھر یہ ایک باقاعدہ فن بن گیا۔ اس میں بہت سے بڑے بڑے علماء نے مہارت حاصل کی جن میں

امام اشعری ابوالمنصور ماتریدی بہت مشہور ہیں۔ علم الکلام کے سیکھنے کے لئے قدرتی ذہانت اور مذہبی معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ کو ان دونوں چیزوں سے نوازا ہوا تھا۔ ان کی رگوں میں ایرانی خون تھا۔ طبیعت میں جوش و ولولہ اور جدت تھی۔ مذہبی روایات کوفہ میں ایسی عام تھیں کہ ایک عام انسان بھی تعلیم یافتہ لوگوں میں اٹھ بیٹھ کر حاصل کر سکتا تھا۔

یحییٰ بن شیبان کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! میں ایک زمانے تک اس علم میں مشغول رہا اور ایک مدت تک اس قسم کے لوگوں سے مناظرے کئے حتیٰ کے بیس دفعہ بصرہ (وہ ان دنوں فرقہ باطلہ کا گڑھ تھا) جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں ہر مرتبہ کبھی سال بھر اور کبھی کم یا زیادہ قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔

(احسن البیان ابوحنیفہ لابی زہرہ)

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ بیان فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ فقہ کی طرف کس طرح راغب ہوئے۔ انہوں نے فرمایا! میں نے جب علم پڑھنے کا ارادہ کیا تو تمام علوم پر نظر ڈالی۔ علم الکلام اور عقائد کے متعلق خیال آیا کہ اس میں فائدہ کم ہے اور عاقبت کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا ہے۔ علم ونحو وادب کا خیال آیا کہ میرا مشغلہ بچوں کو پڑھانا بن جائے گا۔ شعر گوئی میں تعریف و مدح اور غلط بیانی کے سوا کچھ نہیں۔ علم القرأت میں دوسروں کو پڑھا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ تفسیر میں اللہ کے مبارک کلام سے بحث

ہے اور یہ نازک مرحلہ ہے۔ احادیث شریف کو جمع کرنے کے لئے ایک عمر چاہئے اور پھر بھی کہنے والے کہیں گے کہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں نے جب فقہ پر نظر ڈالی تو مجھ پر اس کی جلالتِ شان ظاہر ہوئی۔ اس میں علماء و مشائخ اور اصحابِ دانش سے واسطہ پڑتا ہے۔ اقامتِ دین، فرائض کی ادائیگی اور عبادت کے طریقوں کی معرفت کا تعلق اسی مبارک طریقہ سے ہوتا ہے۔

ایک دن امام صاحب اپنی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آپ کے پاس طلاق یا حیض کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے آئی۔ امام صاحب کو اس کا جواب معلوم نہیں تھا۔ اس عورت نے امام حمادؒ کے حلقہ درس کی طرف اشارہ کیا جو آپ کے مکان کے قریب ہی تھا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ جو کچھ وہ جواب دیں مجھے آ کر بتا دینا۔ امام ابو حنیفہؒ امام حمادؒ کی مجلس میں گئے اور اس عورت کا مسئلہ دریافت کیا اور واپس آ کر اس عورت کو بتا دیا۔ امام صاحب کو اپنی کم علمی پر افسوس ہوا اور آپ نے اسی وقت علم الفقہ سیکھنے کا ارادہ کر لیا اور امام حمادؒ کے حلقہ درس میں پابندی سے شریک ہونے لگے۔

آپ کو خیال آیا کے صحابہ کرامؓ سے زیادہ دین کو جاننے والا کون ہوسکتا ہے۔ اس کے باوجود ان حضرات نے اس طریق کو نہ اپنا کر شرعی اور فقہی مسائل سے زیادہ شغف رکھا۔ لہذا مجھے بھی اسی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ کوفہ آپ کے عہد پاک میں فقہائے عراق کا گہوارہ تھا جس طرح اس کے برخلاف بصرہ مختلف

فرقوں اور اصول اعتقاد میں بحث ومجادلہ کرنے والوں کا گڑھ تھا۔ کوفہ کا یہ علمی ماحول بذات خود بڑا اثر آفریں تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں علم وفقہ کی کان کوفہ میں سکونت پذیر تھا اور اہل کوفہ کی مجالس میں شریک رہا۔ پھر فقہاء کوفہ میں ایک فقیہ کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔

ان فقیہ سے مراد حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ ہیں جو مشہور تابعی ہیں اور حضرت ابراہیم نخعیؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اس وقت جامع کوفہ میں مسند درس وتدریس پر متمکن تھے اور یہ درسگاہ باقاعدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک سے چلی آرہی تھی۔

کوفہ شہر میں اس وقت ایک ہزار پچاس صحابہ کرامؓ تھے۔ جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے آکر آباد ہوگئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دارالحدیث اور دارالعلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظمؒ جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و مہتاب تھا۔ کوفہ کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کرسکے اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کا تعلق کوفہ سے ہے۔

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ اپنے استادِ محترم امام حمادؒ کے ساتھ کہیں سفر میں جا رہے تھے۔ راستے میں عصر کا وقت ہو گیا اور آپ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ امام حمادؒ نے تیمّم کر کے نماز ادا کر لی لیکن امام ابوحنیفہؒ نے پانی ملنے کے انتظار میں نماز نہیں پڑھی۔ آگے چل کر پانی مل گیا تو امام ابوحنیفہؒ نے وضو کیا اور عصر کی نماز ادا کی۔ امام صاحب کا فرمانا ہے کہ ایسے آدمی کو جسے آخیر مستحب وقت تک پانی ملنے کی امید ہو نماز کو مؤخر کر دینا چاہیئے۔ امام حمادؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے اس اجتہاد کی تعریف کی۔ یہ امام صاحب کا اپنے استادِ محترم سے پہلا اختلاف تھا اور پہلا ہی اجتہاد تھا جو درست ثابت ہوا۔ (البنایہ: ج۱ ص۳۲۵)

امام ابوحنیفہؒ نے بیس سال کی عمر سے علم الحدیث کی باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ مضبوط قوت حافظہ کے مالک تھے۔ آپ استاد کی بتائی ہوئی احادیث لکھتے بھی جاتے تھے اور ساتھ ساتھ یاد بھی کر لیتے تھے۔

امام ذہبیؒ آپؒ کے درس کے ساتھی امام مسعر بن کدامؒ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ کے ساتھ علم حدیث پڑھنا شروع کیا لیکن وہ ہم پر غالب آ گئے۔ جب ہم زہد و تقویٰ میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں بھی فوقیت لے گئے۔ اور جب ہم نے ان کے ساتھ فقہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس میں انہوں نے جو کارنامہ انجام دیا وہ آپ سب کے سامنے ہے۔

(مناقب ابی حنیفہؒ للذہبیؒ: ص۲۷)

امام صاحب کے زمانے میں کوفہ محدثین اور حفاظ سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں احادیث کی بہت کثرت اور بہتات تھی۔ امام بخاریؒ نے بھی تحصیل حدیث کے لئے کوفہ کے بے شمار چکر لگائے۔ امام صاحب نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور بڑی محنت اور لگن سے کوفہ کی تمام احادیث کو حفظ کرلیا۔ جلیل القدر محدث امام یحییٰ بن آدم احولؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت نے اپنے شہر کوفہ کی تمام احادیث جمع کرلیں تھیں۔ ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل کو پیشِ نظر رکھا اور اس پر عمل کیا۔ (مناقب ابی حنیفہؒ :ص۸۲)

امام اعظمؒ تابعی ہیں

یہ حقیقت ہے کہ معروف آئمہ فقہ وحدیث میں صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ واحد امام ہیں جو تابعی ہیں۔ آپ کے علاوہ باقی آئمہ کرام امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور آئمہ صحاح ستہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، اور امام ابن ماجہؒ میں سے کوئی تابعی نہیں ہے۔ امام اعظمؒ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق تابعین کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿ خَيْرُ كُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ﴾

تم میں بہترین میرا زمانہ ہے، پھر میرے بعد ان کا زمانہ جو ان سے ملیں (یعنی تابعین) اور پھر ان کے بعد جو ان سے ملیں (یعنی تبع تابعین)

(صحیح بخاری: کتاب الشہادات)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی) یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا (یعنی تابعی)۔

(جامع ترمذی: کتاب المناقب)

امام اعظمؒ نے کئی مرتبہ حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی وہ سرخ خضاب لگاتے تھے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کو نماز پڑھتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ حالت قیام میں تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا وصال ۹۵ھ اور ایک قول کے مطابق ۹۳ھ میں ہوا۔

(تہذیب التہذیب: ص۷۳)

امام ابو حنیفہؒ نے صحابہ کرامؓ کی ایک مبارک جماعت کو پایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن ابی کوفیؓ کوفہ میں موجود تھے ان کا انتقال ۸۸ھ میں یا اس کے بعد ہوا ہے۔ اسی زمانے میں بصرہ میں سیدنا انس بن مالکؓ تھے جن کا انتقال ۹۰ھ یا اس کے بعد ہوا ہے۔ ابن سعد نے مضبوط سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ان کو دیکھا ہے۔ اسی زمانے میں شام میں امام اوزاعیؒ، کوفہ میں سفیان ثوریؒ، مدینہ میں امام مالکؒ، بصرہ میں حماد بن زیدؒ اور حماد بن سلمہؒ، مکہ میں مسلم بن خالد زنجیؒ اور مصر میں لیث بن سعدؒ موجود تھے لیکن تابعی کی سعادت ان کو حاصل نہ ہوسکی۔ (تبییض الصحیفہ: ص۹)

امام ابو حنیفہؒ کا ذریعہ معاش

امام صاحب ایک صاحب ثروت گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے ہاں مال و دولت کی فراوانی تھی۔ فقر و فاقہ اور تنگدستی سے نا آشنا تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد خز (ریشمی کپڑے) کے بڑے تاجر تھے۔ امام صاحب نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے آبائی کاروبار کو خوب ترقی دی۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو علم و تقویٰ اور فضل و کمال میں یکتا بنایا تھا، حدیث و فقہ میں امامت کے منصب پر فائز کیا تھا۔ اسی طرح آپ کو معاشی زندگی میں بھی اپنے ہم عصروں پر فوقیت دی تھی۔ آپ نہ صرف بڑے تاجر تھے بلکہ تجارتی اصولوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ اس بنیاد پر آپ نے تجارت میں حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ آپ کی تجارت مختلف انداز میں کوفہ کے اردگرد اور دور دراز ممالک (بصرہ، بغداد، مرو اور نیشاپور تک) تک پھیلی ہوئی تھی۔

امام صاحبؒ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ریشمی کپڑے کے تاجر کو عربی میں "الخزاز" کہتے تھے۔

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ امام صاحب کا کپڑا بنانے کا کارخانہ جس میں بہت سارے مزدور کام کرتے تھے اور دوکان سرائے عمرو بن حریث میں تھی۔

کوفہ میں حضرت عمرو بن حریث ؓ صحابیِ رسول کا ایک بہت بڑا محل نما عالی شان مکان تھا۔ جب وہ کوفہ آئے تھے تو انہوں نے مسجد کے ساتھ بنایا تھا۔

ابن سعد فرماتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑی حویلی تھی ۔اس عالی شان حویلی میں امام صاحب کی دوکان (شاپنگ سینٹر) تھی اس میں مختلف قسم کے قیمتی کپڑے فروخت کئے جاتے تھے۔ کپڑے کی جتنی اقسام آپ کی دوکان پر ہوتی تھیں وہ دوسروں کے پاس نہیں ہوتی تھیں۔ آپ کے پاس ریٹیل اور ہول سیل دونوں قسم کا کام تھا۔ آپ کے کارخانہ میں آڈر پر بھی مال تیار کیا جاتا تھا۔ آپ کے کارخانہ میں ریشم کے دھاگے اور کپڑے دونوں تیار کئے جاتے تھے۔

صیمری نے لکھا ہے کہ حفص بن عبدالرحمٰن امام صاحب کے کاروباری شراکت دار تھے۔ لیکن بعد میں امام صاحب نے شراکت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔

استاد محمد ابوزہرہ امام صاحب کی تجارت کے بارے میں لکھتے ہیں!

تاجر ابوحنیفہؒ میں ایسی چار صفات تھیں جن کی وجہ سے وہ ایک کامیاب تاجر بنے اور علماء کی جماعت میں بھی سب سے برتر تھے۔

ا۔ آپ کا نفس غنی تھا۔ لالچ کا اثر کسی وقت بھی آپ پر ظاہر نہیں ہوا۔ حالانکہ کاروبار میں اکثر نفس پر لالچ کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ شاہد اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ پر محتاجی کی مجبوری کبھی نہیں پڑی۔

۲۔ نہایت درجہ ایماندار تھے۔ آپ نے کبھی بھی نفس کو غالب نہیں ہونے دیا۔

۳۔ آپ معاف اور درگزر کرنے والے تھے۔ نفس کو غصہ اور تکبر سے بچا کر رکھا تھا۔

۴۔ آپ بڑے دین دار تھے۔ شریعت کے احکام پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں! امام ابو حنیفہؒ اپنی ذات میں ذہین ترین انسانوں میں سے تھے۔ انہوں نے فقہ، عبادت، پرہیز گاری اور سخاوت کو جمع کر لیا تھا۔ وہ حکومت سے عطیات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود اپنی کمائی دوسروں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ ان کے یہاں ریشم بنانے اور ریشمی کپڑا تیار کرنے کا ایک کارخانہ تھا جس میں بہت سے کاریگر و مزدور کام کرتے تھے۔

امام صاحب کے تجارتی نفع حاصل کرنے کے لئے مختلف صورتیں تھیں۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ غلاموں کو مال دے کر تجارت کے لئے کسی دوسرے شہروں میں بھیجا جاتا تھا۔ ایسے غلاموں کو ''ماذون التجارت'' کہا جاتا تھا۔ ایک ایک غلام کبھی کبھی تیس تیس ہزار کا منافع کما کر لاتا تھا۔ ایک دفعہ ایک غلام ستّر ہزار کا منافع کما کر لایا۔ اس طرح امام صاحب کی تجارت بہت پھیل گئی تھی۔ امام صاحب کی تجارت کا مقصد مال حاصل کرنا نہیں تھا۔ بلکہ مال کے حصول کے لئے انتہائی سخت احتیاتیں برتی جاتی تھیں اور ہر قسم کے شبہ سے پرہیز کیا جاتا تھا۔

اسد بن عمر ؒ سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کی کوشش رہا کرتی تھی کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے اقوال، افعال اور خصال کی پیروی کریں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ تمام صحابہ کرام ؓ میں سب سے افضل ہیں۔ سب سے بڑے عالم ہیں۔ سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ تقویٰ والے، سب سے زیادہ نرم دل، سب سے زیادہ عبادت گزار، سب سے بڑے زاہد، سب سے بڑے سخی، سب سے بڑے حسن سلوک کرنے والے تھے۔ اسی طرح تابعین میں یہ تمام خوبیاں امام اعظم ؒ میں تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی مکہ مکرمہ میں ایک دوکان تھی آپ ؓ وہاں کپڑا فروخت کرتے تھے۔ حضرت ابوحنیفہ ؒ نے بھی ان کا اتباع کیا اور آپ نے بھی کپڑے کی تجارت کی۔

(مناقب للموفق)

امام صاحب بہت خوش نصیب تھے۔ آپ کو تجارت میں بہت مہارت حاصل تھی۔ آپ کے ملازم اور شریک خرید و فروخت کے سلسلہ میں سفر پر جایا کرتے تھے۔ آپ اپنے نفس سے بے نیاز تھے۔

کوفہ شہر

امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں جب عراق فتح ہوا تو آپ نے کوفہ شہر کی بنیاد رکھنے کا حکم دیا۔ ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رستم کو شکست دے کر قادسیہ اور جلولاء کو فتح کر لیا تھا اور مدائن میں قیام کیا۔ کوفہ کی حیثیت ایک فوجی چھاؤنی کی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یمن سے بارہ ہزار افراد اور نزار سے آٹھ ہزار افراد کو لا کر کوفہ شہر آباد کیا۔ ان تمام افراد کے وظیفے بندھے ہوئے تھے۔ کوفہ کی آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ عرب قبائل میں سے علماء اور فصحاء کو وہاں آباد کیا گیا۔ اس طرح کوفہ شہر علم وفن اور تقویٰ و طہارت کا مرکز بن گیا اور اسلامی تہذیب وثقافت کا علمبردار بن کر کئی صدیوں تک علم وفکر کا عظیم مرکز بنا رہا۔

حضرت حدیفہؓ اور حضرت سلیمان بن زیادؓ نے کوفہ شہر بسانے کے لئے زمین کا انتخاب کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ ان کی منظوری کے بعد سب سے پہلے شہر کے بالکل وسط میں ایک مسجد کی تعمیر شروع کی گئی۔ اور پھر اس کے اردگرد کچے مکان بنائے گئے۔ لیکن ایک مرتبہ وہاں آگ لگنے کی وجہ سے ان میں سے کافی گھر تباہ ہو گئے۔ پھر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی حکم سے وہاں پختہ مکانات کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ شہر میں نہایت چوڑی اور عمدہ سڑکیں تعمیر کی گئیں۔ گلیاں اور خوبصورت بازار بنائے گئے۔ وہاں ہی قریب

گورنر کے رہنے کے لئے رہائش گاہ بنائی گئی۔ کوفہ شہر ایک خوبصورت اور تمام آسائشوں سے مزین عمدہ پلاننگ کے ساتھ تعمیر کیا گیا۔

حضرت عمر ؓ نے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کو وہاں بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیں اور انہیں دین سکھائیں۔ علم میں تمام صحابہ کرام ؓ میں عبداللہ بن مسعود ؓ کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے کہ جو قرآن پاک کو ایسے انداز میں پڑھنا چاہے جیسا نازل ہوا ہے تو اس کو چاہیئے کہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ حضرت عمر ؓ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ علم سے بھرا ہوا ایک برتن ہیں۔ حضرت ابن مسعود ؓ نے کوفہ کی بنیاد سے لے کر حضرت عثمان غنی ؓ کے دور تک اہل کوفہ کو قرآن وسنت وفقہ کی تعلیم دی۔ کوفہ کو قراء، محدثین اور فقہاء سے بھر دیا۔ کوفہ کے مشہور ترین علماء جنہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے علم حاصل کیا ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ ان کے علاوہ کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت حذیفہ بن یمان ؓ، حضرت عمار بن یاسر ؓ، حضرت سلمان فارسی ؓ، اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ جیسے کبار صحابہ بھی موجود تھے۔ حضرت علی مرتضٰی ؓ جب کوفہ منتقل ہوئے تو فقہاء کی کثیر تعداد دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کو بستی کا چراغ کہا۔

امام احمد بن حنبل ؒ اور امام بخاری ؒ کے شیوخ میں سے امام عفان بن مسلم ؒ فرماتے ہیں! جب ہم کوفہ پہنچے تو وہاں چار ماہ قیام کیا۔ احادیث کا وہاں اتنا چرچا تھا

کہ اگر ہم چاہتے تو ایک لاکھ احادیث سے بھی زیادہ احادیث لکھ سکتے تھے۔ مگر ہم نے صرف پچاس ہزار احادیث لکھنے پر اکتفا کیا۔ ہم نے کوفہ میں عربی زبان میں غلطی کرنے والا اور اس کو نہ سمجھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ (مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۵)

امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں! جو جنگوں کا علم سیکھنا چاہے تو اہل مدینہ سے حاصل کرے، حج کے مسائل اور مناسک سیکھنا چاہے تو وہ اہل مکہ سے سیکھے اور جو فقہ کا علم حاصل کرنا چاہے اس کے لئے کوفہ ہی ہے۔ (مناقب للموفق ص ۳۶۳)

علم الفقہ کی بنیاد حدیث کے علم پر ہے۔ اس لئے کوفہ کو حدیث اور فقہ دونوں علوم کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت امام بخاریؒ کا ارشاد گرامی ہے جنہوں نے احادیث حاصل کرنے کے لئے بہت سے اسلامی شہروں کا سفر کیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں! میں دو بار مصر وشام گیا، چار بار بصرہ گیا، میں ہرگز نہیں گن سکتا کہ کوفہ شہر اور بغداد کتنی مرتبہ گیا ہوں۔ (مقدمہ فتح الباری)

امام ابراہیم بن یزید نخعیؒ فرماتے ہیں! حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعتِ رضوان کرنے والے (چودہ سو) صحابہ کرامؓ میں سے تین سو (۳۰۰) اور غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں میں سے ستّر (۷۰) صحابہ کرامؓ کوفہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد: ۹/۶)

کوفہ شہر میں ایک وقت پندرہ سو صحابہ کرامؓ رہتے تھے اس وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے کوفہ کو "رمح اللّٰہ" (اللہ کا نیزہ)، "کنز الایمان" (ایمان کا خزانہ) اور "جمجمة العرب" (عرب کا سر) اور اللہ کی تلوار کا

لقب دیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے کوفہ کو ''قبۃ الاسلام'' (اسلام کا گھر) قرار دیا۔ جبکہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے کوفہ کو ایمان کا خزانہ، اسلام کا سر اور اللہ کی تلوار کا لقب دیا۔ (طبقات ابن سعد: ج۶ ص۵)

سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جب سیدنا علی المرتضیٰؓ کو مسلمانوں کا چوتھا خلیفہ راشد منتخب کیا گیا تو آپ نے بعض سیاسی وجوہات کی وجہ سے خلافت کے استحکام کے لئے دارالحکومت مدینہ منورہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا چاہا تو آپ کو حضرت عمر فاروقؓ کا بسایا ہوا شہر کوفہ سے بہتر اور کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔ چنانچہ آپ نے دارالخلافہ کوفہ منتقل کرنا ضروری سمجھا۔

ابن کثیرؒ ''البدایہ والنہایہ'' میں لکھتے ہیں!

''سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پیر کے روز ۱۲/رجب المرجب ۳۶ھ بحیثیت امیر المومنین کوفہ میں داخل ہوئے۔ آپ (سابقہ حکمرانوں کی اقامت گاہ) سفید محل میں داخل ہوئے تو فرمایا! نہیں! بے شک عمر بن خطابؓ اس میں رہنے کو ناپسند فرماتے تھے اس لئے میں بھی اسی ناپسند کرتا ہوں۔ آپ نے رحبہ (کشادہ زمین) کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا۔ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کا چار سال کا عرصہ کوفہ میں یہیں بسر کیا۔

امام مالکؒ فقہ مالکیہ کے بانی اور جلیل القدر فقیہہِ مدینہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا! کوفہ کے علم کی اس شان کا تاج امام ابو حنیفہؒ ان کے شاگرد اور سفیان ثوریؒ کے سر ہے۔

مشہور آئمہ حدیث و رجال کا تعلق کوفہ شہر سے تھا جن میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علقمہ بن قیسؒ	متوفی ۶۲ ھ
۲۔ حضرت مسروقؒ	۶۳ ھ
۳۔ حضرت اسود بن یزید نخعیؒ	۷۵ ھ
۴۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ	۷۳ ھ
۵۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ	۹۵ ھ
۶۔ حضرت سعید بن جبیرؒ	۹۵ ھ
۷۔ حضرت عامر شعبیؒ	۱۰۳ ھ
۸۔ حضرت منصور بن معتمرؒ	۱۳۲ ھ
۹۔ حضرت امام اعمشؒ	۱۴۸ ھ
۱۰۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ	۱۵۰ ھ
۱۱۔ حضرت مسعر بن کدامؒ	۱۵۳ ھ
۱۲۔ حضرت سفیان ثوریؒ	۱۶۱ ھ
۱۳۔ حضرت حسن بن صالحؒ	۱۶۷ ھ
۱۴۔ حضرت یحییٰ بن زکریہ بن ابی زائدہؒ	۱۸۲ ھ
۱۵۔ حضرت وکیع بن جراحؒ	۱۹۷ ھ
۱۶۔ حضرت حفص بن غیاثؒ	۱۹۴ ھ

پہلی تین صدیوں تک کوفہ شہر علم حدیث اور فقہ کا پورے عالمِ اسلام میں مرکز رہا۔ پھر تیسری صدی کے بعد آہستہ آہستہ یہاں سے علم مٹنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا اور یہ شہر دارالعلم سے دارالرفض بن گیا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۴۸ھ) اور حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۰۲ھ) تحریر فرماتے ہیں! ابن عقدہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک برابر کوفہ میں علم کی وسعت و کثرت ہی رہی اور پھر آہستہ آہستہ یہاں سے علم ختم ہو گیا اور یہ شہر دارالرفض بن گیا۔

(امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ کا محدثانہ مقام: ص۱۳۸)

محدث کبیر امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں!

میں نے کوفہ کا پہلا سفر ابوالحسن بن عقبہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ۳۴۱ھ (ابن عقدہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے نو سال بعد) کیا تھا۔ اس وقت کوفہ میں علمی بہار برقرار تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شروع کی ہوئی درسگاہیں آباد تھیں۔ لیکن جب میں نے دوبارہ ۳۴۵ھ میں ابوالقاسم سکوتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوفہ کا سفر کیا تو اس وقت اس شہر کی علمی بہار ختم ہو چکی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درسگاہیں ویران ہو گئی تھیں۔

(معرفت علوم الحدیث: ص۲۷۰)

اس وقت کوفہ میں موجود مشہور ائمہ

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق، امام عامر شعبی، سلمہ بن کہیل، ابواسحاق سبعی، سماک بن حرب، محارب بن دثار، عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ہشام بن عروہ بن زبیر، سلیمان بن مہران اعمش، حماد بن ابی سلیمان فقیہ عراق۔
سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ ہی میں تھے۔

کوفہ کو مرکز علم و فضل بنانے میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرامؓ نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔
حضرت ابن مسعودؓ کو حضرت فاروق اعظمؓ نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا۔ اسی عہد میں انہوں نے کوفہ میں علم و فضل کا دریا بہایا۔

اسرار الانوار میں لکھا ہے:۔

کوفہ میں ابن مسعودؓ کی مجلس میں بیک وقت چار ہزار افراد حاضر ہوتے۔
ایک بار حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعودؓ ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان آپ کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت علیؓ نے خوش ہو کر فرمایا! ابن مسعود!

تم نے کوفہ کو علم و فقہ سے بھر دیا۔ تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علیؓ نے اپنے روحانی و عرفانی فیض

سے ایسا سینچا کہ تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو یا علم فقہ۔ اگر کوفہ کے راویوں کو خارج کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ صحاح ستہ نہیں رہے گی۔

امام شعبی نے فرمایا: صحابہ میں چھ قاضی تھے۔ ان میں تین مدینہ میں تھے۔ عمرؓ، ابی بن کعبؓ، زیدؓ۔ اور تین کوفہ میں علیؓ، ابن مسعودؓ، ابوموسی اشعریؓ۔

امام مسروق نے کہا: میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا۔ عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، زیدؓ، ابودرداءؓ، ابی بن کعبؓ۔ اسکے بعد دیکھا تو ان چھ حضرات کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علیؓ اور ابن مسعودؓ۔ ان دونوں کا علم مدینہ سے بادل بن کر اٹھا اور کوفہ کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفہ کے ذرے ذرے کو چمکایا۔

حضرت عمر ؓ نے اس شہر کو راس الاسلام، راس العرب، جمجمۃ العرب، رمح اللہ اور کنز الایمان کہا۔

حضرت سلمان فارسی ؓ نے قبۃ الاسلام کا لقب دیا۔

حضرت علی ؓ نے کنز الایمان، جمجمۃ الاسلام، رمح اللہ، سیف اللہ فرمایا۔

امام اعظم ؒ نے امام حماد ؒ کی حلقہ تلامذہ میں شرکت اس وقت کی جب آپ کی عمر بیس سال سے متجاوز ہو گئی تھی اور آپ اٹھارہ سال تک انکی خدمت میں فقہ حاصل کرتے رہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کی ذہانت اور لگن دیکھ کر ان کے استاد گرامی نے

فرمایا کہ ابوحنیفہ میرے سامنے صف اول میں بیٹھا کرو۔ درمیان میں آپ نے دوسرے علاقوں کا سفر بھی کیا۔ حج بیت اللہ کیلئے حرم شریف میں بھی حاضری کا موقع ملا۔ اس طرح آپ ہر جگہ علم کی تلاش میں رہے اور تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا اور پھر اپنے استاذ حضرت حمادؒ کی مسند درس پر جلوا فرما ہوئے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام حماد کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا۔ لہذا ان کے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر چالیس سال تھی گویا جسم وعقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسند درس کو رونق بخشی۔ آپ کو پہلے بھی اس چیز کا خیال آیا تھا کہ میں اپنی درسگاہ علیحدہ قائم کرلوں مگر تکمیل کی نوبت نہ آئی۔

آپ کے شاگرد امام زفرؒ فرماتے ہیں! امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے استاذ حضرت حمادؒ سے وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا میں دس سال آپ کی صحبت میں رہا پھر میرا جی حصول اقتدار کیلئے للچایا تو میں نے الگ اپنا حلقہ جمانے کا ارادہ کرلیا۔ ایک روز میں پچھلے پہر نکلا اور چاہا کہ آج یہ کام کر ہی لوں مسجد میں قدم رکھا اور شیخ حمادؒ کو دیکھا تو ان سے علیحدگی پسند نہ آئی اور ان کے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ اسی رات حضرت حمادؒ کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ان کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے بڑا مال چھوڑا اور حمادؒ کے سوا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی جگہ مجھے بٹھایا۔ جیسے ہی وہ تشریف لے گئے کہ میرے پاس چند ایسے مسائل آئے جو میں نے آج تک ان

سے نہ سنے تھے۔ میں جواب دیتا جاتا اور اپنے جوابات لکھتا جاتا تھا۔ جب حضرت حماد واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل پیش کئے۔ یہ تقریباً ساٹھ مسائل تھے۔ چالیس سے تو آپ نے اتفاق کیا لیکن بیس میں میرے خلاف جواب دیئے۔ میں نے اسی دن یہ تہیہ کرلیا کہ تا حیات ان کا ساتھ نہ چھوڑونگا۔ لہذا میں اسی عہد پر قائم رہا اور تا زندگی ان کے دامن سے وابستہ رہا۔

غرضیکہ آپؒ چالیس سال کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے استاذ کی مسند پر متمکن ہوئے اور اپنے تلامذہ کو پیش آمدہ فتاویٰ و جوابات کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے بڑی سلجھی ہوئی گفتگو اور عقل سلیم کی مدد سے قیاس کا آغاز کیا اور اس فقہی مسلک کی داغ بیل ڈالی جس سے آگے چل کر حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔

آپ نے دراسات علمی کے ذریعہ ان اصحاب کرام کے فتاویٰ تک رسائی حاصل کی جو اجتہاد واستنباط، ذہانت وفطانت اور جودت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

امام اعظمؒ کی صحابہ کرامؓ سے ملاقات

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقری الشافعیؒ نے ایک رسالہ لکھا جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مختلف صحابہ کرامؓ سے روایت نقل کی ہیں ۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے۔

۱۔ حضرت انس بن مالکؓ

۲۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدہؓ

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ متوفی سنہ ۹۴ھ

۴۔ حضرت معقل بن یسارؓ

۵۔ حضرت واثلہ بن الاسقعؓ

۶۔ حضرت عائشہ بنت عجزؓ

ساتویں کے نام کا ذکر نہیں کیا۔ بعض دوسری روایات میں حضرت عبداللہ بن انیسؓ کا ذکر آیا ہے۔

(تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ از علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

علامہ شامیؒ نے بیس صحابہ کرامؓ کے نام ذکر کئے ہیں جن سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ملاقات ہوئی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن نفیلؓ متوفی سنہ ۹۹ھ

۲۔ حضرت واثلہ بن الاسقعؒ " سنہ ۸۵ھ

۳۔ حضرت عبداللہ بن عامر

۴۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیؒ " سنہ ۸۷ھ

۵۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؒ " سنہ ۹۹ھ

۶۔ حضرت عتبہ بن عبد السلمیؒ " سنہ ۹۰ھ

۷۔ مقدام بن معدی کربؒ " سنہ ۸۷ھ

۸۔ حضرت عبداللہ بن یسر المازنیؒ " سنہ ۹۶ھ

۹۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہؒ " سنہ ۸۹ھ

۱۰۔ حضرت سہل بن سعد الساعدیؒ " سنہ ۸۸ھ

۱۱۔ حضرت انس بن مالکؒ " سنہ ۹۳ھ

۱۲۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید

۱۳۔ حضرت محمود بن لبید بن عقبہؒ متوفی سنہ ۹۶ھ

۱۴۔ حضرت محمود بن الربیع انصاریؒ سنہ ۹۹ھ

۱۵۔ حضرت ابوامامہ باہلیؒ " سنہ ۸۶ھ

۱۶۔ حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؒ " سنہ ۱۱۰ھ

۱۷۔ حضرت عمرو بن حریثؒ " سنہ ۸۵ھ

۱۸۔ حضرت عمرو بن ابی سلمہؒ " سنہ ۸۳ھ

۱۹۔ حضرت ابن عباس

۲۰۔ حضرت سہیل بن حنیف

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

امام محمد بن ہاشم ٹھٹھویؒ (متوفی ۱۱۷۴ھ) نے مندرجہ ذیل صحابہ کرام کے نام بھی لکھے ہیں۔

۱) حضرت عبداللہ بن انیسؓ

۲) حضرت سائب بن خلاد بن سویدؓ

۳) حضرت وابصہ بن معبدؓ

۴) حضرت ہرماس بن زیاد باہلیؓ (متوفی ۱۰۰ھ)

۵) حضرت یوسف بن عبداللہؓ

۶) حضرت سائب بن یزید کندیؓ (متوفی ۹۱ھ)

۷) حضرت عدّاء بن خالد بن ھوذہؓ

۸) حضرت عکراش بن ذوہیب بن حرقوس التمیمیؓ (متوفی ۹۹ھ)

(اتحاف الاکابر بمرویات الشیخ عبدالقادر)

امام اعظمؒ نے صحابیِ رسول عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی زیارت کی۔ ان کے والد کا نام حضرت علقمہ بن خالد بن حارث اسلمیؓ تھا۔ آپ بیعتِ رضوان کرنے والے صحابہؓ میں شامل تھے۔ آپ سے (۹۵) احادیث روایت کی گئیں ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان سے پندرہ (۱۵) احادیث روایت کی ہیں۔ آپ اپنے انتقال سے قبل نابینا ہوگئے تھے۔ آپ کا وصال کوفہ میں ۸۷ھ میں ہوا۔

جن صحابہ کرامؓ سے امامِ اعظمؒ نے حدیث روایت کی ہیں۔

۱۔ انس بن مالکؓ ۲۔ جابر بن عبداللہؓ

۳۔ عبداللہ بن ابی اوفیؓ ۴۔ عامرؓ (ابوطفیل بن واثلہؓ)

۵۔ عبداللہ بن انیسؓ ۶۔ واثلہ بن الاسقعؓ

۷۔ عبداللہ بن حارث بن ابن جزءؓ ۸۔ عائشہ بنت عجروؓ

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے دو کا اضافہ کیا ہے۔

۹۔ سہیل بن سعد ۱۰۔ سائب بن یزیدؓ

امام اعظمؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے تین حدیثیں، حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے دو حدیثیں، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت عبداللہ بن انیسؓ، حضرت عائشہ بن عجرؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزوءؓ سے ایک ایک حدیث روایت کی ہے

(تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ ص ۷: از علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

امام ابوحنیفہؒ نے جو احادیث صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱) جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجد تعمیر کی اگر چہ وہ جگہ جانور کے گھونسلے کے برابر کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا۔

۲) جو کام شک و شبہ میں مبتلا کرے اس کو چھوڑ دو۔ وہ کام اختیار کرو جس کے بارے میں کسی قسم کا خدشہ نہ ہو۔

۳) بے شک اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔

۴) علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۵) نیکی کی طرف راہ نمائی کرنے والے کو نیکی کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

۶) مسلمان بھائی کی مصیبت میں خوشی کا اظہار نہ کرو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عافیت بخش دے اور مصیبت کو تمہارے اوپر نازل کردے۔

(امام اعظمؒ از استاد ابوزہرہ مصری)

روایتِ حدیث کے اعتبار سے صحابہ کرام ؓ کے طبقات

حدیث روایت کرنے کے اعتبار سے صحابہ کرام ؓ کے چار طبقے ہیں۔

1) کثیر الروایۃ صحابہ کرام ؓ

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام ؓ شامل ہیں جن سے روایت حدیث کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے۔ کثیر الروایۃ صحابہ کو " **اصحاب الألوف** " کہا جاتا ہے۔ ان صحابہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱) حضرت ابوہریرہ ؓ	۵۳۷۴	احادیث
۲) حضرت عبداللہ بن عمر ؓ	۲۶۳۰	احادیث
۳) حضرت انس بن مالک ؓ	۲۲۸۶	"
۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ	۲۲۱۰	"

2) اوسط الروایۃ صحابہ کرام ؓ

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام ؓ شامل ہیں جن سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار سے کم اور تین سو سے زیادہ ہیں۔ اس طبقہ کے راویوں کو " اصحاب الألف " اور " **اصحاب المئین** " کہا جاتا ہے۔ ان صحابہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱) حضرت عبداللہ بن عباس ؓ	۱۶۶۰	احادیث
۲) حضرت جابر بن عبداللہ ؓ	۱۵۴۰	

۳) حضرت ابوسعید خدریؓ	۱۱۷۰
۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۸۴۸
۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ	۷۰۰
۶) حضرت عمر بن خطابؓ	۵۳۷
۷) حضرت علی بن ابی طالبؓ	۵۳۶
۸) ام المومنین ام سلمہؓ	۳۷۸
۹) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ	۳۶۰
۱۰) حضرت براء بن عازبؓ	۳۰۵

3) قلیل الروایۃ صحابہ کرامؓ

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرامؓ شامل ہیں جن کی مرویات کی تعداد تین سو سے کم اور ایک سو سے زیادہ ہیں۔ ان صحابہ کرام کو '' اصحاب المئتین '' اور '' اصحاب المائۃ '' کہا جاتا ہے۔ ان صحابہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱) حضرت ابوذر غفاریؓ	۲۸۱ احادیث
۲) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۲۷۱
۳) حضرت ابوامامہ الباہلیؓ	۲۵۰
۴) حضرت حدیفہ بن یمانؓ	۲۲۰
۵) حضرت سہل بن سعدؓ	۱۸۸

٦) حضرت عبادہ بن صامت ؓ	۱۸۱
۷) حضرت عمران بن حصین ؓ	۱۸۰
۸) حضرت ابودرداء ؓ	۱۷۹
۹) حضرت ابوقتادہ ؓ	۱۷۰
۱۰) حضرت بریدہ بن حصیب ؓ	۱٦۷
۱۱) حضرت ابی بن کعب ؓ	۱٦۴
۱۲) حضرت معاویہ بن ابوسفیان ؓ	۱٦۳
۱۳) حضرت معاذ بن جبل ؓ	۱۵۵
۱۴) حضرت عثمان بن عفان ؓ	۱۴٦ احادیث
۱۵) حضرت ابوبکر صدیق ؓ	۱۴۲

4) اقلّ الروایۃ صحابہ کرام ؓ

اس طبقہ میں وہ صحابہ کرام ؓ شامل ہیں جن کی مرویاتِ حدیث کی تعداد بیس (۲۰) سے زائد اور سو (۱۰۰) سے کم ہے۔ ان حضرات کو " اصحاب العشرات " کہا جاتا ہے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱) عبداللہ بن ابی اوفی ؓ	۹۵ احادیث
۲) حضرت زید بن خالد ؓ	۸۱
۳) حضرت اسماء بن یزید بن السکن ؓ	۸۱

۴) حضرت کعب بن مالکؓ	۸۰
۵) حضرت بلال بن رباحؓ	۴۴
۶) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ	۳۸
۷) حضرت زبیر بن عوامؓ	۳۶
۸) حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ	۳۵
۹) حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ	۲۵
۱۰) حضرت فضل بن عباسؓ	۲۴
۱۱) حضرت صفوان بن عسّالؓ	۲۰

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ کرامؓ ہیں جن کی روایات اقل القلیل ہیں یعنی اٹھارا، انیس تک۔ ان کے نام اور احوال کتبِ اسماء الرجال میں درج ہیں۔ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

(ابن حزم: أسماء الصحابہ الروایۃ)

مجتہد صحابہ کرامؓ

صحابہ کرامؓ کی کل تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ان میں دس صحابہ کرامؓ کو متفقہ طور پر مجتہد علماء کا درجہ حاصل ہے۔

۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ

۲) حضرت عمر فاروقؓ

۳) حضرت عثمان غنیؓ

۴) حضرت علی المرتضیٰؓ

۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

۶) حضرت زید بن ثابتؓ

۷) حضرت ابی بن کعبؓ

۸) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ

۹) حضرت معاذ بن جبلؓ

۱۰) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

(ذھبی: تذکرہ الحفاظ، سیر أعلام النبلاء)

مفتی صحابہ کرامؓ

علامہ علی بن احمد المعروف ابن حزم اندلسیؒ (متوفی ۴۵۶ھ) نے تحریر کیا ہے کہ منصبِ افتاء پر فائز ایک سوتیس (۱۳۰) صحابہ کرامؓ تھے۔ ان میں صحابہ وصحابیات دونوں شامل ہیں۔ فرویٰ دینے کے اعتبار سے ان کے بھی تین طبقے ہیں۔

کثیر الفتاویٰ صحابہ کرامؓ

ان میں سات صحابہ کرامؓ کے نام آتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱) حضرت عمر بن خطابؓ

۲) حضرت علی بن ابی طالبؓ

۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

۴) حضرت زید بن ثابتؓ

۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ

۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

۷) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ کی الگ الگ ضغیم کتابیں بن جائیں۔

اوسط الفتاویٰ صحابہ کرامؓ

وہ فقہاء صحابہ کرامؓ جن کے فتاویٰ پہلے طبقہ کے فتاویٰ سے کم ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ
۲) ام المومنین حضرت ام سلمہؓ
۳) حضرت انس بن مالکؓ
۴) حضرت ابوسعید خدریؓ
۵) حضرت ابوہریرہؓ
۶) حضرت عثمان بن عفانؓ
۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ
۸) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ
۹) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ
۱۰) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
۱۱) حضرت سلمان فارسیؓ
۱۲) حضرت جابر بن عبداللہؓ
۱۳) حضرت معاذ بن جبلؓ

قلیل الفتاویٰ صحابہ کرامؓ

سو کے قریب ایسے صحابہ کرامؓ ہیں جو بہت کم فتاویٰ دیا کرتے تھے۔ ان میں سے چند معروف مفتیانِ صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱) حضرت ابودرداءؓ

۲) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ

۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ

۴) حضرت ابیٔ بن کعبؓ

۵) حضرت ابوطلحہؓ

۶) حضرت ابوزر غفاریؓ

۸) حضرت سعید بن زیدؓ

۹) حضرت حسین بن علیؓ

۱۰) حضرت ابومسعودؓ

۱۱) حضرت اسامہ بن زیدؓ

۱۲) حضرت جعفر بن ابی طالبؓ

۱۳) حضرت براء بن عازبؓ

۱۴) حضرت قرظہ بن کعبؓ

۱۵) حضرت مقداد بن اسودؓ

۱۶) حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ

۱۷) حضرت اسید بن خضیرؓ

۱۸) حضرت عبداللہ بن انیسؓ

۱۹) حضرت حذیفہ بن یمانؓ

۲۰) حضرت عمار بن یاسرؓ

۲۱) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ

۲۲) حضرت عبداللہ بن سلامؓ

۲۳) حضرت ام المومنین حضرت صفیہؓ

۲۴) ام المومنین حضرت حفصہؓ

۲۵) ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ

جو چار صحابہ کرامؓ کثیر الروایۃ کے منصب پر فائز ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی دس مجتہدین اور فقہاء صحابہ کرامؓ میں شامل نہیں۔ دوسری طرف دس اکابر فقہاء صحابہ کرامؓ حدیث روایت کرنے کے اعتبار سے اوسط الروایۃ اور قلیل الروایۃ میں شمار ہوتے ہیں۔ اتنا واضح فرق ہونے کے باوجود کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجتہدین صحابہ کا شمار محدثین یا حفاظِ حدیث صحابہ میں نہیں ہوتا یا ان کے پاس اتنا ذخیرۂ حدیث نہ تھا۔

(ابن حزم: الاحکام فی اصول الاحکام: ۸۸/۵)

فقہ سیکھنے کے لئے محدثین کا فقہاء سے رجوع

اکابر ائمہ ومحدثین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ صرف محدث بننے سے انسان فقیہہ نہیں بن جاتا بلکہ احادیث میں فہم و تدبر اور فقہ کی صلاحیت پیدا کرنا ایک الگ شعبہ ہے۔ فقیہہ ہونا ایک بہت بھاری ذمہ داری ہے جس کے لئے قرآن وحدیث کا علم اوراس کے احکام کا فہم وادراک دونوں ضروری ہیں۔ عہدِ صحابہ اور بعد کے ہر دور میں لوگوں کے اندر قرآن وحدیث کا فہم وادراک پیدا کرنے کے لئے فقہاء کی خدمات لی جاتی رہی ہیں۔ مختلف علاقوں میں لوگوں کو فقہ سکھانے کی ذمہ داری پر فقہاء کو فائز کیا جاتا رہا ہے۔ فقہاء کا مقام ومرتبہ اتنا بلند ہے کہ اکابر محدثین بھی حدیث کے مضمون کو سمجھنے کے لئے فقہاء کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

بعض محدثین نے کئی کئی سال فقہاء کی خدمت میں رہ کر علم الفقہ سیکھا ہے۔ محدثین کو فقہاء سے حدیث کے معنی اور تشریح سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ محدثین کو احادیث کے حصول اور تحقیقِ رجال میں اپنی محنت کرنی پڑتی ہے کہ ان کے پاس اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ وہ احادیث کے مضامین اور مطالب پر غور وخوض کر سکیں۔ اس لئے اس شعبہ کی ذمہ داری فقہاء کرام نے سنبھالی ہے۔

فقہ حنفی کا سلسلہ

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے استاد جن سے آپ نے فقہ سیکھا امام حماد بن ابی سلیمان ؒ ہیں۔ انہوں نے دین کا علم حدیث اور فقہ حضرت ابراہیم نخعی ؒ سے سیکھا۔ انہوں نے حضرت علقمہ بن قیس نخعی ؒ اور اسود بن یزید نخعی ؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور اور انہوں نے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے علم حاصل کیا۔

اس سلسلہ کے جلیل القدر آئمہ کا مختصر تعارف بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ

نام ونسب:

نام: عبداللہ

کنیت: ابوعبدالرحمٰن

والد کا نام: مسعود

والدہ کا نام: ام عبد

شجرۂ نسب: عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن بن مخزوم بن مساہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے والد زمانہ جاہلیت میں عبد بن حارث کے حلیف تھے۔ (اسد الغابہ: ج ۲ تذکرہ عبد اللہ بن مسعودؓ)

ابتدائی حالات:

بچپن میں آپ بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ آپ کی پہلی درس گاہ تھی جہاں سے آپ نے سادگی، محنت، وفاداری اور سچ بولنے کا عملی سبق سیکھا۔ آپ مکہ مکرمہ کے کافر سردار عقبہ بن معیط کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے۔

مکہ میں جب اسلام کی دعوت کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے فرمایا! تمہیں اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں، پردہ اٹھا کر اندر آجایا کرو اور ہماری خاص باتیں سنو جب تک کہ میں نہ روک دوں۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے خاص خادم اور رازدان صحابی تھے۔ آپ کے ذمہ جو خدمتیں تھیں ان میں رسول اللہ ﷺ کی نعلین اٹھانا، مسواک ساتھ رکھنا، رسول اللہ ﷺ کے لئے وضو کا پانی فراہم کرنا، سفر میں بستر وغیرہ اٹھانا اور خواب سے بیدار کرنا۔

آپ نے کفار کے کافی مظالم برداشت کئے۔ آپ نے حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں حصہ لیا۔ مدینہ منورہ کی ہجرت بھی کی۔ مواخات میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو حضرت معاذ بن جبلؓ کا بھائی بنایا۔ آپ کو مسجد نبوی کے ساتھ ایک

زمین کا ٹکڑا رہائش کے لئے دیا۔ (طبقات ابن سعد)

آپ نے تمام مشہور غزوات میں حصہ لیا۔ غزوہ بدر میں ابو جہل کی داڑھی پکڑ کر کہا تھا کہ ابو جہل تو ہی ہے اور اس کا سر آپ نے کاٹا تھا۔ آپ صحابہ کرامؓ کے حیات میں سے ہی فقیہہ کہلانے لگے تھے۔ آپ بہت خوبصورت انداز میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

حضرت علیؓ نے آپ کے بارے میں فرمایا! ابن مسعودؓ نے قرآن پڑھ کر اس میں جو حلال تھا اس کو حلال کیا اور جو حرام تھا اس کو حرام کیا۔ وہ دین کے فقیہہ ہیں اور سنت کے عالم۔

امام شعبیؒ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں ہمارے استاد ابن مسعودؓ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں۔ آپ ۲۰ھ تا ۳۰ھ کوفہ میں مقیم رہے۔ آپ کا وصال ۳۲ھ میں ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اجتہاد و استنباط کا طریقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے شروع ہوا اور اس کو امام اعظمؒ نے عروج پر پہنچا دیا۔ تقریباً ساڑے بارہ لاکھ مسائل و جزیات کی صورت اور ان کا حل ابواب کی شکل میں مرتب کیا۔

حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ

نام: علقمہ

کنیت: ابوشبلی

آپ مشہور محدث ابراہیم نخعیؒ کے ماموں اور اسود بن یزیدؒ کے چچا تھے۔

سلسلہ نسب: علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی۔

آپ کی پیدائش رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہوگئی تھی۔ آپ نے اکابر صحابہ کرام سے استفادہ حاصل کیا جن میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حدیفہ بن یمانؓ، سلمان فارسیؓ اور دیگر صحابہ کرام شامل تھے۔

آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ علقمہ کا علم میرے علم سے کم نہیں۔

آپ نے ۶۲ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا! آج علم کا سرپرست فوت ہوگیا۔ مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ مجھے آخری وقت میں کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے۔ تاکہ میرے زبان سے آخری کلمہ "**لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ**" نکلے۔ میرے مرنے کی کسی کو خبر نہ دی جائے، دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔ بین کرنے والی عورتوں کو دور رکھا جائے۔ (طبقات ابن سعد: ۶/۵۹)

امامِ اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ میں نے امام حمادؒ کو کہتے سنا کہ جب میں ابراہیم نخعیؒ کو دیکھتا ہوں تو ان کی سیرت اور عادات کو دیکھنے والا ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ ان کی خصلت اور سیرت حضرت علقمہؒ کی طرح ہے۔ جو حضرت علقمہؒ کو دیکھتا تو وہ کہتا کہ ان کی عادت و سیرت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی عادت و سیرت کی طرح ہے۔ اور جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھتا تو وہ کہتا کہ ان کی عادت و سیرت رسول اللہ ﷺ کی عادت و سیرت کی طرح ہے۔

(مسند امام اعظمؒ: ۳۱۰)

حضرت اسود بن یزید نخعیؒ

آپ حضرت علقمہؒ کے بھتیجے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ آپ بہت متقی پرہیزگار اور علم و فضل کے مالک تھے۔ بہت کثرت سے نوافل پڑھنے والے تھے، مکروہ دنوں کے علاوہ سارا سال روزے رکھتے تھے۔ آپ نے اسی حج اور عمرے کئے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں خشک سالی ہوئی تو انہوں نے حضرت اسود بن یزیدؒ کا بازو پکڑ کر ان کے وسیلہ سے دعا کی تو اسی وقت بارش ہوگئی۔

آپ کا انتقال ۷۵ھ میں ہوا۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ

نام: ابراہیم بن یزید نخعیؒ

کنیت: ابوعمران

نسب: ابراہیم بن یزید بن اسود بن عامر بن ربیعہ بن حارثہ بن سعد بن مالک بن نخی نخعی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ عراق کے نامور فقیہہ اور محدث ہیں۔ آپ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے اکثر صحابہ کرامؓ، علقمہؒ، مسروقؒ، اور اسودؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ کے انتقال پر حضرت امام شعبیؒ نے فرمایا! حدیث وفقہ کا سب سے بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔

آپ کا انتقال ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں ہوا۔

امام حماد بن ابی سلیمان الاشعریؒ

یہ بزرگ حضرت علی مرتضٰیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علوم کے وارث ہیں۔

حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ میں بہت اعلٰی مقام حاصل تھا۔ کیونکہ وہ ابراہیم بن ابی موسٰی الاشعری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس نسبتِ ولا کی وجہ سے اشعری کہلائے۔ حضرت حماد بن سلیمانؒ نے تعلیم و تربیت کوفہ میں حاصل کی اور فقہ کا علم ابراہیم نخعیؒ سے حاصل کیا۔ اس لئے وہ ابراہیم نخعیؒ کی رائے سے زیادہ واقف تھے۔ آپ نے ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت حمادؒ علم الفقہ میں ابراہیم نخعیؒ کے شاگرد ہی نہ تھے بلکہ امام شعبیؒ کے علم فقہ کو بھی جانتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ اور امام شعبیؒ نے علم علقمہ بن قیسؒ اور مسروق بن الاجدعؒ سے حاصل کیا اور ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی المرتضٰیؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے براہ راست علم حاصل کیا۔

آپ کوفہ کے عظیم فقیہہ، جلیل القدر محدث اور اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت انس بن مالکؓ، ابراہیم نخعیؒ، سعید بن مسیّبؒ، سعید بن جبیرؒ، زید بن وہبؒ، ابووائلؒ، امام شعبیؒ شامل ہیں۔ امام مسلم اور اصحابِ سُنن نے آپ سے روایات لی ہیں۔ امام یحیٰی بن

معین ؒ ، امام نسائی ؒ ، امام بخاری ؒ ، ابن حبان ؒ اور دیگر بڑے بڑے محدثین اور ناقدین حدیث نے آپ سے حدیث اور فقہ سیکھا ہے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ ، امام اعمش ؒ ، سفیان ثوری ؒ ، امام شعبہ ؒ ، امام عاصم احول ؒ جیسے جلیل القدر فقیہہ و محدث شامل ہیں۔

ان جلیل القدر صحابہ اور ان کے شاگردوں کے فتاویٰ پر فقہ کی عمارت کھڑی ہے۔ امام اعظم ؒ نے اٹھارا سال تک حضرت حماد بن ابی سلیمان ؒ سے علم حاصل کیا۔ امام سیوطی ؒ امام حماد ؒ کا شمار حفاظ حدیث میں کرتے ہیں۔ حافظ عبدالبر ؒ لکھتے ہیں کہ وہ کوفہ کے فقیہہ تھے اور ان کے فتاویٰ مستند ہوتے تھے۔ وہ بیک وقت فقہ اور حدیث دونوں کے ماہر تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اور شیوخ

امامِ اعظمؒ نے چار ہزار مشائخ و اساتذہ سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی جن میں تین سو تابعی تھے۔ آپ اکثر اپنے اساتذہ اور شیوخ کو ہدایہ اور تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ مشہور مشائخ واستاذ کے نام درج ذیل ہیں۔

عطاء بن ابی رباحؒ، علقمہ بن مرثد کوفیؒ، امام محمد باقرؒ، سلمہ بن کہیلؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام شعبیؒ، محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ، ابراہیم بن زیدؒ، اسماعیل بن حمادؒ، اسماعیل بن ابی خالدؒ، اسماعیل بن عبدالملکؒ، ایوب سختیانیؒ، بیان بن بشرؒ، جبلہ بن سحیمؒ، حارث بن عبدالرحمٰنؒ، حسن بن زرادؒ، حسن بن عبیداللہؒ، حسن بصریؒ، حکم بن عتیبہؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، حمیدالاعرجؒ، خالد بن علقمہؒ، ذر بن عبداللہؒ، ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ، زبیدؒ، زیاد بن علاقہؒ، سالم بن عبداللہؒ، سعید بن مسروقؒ، سلمہ بن نبیطؒ، سلیمان بن عبدالرحمٰنؒ، سلمان بن یسارؒ، سماک بن حربؒ، شداد بن عبدالرحمٰنؒ، شیبان بن عبدالرحمٰنؒ، طاؤس بن کیسانؒ، ظریف بن شہابؒ، طلحہ بن نافع واسطیؒ، عاصم بن سلیمانؒ، عاصم بن کلیبؒ، عامر بن ابی موسیٰؒ، عبداللہ بن الاقمرؒ، عبداللہ بن حبیبہؒ، عبداللہ بن دینارؒ، عبدالرحمٰن بن حزمؒ، عبدالرحمٰن بن ہرمزؒ، عبدالعزیز بن رفیعؒ، عبدالکریم بن ابی مخارقؒ، عبدالملک بن عمیرؒ، عثمان بن عاصمؒ، عدی بن ثابتؒ، عطاء بن سائبؒ، عطاء بن یسار ہلالیؒ،

عطیہ بن سعدؒ، عکرمہ بن عبداللہؒ، علی بن الاقمرؒ، علی بن حسن زرادؒ، عمرو بن دینارؒ، عمرو بن عبداللہ ہمدانیؒ، عون بن عبداللہؒ، قاسم بن عبدالرحمٰنؒ، قاسم بن محمدؒ، قاسم بن معنؒ، قتادہ بن دعامہؒ، قیس بن مسلمؒ، محارب بن وثارؒ، محمد بن زبیر حنظلیؒ، محمد بن سائبؒ، محمد بن عیس ہمدانیؒ، محمد بن مسلم تدرسؒ، محمد بن مسلم بن عبیداللہؒ، محمد بن منصورؒ، محمد بن المنکدرؒ، منحول بن راشدؒ، مسلم بن سالمؒ، مسلم بن عمرانؒ، مسلم بن کیسانؒ، معن بن عبدالرحمٰنؒ، مقسم بن بجرہؒ، مکحولؒ، مکی بن ابراہیمؒ، منصور بن معتمرؒ، منہال بن خلیفہؒ، موسیٰ بن ابی عائشہؒ، ناصح بن عبداللہؒ، نافعؒ، وقدانؒ، ہشیم بن حبیبؒ، یحییٰ بن ابی جبّہؒ، یحییٰ بن سعید بن قیسؒ، یحییٰ بن عبداللہؒ، یحییٰ بن عبداللہ الکندیؒ، یزید بن صہیبؒ، یزید بن عبدالرحمٰنؒ، یزید بن طوسیؒ، یونس بن عبداللہؒ، ابواسحاق السبوغیؒ، ابو بردہؒ، ابوبکر بن ابی جہمؒ، ابو حصینؒ، ابو زبیرؒ، ابوسفیان سعدیؒ، ابوسفیانؒ، ابو سوارؒ، ابو عسّالؒ، ابو عمرؒ، ابن شہابؒ، ابو عونؒ، ابو فردہؒ، ابو کثیرؒ، ابوالمالکؒ، ابوالہیثمؒ، ابو یعفورؒ وغیرہ۔

(امام اعظم ابوحنیفہؒ از مفتی عزیز الرحمٰن: ص ۵۹)

ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد ان کے شاگرد حماد بن ابی سلیمانؒ تھے جو فقہ و فتویٰ میں ہر خاص و عام میں مقبول تھے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو اہل علم کو ان کے جانشین کی تلاش ہوئی تو ان کے صاحبزادے اسمٰعیل بن حمادؒ کو ان کی جگہ بٹھا دیا

لیکن کچھ دنوں کے بعد اندازہ ہوا کہ وہ نحو، عربیت، کلام عرب اور اشعار کے عالم ہیں۔ فقہ اور فتویٰ میں ان کو اتنی مہارت نہیں ہے جس کی ان سے توقع تھی۔ اس وقت کے اکابرین نے ابوبکر نہشلیؒ کو حماد بن ابی سلیمانؒ کا جانشین بنانا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد ابو بردہ عتبیؒ سے کہا گیا لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ پھر سب نے متفقہ طور پر امام ابوحنیفہؒ کا انتخاب کیا۔ امام صاحب نے اپنے ساتھیوں کی بات رکھتے ہوئے استاد کے حلقہ میں بحیثیت معلم بیٹھنا منظور کر لیا۔ آپؒ کے علم و فتاویٰ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ دوسرے اہل علم بھی آپؒ کے حلقہ میں شریک ہونے لگے جن میں ابو یوسف، اسد بن عمرو، قاسم بن معن، زفر بن ہذیل اور دوسرے اہل علم شامل تھے۔ کوفہ کی جامع مسجد اتنی پُرکشش ہو گئی کہ امراء و حکام اور اشراف تک جمع ہونے لگے۔

امام صاحبؒ تفقہ فی الدین کی تعلیم دیتے تھے۔ اس حلقہ میں علماء و فضلاء کی بڑی جماعت شریک ہوتی تھی۔ ان میں ہر علم و فن کے ماہر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ وکیع بن جراحؒ نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کسی دینی معاملہ میں غلطی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ان کے درس کی مجلس میں ہر علم و فن کے اہل کمال موجود ہوتے ہیں۔ ابو یوسف، زفر بن ہذیل اور محمد بن حسن جیسے قیاس اور اجتہاد کے ماہر، یحییٰ بن زکریہ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان بن علی، مندل بن علی جیسے حدیث کی معرفت اور حفظ رکھنے والے، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن جیسے لغت و عربیت کے ماہر، داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد و تقویٰ میں کمال رکھنے والے

حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ (سیرت ائمہ اربعہ ص۶۲-۶۰)

خطیب ابوعبداللہ بن خسرو نے ربیع یونس سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابوحنیفہؒ خلیفہ ابوجعفر المنصور کے یہاں حاضر ہوئے اس وقت ان کے پاس عیسیٰ بن موسیٰ بھی موجود تھے۔ انہوں نے منصور سے کہا۔ اے امیر المومنین! آج یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ منصور نے پوچھا! اے نعمان! تم نے علم کس سے حاصل کیا۔ آپؒ نے جواب دیا: عمر بن خطابؓ کے اصحاب، علیؓ کے اصحاب، عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اور عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب سے۔ ابن عباسؓ کے زمانے میں روئے زمین میں ان سے زیادہ عالم کوئی نہیں تھا۔ منصور بولا! واہ واہ شاباش! مجھے تم پر اطمینان ہو گیا جیسا میں چاہتا تھا۔

امام اعظمؒ کا ارشاد ہے کہ جب سے میرے استاد حمادؒ کا انتقال ہوا ہے میں ہر نماز کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور میں نے کبھی ان کے گھر کی طرف اپنے پاؤں نہیں پھیلائے حالانکہ میرے اور ان کے گھر کے درمیان کئی گلیاں ہیں۔ (الخیرات الحسان ص۱۹۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ میں اپنے ہر استاد جس نے مجھے ایک لفظ بھی پڑھایا ہے اور اپنے والد کے لئے استغفار کرتا ہوں۔ اسی طرح اپنے ہر شاگرد کے لئے بھی استغفار کرتا ہوں۔ آپ فرماتے تھے کہ والدین بچہ کو جنم دیتے ہیں مگر استاد اسے علم و فضل کے خزانے دیتے ہیں۔ (مناقب للموفق ص۲۹۵)

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کا مختصر تعارف

عطاء بن ابی رباحؒ

یہ بزرگ احادیثِ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی فقہی رائے کے ماہر تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے مکہ معظّمہ میں عطاء بن ابی رباحؒ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علوم قرآن حاصل کیے۔ حضرت نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ سے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علوم سیکھے۔ آپ نے دوسو صحابہ کرامؓ کی زیارت کی۔ حدیث میں عبداللہ بن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ، اور ام المومنین ام سلمہؓ اور دیگر کئی صحابہ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ امام اوزاعیؒ اور امام زہریؒ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ جب مکہ مکرمہ جاتے تو آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ جب امام شعبہؒ کے درس میں شرکت فرماتے تو امام شعبہؒ آپ پر خصوصی توجہ فرماتے۔ آپ کی ولادت حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی اور وصال ۱۱۵ھ میں ہوا۔

ایک دفعہ عطاء بن رباحؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس طبقہ سے ہے تو امام صاحب نے جواب دیا کہ میں ہر اس طبقے سے تعلق رکھتا ہوں جو سلف صالح یعنی نیک لوگوں پر الزام نہیں لگاتے، تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے بغیر کسی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو حج کے مسائل کو عطاء بن ابی رباحؒ سے زیادہ جانتا ہو۔

زید بن علیؒ

امام ابوحنیفہؒ نے دو سال تک حضرت زید بن علی زین العابدینؒ سے علم حاصل کیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ زید بن علیؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کو دیکھا مگر ان سے زیادہ فقیہہ، زیادہ فصیح و بلیغ اور حاضر جواب کسی کو نہیں پایا۔ امام صاحب نے حضرت زید کی خدمت میں حاضر رہ کر باقاعدہ علم حاصل نہیں کیا بلکہ مختلف ملاقاتوں کے دوران ان سے استفادہ حاصل کرتے تھے۔

امام محمد باقر بن علی زین العابدینؒ

امام محمد باقرؒ زید بن علیؒ کے بھائی تھے اور فقہ اور حدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ امام حسینؓ کے پوتے تھے۔ آپ کا تعلق اہل بیت سے تھا۔ آپ کو وسیع العلم اور کثیر الحدیث کی وجہ سے باقر العلوم کہا جاتا تھا۔ آپ کو سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے کبھی بھی خلفاء ثلاثہ کو نہ برا کہا اور نہ تنقید کی۔ ایک مرتبہ کوفہ میں بعض لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں گستاخی کی تو آپؒ طیش میں آگئے اور افسوس کے ساتھ شدت آمیز لہجہ میں فرمایا!

کیا تمہارا تعلق ان مہاجرین سے تو نہیں جن کو اپنے ملک سے نکالا گیا اور ان کا مال واسباب چھین لیا گیا۔

عراقی نے کہا! نہیں

امام باقرؒ نے کہا! کیا تمہارا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے مہاجرین اور اہل ایمان کو پناہ دی۔

یہ سن کے بھی عراقی نے کہا! نہیں

امام باقرؒ نے پھر کہا! تمہارا تعلق ان لوگوں سے تو نہیں جو ان دونوں گروہوں کے بعد آئے اور اپنے بھائیوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہے۔ جنہوں نے ان پر ایمان میں سبقت حاصل کی اور اس دنیا سے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان سے دور رکھے جو اسلام کا زبانی اقرار کرتے ہیں مگر اہل اسلام سے تعلق نہیں رکھتے۔

امام باقرؒ نے ایک مرتبہ فرمایا! ابوحنیفہؒ کے پاس علم کے خزانے ہیں۔

امام اعظمؒ نے امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ امام باقر بن علیؒ نے فرمایا! حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے جنازے کے پاس گئے، جنازے پر چادر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ میں اس کا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا چاہوں سوائے اس چادر پوش کے (یعنی حضرت عمرؓ کے اعمال نامہ پر حضرت علیؓ کو فخر تھا۔

(سوانح بے بہائے امام اعظم: ص ۱۹۵)

آپ کے ان علمی کمالات کی وجہ سے امام نسائیؒ نے آپ کو مدینہ منورہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے۔ حافظ ذہبیؒ آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔آپ نے جن حضرات سے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، ان کے حضرت زین العابدینؒ اور دیگر جلیل القدر شخصیات شامل ہیں۔

امام باقرؒ کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

امام جعفر صادقؒ

امام جعفر صادقؒ امام باقرؒ کے بیٹے اور امام زین العابدینؒ کے پوتے ہیں۔ آپ بے حد متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ بغیر وضو کے کبھی حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام جعفر صادقؒ ہم عمر تھے۔ امام جعفر صادق کا انتقال امام ابوحنیفہؒ سے دو سال پہلے ہوا۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ میں نے جعفر بن محمد الصادق سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کی مدینہ منورہ میں امام جعفر صادقؒ سے ملاقات ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان سے پوچھا کہ بعض لوگ آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں؟

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا! ربِ کعبہ کی قسم! یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ اے ابوحنیفہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت

فاطمہ الزہراءؓ کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دیا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ام کلثومؓ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ سید الانبیاء ﷺ ہیں اور ان کی نانی سیدہ خدیجہ الکبریٰ ام المومنینؓ ہیں۔ ان کے بھائی حسنؓ اور حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ سیدہ ام کلثومؓ کے اہل نہ ہوتے تو سیدنا حضرت علیؓ کبھی راضی نہ ہوتے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت داؤد طائیؒ طریقت میں حضرت حبیب عجمیؒ کے مجاز اور خلیفہ ہیں اسی طرح امام اعظمؒ بھی امام جعفر صادقؒ کے مجاز اور خلیفہ ہیں۔ آپ نے سلوک و طریقت کے مراحل امام جعفر صادقؒ سے دو سال میں طے کئے۔ آپ کا وصال ۱۴۸ھ میں ہوا۔

(سوانح بے بہائے امام اعظم: ص ۴۱۶)

ابو محمد عبداللہ بن حسنؒ

ابن البزازی بیان کرتے ہیں کہ ابو محمد عبداللہ بن حسنؒ بہت بڑے محدث، سچی احادیث بیان کرنے والے تھے۔ سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ بن حسنؒ علماء کرام کی نظر میں بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔ آپ بہت عبادت گزار تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ ان کا بہت ادب و اکرام کرتے تھے۔ عبداللہ بن حسنؒ ۱۴۵ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ امام ابوحنیفہؒ سے دس سال بڑے تھے۔

امام قاسم بن محمد ؒ

آپ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پوتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک ہیں۔ علم وعمل میں اہل مدینہ میں بہت افضل مانے جاتے تھے۔ آپ حدیث میں اپنے والد محمد بن ابوبکر ؓ، اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، عبداللہ بن مسعود ؓ، عبداللہ بن عمر ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ، ابوہریرہ ؓ، امیر معاویہ ؓ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام شعبی ؒ، سالم بن عبداللہ ؒ، امام زہری ؒ، امام اعظم ابوحنیفہ ؒ، اور بے شمار تابعین اور تبع تابعین شامل ہیں۔ آپ زیادہ تر خاموش رہتے تھے اور احادیث کم روایت کرتے تھے۔ زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔ آپ کا انتقال ۱۰۱ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوا۔

امام شعبی ؒ

امام ابوعمرو عامر بن شرجیل شعبی ؒ حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے پانچ سو صحابہ کرام کا دیدار کیا تھا۔ یہی وہ بزرگ ہستی ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ کو علم دین کی طرف راغب کیا تھا۔ آپ نے جن صحابہ کرام ؓ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت علی المرتضٰی ؓ، حضرت عمران بن حصین ؓ، حضرت جریر بن عبداللہ ؓ، حضرت ابوہریرہ ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ اور ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں۔ اپنے وقت میں امام زہریؒ نے ایک دفعہ فرمایا! عالم صرف چار ہیں۔ مدینہ میں سعید بن مسیّب، بصرہ میں حسن بصری، شام میں مکحول اور کوفہ میں شعبی۔ امام شعبیؒ اعلیٰ درجہ کے فقیہہ اور مفتی تھے۔ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کے سامنے فتویٰ دیا کرتے تھے۔

تابعین میں آپ کا اتنا بلند مقام ہے کہ آپ ''علامة التابعين'' کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرینؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا! امام شعبیؒ کو لازم پکڑو اس لئے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے دیکھا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۶۴)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام شعبیؒ کے پاس سے گزرے تو آپ مغازی کا درس دے رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ ان کا درس سن کر کہنے لگے کہ میں خود ان جنگوں میں شریک رہا ہوں۔ لیکن ان جنگوں کے حالات یہ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۶۶)

امام ذہبیؒ

علامہ حافظ ابوعبداللہ محمد ذہبی شافعی امام ذہبیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ امام اعظمؒ کے بڑے استادوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ بمطابق 748ء میں ہوا۔ آپ نے ''مناقب الامام ابی حنیفہؒ'' کتاب تصنیف کی۔

ابو اسحاق سبیعیؒ

آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، براء بن عازبؓ، نعمان بن بشیرؓ، زید بن ارقمؓ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کرتے تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ آپ اٹھائیس صحابہ کرامؓ سے روایت کرتے تھے۔ استاد علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ ابو اسحاقؒ کے اساتذہ شمار کئے گئے تو ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے جن میں اسّی (۸۰) صحابہ کرامؓ ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۲۹ھ میں ہوا۔

امام شعبہ بن حجاجؒ

آپ کا لقب ''امیر المومنین فی الحدیث'' تھا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں کوئی حدیث کو پہچاننے والا نہ ہوتا۔ امام شعبہؒ اپنے شاگرد ابوحنیفہؒ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا! جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح مجھے یقین ہے کہ علم اور ابوحنیفہؒ ساتھی اور ہم نشین ہیں۔

امام بخاریؒ کے استاد یحیٰی بن معینؒ نے فرمایا! امام ابوحنیفہؒ کے ثقہ ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ انہیں امام شعبہؒ نے حدیث روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ امام شعبہؒ عراق کے پہلے محدث ہیں جنہوں نے جرح وتعدیل

کے مراتب مقرر کئے۔ بصرہ کے شیوخ جن سے امام نے احادیث روایت کی ہیں ان میں عبدالکریم بن امیہ اور عاصم بن سلیمان الاحول زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا۔

عکرمہ بن عبداللہؒ

آپ عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام اور شاگرد تھے۔ عکرمہؒ نے عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت علی مرتضیٰؓ، ابو ہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایات کی ہیں۔ سترّ (۷۰) مشہور تابعین حدیث اور تفسیر میں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے چالیس سال علم حاصل کرنے میں خرچ کئے۔ یہاں تک کہ آپ اتنے بڑے عالم بن گئے تھے کہ آپ عبداللہ بن عباسؓ کی موجودگی میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عکرمہ بصرہ تشریف لے جاتے تو امام التابعین حضرت خواجہ حسن بصریؒ ان کے احترام میں ان کے سامنے تفسیر وفتویٰ دینا بند کر دیتے تھے۔ آپ سے جن بزرگ ہستیوں نے علم حاصل کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ، امام ایوب سختیانیؒ اور امام عاصم احولؒ شامل ہیں۔

آپ کا وصال ۱۰۷ھ میں ہوا۔

سلمہ بن کہیلؒ

آپ مشہور محدث اور تابعی ہیں۔ آپ نے جندب بن عبد اللہ ؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، ابو طفیلؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ کوفہ میں چار لوگ احادیث روایت کرنے میں سب سے زیادہ معتبر مانے جاتے تھے۔ منصور بن معتمرؒ، عمرو بن مرہؒ، ابو حصینؒ اور سلمہ بن کہیلؒ۔

محارب بن وثارؒ

آپ جابر بن عبد اللہ ؓ، عبداللہ بن عمرؓ، اور دیگر صحابہ کرام ؓ سے احادیث روایت کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ آپ نہایت متقی و پرہیز گار تھے۔ آپ کوفہ میں قاضی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے تھے کہ میں نے کسی زاہد کو نہیں دیکھا جسے میں محارثؒ پر ترجیح دوں۔ علامہ ذہبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ یحییٰ بن معینؒ، ابوزرعہؒ، دار قطنیؒ، ابو حاتمؒ، یعقوب بن سفیانؒ اور امام نسائیؒ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ آپ کوفہ میں قاضی کے منصب پر بھی فائز رہے۔ آپ کی وفات ۱۱۶ھ میں ہوئی۔

حضرت قتادہ بن دعامہؒ

آپ بصرہ کے مشہور محدث اور تابعی ہیں۔ بے پناہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرخسؒ، حضرت صفیہ بنت شیبہؒ اور ابوطفیلؓ سے احادیث روایت کرتے تھے۔ امام اعظمؒ نے ان سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ عمرو بن عبداللہ نے فرمایا کہ آپ مدینہ میں سعید بن مسیّبؓ سے فقہ اور حدیث پڑھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے بصرہ میں ان سے حدیث کا سماع کیا۔

آپ کا انتقال ۱۰۷ھ میں ہوا۔ ایک دوسری روایت میں ۱۱۸ھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم

سماک بن حربؒ

آپ جلیل القدر تابعی اور محدث ہیں۔ آپ کو اسی (۸۰) صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپ سے دوسو احادیث مروی ہیں۔ آپ بہت تحقیق کر کے حدیث روایت کرتے تھے۔ آپ نے جابر بن سمرہؓ، نعمان بن بشیرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۲۳ھ میں ہوا۔

ہشام بن عروہؒ

آپ بہت مشہور محدث اور تابعہ ہیں۔ آپ حضرت زبیر بن عوامؓ کے پوتے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے بھتیجے ہیں۔ آپ کثیر الحدیث اور ثقہ محدث ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ وغیرہ آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ حضرت ہشامؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زیارت کی تھی انہوں نے آپ کے سر پر ہاتھ پھرا تھا اور آپ کو دعا دی تھی۔ ان کے علاوہ آپ نے حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی بھی زیارت کی تھی۔ آپ نے اپنے والد اور چچا سے احادیث کا سماع کیا ہے۔

امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عروہؒ ثقہ، ثبت (پختہ)، کثیر الحدیث اور حجۃ الحدیث تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ''امام فی الحدیث'' تھے۔

امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے محدث اور فقیہہ ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ سرفہرست ہیں۔

عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ کے انتقال ۱۴۶ھ میں ہوا اور خلیفہ منصور نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

سلیمان بن مہرانؒ (امام اعمشؒ)

آپ امام اعمشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ نے حضرت انس بن مالکؓ اور عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، شعبہ بن حجاجؒ، سفیان بن عیینہؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، فضیل بن عیاضؒ اور دیگر مشہور لوگ شامل ہیں۔ آپ نے ساری زندگی کبھی کسی امیر یا بادشاہ کا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ آپ کا وصال ۱۴۸ھ میں ہوا۔

سلیمان بن یسارؒ

آپ ام المومنین حضرت سیدہ میمونہؓ کے آزاد کردہ ہیں۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے نامور فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ تابعین کی جماعت میں نہایت عابد و زاہد اور کامل فقیہہ سمجھے جاتے تھے۔

آپ کا انتقال ۱۰۷ھ میں ہوا۔

سالم بن عبداللہؒ

آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے تھے۔ مدینہ منورہ کے مشہور فقیہہ تھے۔ آپ نے اپنے والد سے، حضرت ابوہریرہؓ اور ابورافعؓ سے دینی علم

حاصل کیا۔ تابعین کی جماعت میں آپ کا نمایاں مقام تھا۔ آپ اپنے زمانے کے صلحاء و عابدین میں بے مثال اور زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں بہت اونچے مقام پر تھے۔ آپ کا انتقال ۱۰۶ھ میں ہوا۔

امام عمرو بن دینار مکیؒ

آپ ایک جلیل القدر تابعی اور مکہ مکرمہ کے مشہور آئمہ حدیث میں سے ہیں۔ آپ حرم میں درس حدیث دیتے تھے اس لئے ''عالم الحرم'' کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت بجالہ بن عبداللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے علم الحدیث سیکھا اور احادیث یاد کیں۔ امام ذہبیؒ ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ امام عمرو بن دینارؒ سے امام شعبہؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام حماد بن زیدؒ اور امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابومحمد حارثیؒ نے فرمایا کہ امام عمرو بن دینارؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہونے کے باوجود ان سے حدیث روایت کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں عظمتِ شان کی دلیل ہے۔

آپ کا وصال ۱۲۶ھ میں ہوا۔

(عقود الجمان: ص ۱۸۳)

امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ

امام زہریؒ نے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کہنے پر علم حدیث کی تدوین کی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن شہابؒ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو سب سے بڑا حافظ حدیث قرار دیا۔ انہوں نے ۸۰ دنوں میں پورا قرآن حفظ کرلیا تھا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے بیٹے کے لئے کچھ احادیث لکھوانے کی درخوست کی۔ آپ نے ان کو چارسو احادیث زبانی لکھوادیں۔ ایک ماہ بعد پھر ان کی خلیفہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے کہا کہ آپ نے میرے بیٹے کو جو چارسو احادیث لکھوائیں تھیں وہ کتاب کہیں گم ہوگئی۔ آپ اسے وہی احادیث دوبارہ لکھوا سکتے ہیں۔ آپ نے دوباہ وہی چارسو احادیث پھر سے املاء کروادیں جوان کی پہلی تحریر سے ذرابرابر بھی فرق نہیں تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ:ص۸۳)

امام زہریؒ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ کو جن صحابہ کرامؓ سے احادیث سننے کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت سائب بن یزیدؓ، حضرت ابوامامہؓ شامل ہیں۔ آپ سے احادیث سننے والوں میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت یحیٰ بن سعید انصاریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ شامل ہیں۔ امام زہری کی وفات ۱۲۴ھ میں ہوئی۔

امام نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ

یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اس وجہ سے مولیٰ ابن عمر کہلاتے تھے۔ یہ ابن عمرؓ کے مایہ ناز شاگردوں میں شامل تھے۔ ابن عمرؓ ان کی اتنی عزت کرتے تھے کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نافع کی وجہ سے ہم پر احسان کیا ہے۔ امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال ابن عمرؓ کی خدمت میں رہا اور ان سے علم حاصل کرتا رہا۔

ایک شخص نے ابن عمر کو مجھے خریدنے کے لئے تیس ہزار درہم کی پیشکش کی لیکن انہوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ مجھ سے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ یہ دراہم مجھے فتنہ میں نہ ڈال دیں اور میں کہیں تمہیں بیچ نہ ڈالوں۔ اس لئے آج سے تم آزاد ہو۔ میں نے تمہیں آزاد کیا۔ حضرت نافعؒ نے جن صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں ابن عمرؓ کے علاوہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابولبابہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں جن تیرہ بزرگوں سے احادیث سیکھی تھیں ان میں امام نافعؒ بھی شامل ہیں۔

(مناقب ابی حنیفہؒ للذہبیؒ)

آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔

امام اعظم اپنے استاد کی نظر میں:

امام حمادؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کی عادت تھی کہ محفل میں آتے تو نہایت خاموش بیٹھے رہتے، اپنے وقار اور آدابِ مجلس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہم ان کی نشست و برخاست کو بھی علمی تربیت کا حصہ سمجھتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ مشکل سوال کرنے لگے۔ بعض اوقات مجھے ان کے حل کرنے میں دقّت محسوس ہوتی اور مجھے خوف ہوتا کہ اگر ان کے سوالات کا تسلی بخش جواب نہ دیا تو وہ مایوس نہ ہو جائیں۔ پھر ایک وقت آیا کہ سارے کوفہ کے لوگوں میں ان کی شناخت ایک فقیہ کی حیثیت سے ہونے لگی۔ وہ بڑے ذہین اور جلدی سمجھ جانے والے طالب علموں میں سے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ یہ عالم اسلام میں اہل علم وفضل میں نمایاں نام کمائیں گے اور گمراہی کی تاریکیوں میں ایک روشن چراغ ہوں گے۔ (مناقب للموفق)

امام اعظمؒ نے اپنے شیوخ سے کون سا علم سیکھا

امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کے ''امام الائمۃ فی الحدیث''ہونے کا اندازہ آپ کے شیوخ کے احوال سے ہوتا ہے کہ آپ نے علم الحدیث کن شیوخ سے حاصل کیا۔ کتنے اساتذہ کے سامنے باقاعدہ بیٹھ کر تعلیم حاصل کی ہے۔ امام اعظمؒ کے شیوخ کے ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انہوں نے علم الفقہ کی تعلیم لی ہوگی۔ کیونکہ علم الفقہ امام اعظمؒ سے پہلے بطور فن موجود ہی نہ تھا۔ یہ امام اعظمؒ ہی ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث سے مسائل و احکام استنباط کر کے پہلی بار فقہ کی تدوین کی اور علم الفقہ کے طور پر امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔ لہٰذا علم الفقہ کے اصول وضع کرنے والے اور شریعتِ محمدی ﷺ کو فقہی ابواب کے مطابق تشکیل و ترتیب دینے والے امام ابوحنیفہؒ خود ہیں۔ امام مالکؒ نے ''الموطاء'' میں آپ کے مرتب کردہ فقہی ابواب کا اسلوب اختیار کرنے میں آپ کی پیروی کی اور بعد کے آنے والے آئمہ اسی ابواب کی ترتیب کے مطابق اپنی حدیث اور فقہ کی کتابیں ترتیب و تدوین کرتے رہے۔

امام خوارزمیؒ (متوفی ۶۶۵ھ) اپنی کتاب ''جامع المسانید'' میں تحریر فرماتے ہیں!

'' امام ابوحنیفہؒ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علمِ شریعت کو مدّون کیا اور اس کے ابواب کی ترتیب کی پھر امام مالکؒ نے اپنی'' الموطاء'' میں

اسی ترتیب کی پیروی کی۔ امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کسی نے ایسا کام نہیں کیا کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے علم شریعت میں ابواب کی ترتیب اور کتاب میں محفوظ کرنے کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ وہ سب لوگ صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔"

امام ابن حجر مکی ہیثمی شافعیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) "الخیرات الحسان" میں تحریر فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے علم الفقہ کو مدوّن کیا۔ اس کو ابواب و کتب میں ترتیب دیا جیسا کہ آج تک چل رہا ہے۔ امام مالکؒ نے الموطاء میں اسی ترتیب کی پیروی کی۔ جبکہ آپ سے پہلے لوگ صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے "کتاب الفرائض اور کتاب الشروط" تحریر فرمائی۔

یہی حقیقت ہے کہ آپ سے پہلے فقہ کی کوئی کتاب ہی نہیں تھی۔ اس لئے یہ سوچنا کہ آپ نے اپنے اساتذہ سے علم الفقہ پڑھا ہوگا ایک فکری مغالطہ ہے۔

دینِ اسلام میں جتنے علوم اصلیہ ہیں وہ سب پہلی صدی ہجری میں صرف اور صرف بصورت حدیث پڑھے جاتے تھے۔ اس دور میں فقہ کے مسائل، علم الاحکام، علم الشریعت احادیث کی شکل میں پڑھائے جاتے تھے۔ مفسرین کا دور شروع ہونے سے پہلے قرآن کی تفسیر بھی حدیث کی شکل میں پڑھائی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ عبادات و ریاضات، تصوف و روحانیت اور زہد و تقویٰ کے لئے بھی احادیث پڑھائی جاتی تھیں۔ اگر اس دور میں حالات کے مطابق یہ ذکر ملے کہ

امام ابوحنیفہؒ نے فلاں سے علم سیکھا یا پڑھا تو وہ یقیناً علم الحدیث وعلم القرآن تھا۔

امام اعظمؒ کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ ان کو صرف سترہ (۱۷) احادیث آتی تھیں یا آپ کے پاس احادیث کا بہت قلیل ذخیرہ تھا۔ حاسدین و مخالفین کی طرف سے اس بے سروپا الزام کو ذہن میں رکھ کر ان کی پوری فقہی اور دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ امام صاحب کے چار ہزار اساتذ و شیوخ کا ذکر ملتا ہے جن میں تین سو تابعی تھے۔ مخالفین یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ثابت کریں کہ وہ کتنے کند ذہن تھے کہ اتنے اساتذہ سے کچھ نہ سیکھ سکے۔ اس میں ان اساتذہ کی بھی توہین ہوتی ہے کہ اتنے بڑے بڑے نام کے باوجود اپنے شاگردوں کو کچھ نہ سکھا سکے۔

آئمہ فقہ اور صحاح ستہ کے شیوخ کی تعداد

پہلے ان آئمہ کرام کے شیوخ کی تعداد کا ذکر کریں گے جنہیں حدیث و فقہ میں امام سمجھا جاتا ہے۔ اس سے امام اعظمؒ کا بلند مقام کا خود بخود تعین ہو جائے گا۔

۱) امام زرقانیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے شیوخ اور اساتذہ کی تعداد نوسو (۹۰۰) سے زیادہ ہے۔ (زرقانی: شرح الموطاء: ۲/۱)

۲) امام ذہبیؒ کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ نے ''المسند'' میں اپنے دوسواسی (۲۸۰) شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔

(ذہبی: سیر أعلام النبلاء: ۱۸۱/۱۱)

۳) امام بخاریؒ نے خود بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار اسی (۱۰۸۰) شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔

(ھبۃ اللہ لا لکائی، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ: ۸/۲)

(عسقلانی: مقدمہ فتح الباری: ۶۴۲) (قسطلانی: ارشاد الساری: ۳۲/۱)

۴) امام ذہبیؒ نے امام مسلمؒ کے ان شیوخ اور اساتذہ کی تعداد جن سے انہوں نے صحیح مسلم میں روایات لی ہیں دوسو بیس (۲۲۰) بتائی ہے۔

(ذہبی: سیر أعلام النبلاء: ۵۶۱/۱۲)

۵) امام ترمذیؒ کے دوسو اکیس (۲۲۱) شیوخ و اساتذہ ہیں۔

۶) امام عسقلانیؒ نے امام ابو داؤدؒ کے شیوخ کی تعداد تین سو (۳۰۰) بیان کی ہے۔ (عسقلانی: تہذیب التھذیب: ۱۵۱/۴)

۷) امام ذہبیؒ نے امام نسائیؒ کے ستّر (۷۰) اساتذہ وشیوخ کے نام لکھے ہیں۔ آپ کی دوسری تمام کتابوں کی احادیث میں شمار کیا جائے تو آپ کے چارسو پچاس (۴۵۰) اساتذہ ومشائخ کی تعداد بنتی ہے۔

(ذہبی: سیر أعلام النبلاء: ۱۴/۱۲۵)

۸) امام ذہبیؒ نے امام ابن ماجہؒ کے تیس (۳۰) شیوخ کا ذکر کیا ہے لیکن لکھا ہے کہ صحیح تعداد کا علم نہ ہوسکا۔ (ذہبی: سیر أعلام النبلاء: ۱۳/۲۷۷)

علم الحدیث میں امام اعظمؒ کے شیوخ کی تعداد

۱) امام محمد بن یوسف الصالحی الشامیؒ (متوفی ۹۴۲ھ) نے امام ابوحفصؒ کے حوالے سے امام اعظمؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔

(صالحی: عقود الجمان: ۶۳)

۲) امام ابن حجر مکی الشافعیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) نے امام اعظمؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بیان کی ہے۔ (ابن حجر: الخیرات الحسان: ۳۶)

امام اعظمؒ کے مشہور شاگرد

بے شمار علماء کرام نے امامِ اعظم سے علمی فیض حاصل کیا۔ ان میں مشہور شاگرد یہ ہیں جنہوں نے شیخ کے مسلک کے مطابق درس و تدریس کا سلسلہ قائم کرتے ہوئے ہزاروں علماء پیدا کئے۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے ''سیرۃ النعمان'' میں لکھا ہے کہ امامِ اعظم کا درس و تدریس کا دائرہ اتنا وسیع تھا کہ خلیفہ وقت کی حدود حکومت اس سے زیادہ وسیع نہ تھی۔ حافظ ابوالمحاسن الشافعیؒ نے نوسو اٹھارہ اشخاص کے نام ان کے نسب کے ساتھ لکھے ہیں جن میں چند یہ ہیں۔ قاضی ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شعبانیؒ، زفر بن ہذیلؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، وکیع بن جراحؒ، قاضی عافیہ بن یزید اودیؒ، نوح بن دراجؒ اور داؤد الطائی وغیرہ۔

ان کے علاوہ بھی مشہور ہستیاں ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ سے علمی استفادہ حاصل کیا ان میں سے چند نام یہ ہیں:

فقہ میں حماد بن امام ابوحنیفہؒ، نوح بن ابی مریم معروف نوح الجامعؒ، ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخیؒ، حسن بن زیاد اللؤلؤیؒ، اسد بن عمرؒ نے آپ سے علم حاصل کرنے کی سعادت پائی۔

صیمریؒ نے امام صاحب کے پوتے حضرت اسماعیل بن حمادؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام اعظمؒ نے فرمایا! میرے اکتیس (۳۱) شاگردوں میں

سے اٹھائیس (۲۸) قاضی بن سکتے ہیں۔ چھ مفتی بن سکتے ہیں۔ دو یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ دونوں گروہوں کے استاد و مربی بن سکتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے چند شاگردوں کا مختصر تعارف:

قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ:

آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری تھا۔ آپ کوفہ میں ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نشونما غریب گھرانے میں ہوئی۔ آپ مجبور تھے کہ کچھ کمائیں لیکن اس کے باوجود علم پڑھنے اور علماء کے حلقہ میں بیٹھنے کا شوق تھا۔ آپ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ کہا گیا کہ آپ نو سال ابن ابی لیلیٰ کے حلقہ سے وابستہ رہے۔ اتفاق سے آپ کسی نکاح کی تقریب میں شریک ہوئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی اس مجلس میں تھے۔ نکاح کے بعد کچھ چھوارے نچھاور کئے گئے۔ ابو یوسف نے بھی ان میں سے کچھ اٹھا لئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ کو ان کا یہ فعل ناپسند ہوا۔ انہوں نے ابو یوسف سے سخت لہجے میں کہا "کیا تم کو خبر نہیں کہ یہ ناجائز ہے۔" یہ سن کر ابو یوسف امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک نکاح کی تقریب میں شریک ہوئے۔ نکاح کے بعد صاحبِ خانہ نے چھوارے اچھالے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی چھوارے اٹھائے اور فرمایا! "اِنْتَهَبُوا" لوٹو۔ (سوانح امام اعظم ابوحنیفہؒ: ص ۱۵۱)

اس واقعہ کے بعد ابو یوسف امام اعظمؒ کے حلقہ سے وابستہ ہو گئے۔ امام صاحب کو ان کی تنگدستی کا اور علم حاصل کرنے کا شوق معلوم ہوا تو فرمایا! تم اطمینان سے علم حاصل کرو اور خود ان کے اخراجات کے کفیل بن گئے۔ امام اعظمؒ کے پاس رہتے ہوئے امام ابو یوسفؒ فقہ میں درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ محدثین کبار سے احادیث سنتے اور یاد کرتے تھے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف فقیہ عالم تھے اور حدیث کے حافظ تھے۔ کہا گیا ہے کہ وہ حدیث کے حفظ کرنے میں مشہور تھے۔ پچاس ساٹھ حدیثیں سنتے اور پھر کھڑے ہو کر لوگوں کو لکھا دیتے تھے۔ وہ کثیر الحدیث تھے یعنی کثرت سے حدیثیں جاننے والے۔

امام ابو یوسفؒ کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔

قاضی ابو یوسفؒ تین خلفاء کے عہد میں قاضی رہے۔ خلیفہ مہدی، خلیفہ ہادی اور خلیفہ ہارون رشید۔ آپ ۱۶۶ھ میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ علامہ ابن البرؒ تحریر فرماتے ہیں! ہارون رشید ان کا بہت احترام کرتا تھا اور ان کو بہت نصیب والا سمجھتا تھا کیونکہ قاضی ابو یوسفؒ قاضی تھے اور ایسے فقیہ تھے جن کی ہر رائے غالب تھی۔

آپ امام ابو حنیفہؒ کے سب سے بڑے حافظ حدیث کہلاتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں بہت سے مشہور آئمہ کرام شامل ہیں مثلاً ابو اسحاق شیبانیؒ، سلیمان تیمیؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، سلمان الاعمشؒ، ہشام بن عروہؒ،

عطاء بن سائبؒ، حسن بن دینارؒ، لیث بن سعدؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔

امام ابو یوسفؒ کی کتابیں:

۱) کتاب فی الاصول
۲) کتاب الامالی
۳) کتاب الصلوٰۃ
۴) کتاب الزکوٰۃ
۵) کتاب الصیام
۶) کتاب الفرائض
۷) کتاب البیوع
۸) کتاب الحدود
۹) کتاب الوکالۃ
۱۰) کتاب الوصایا
۱۱) کتاب العید والذبائح
۱۲) کتاب الغضب والاستبراء
۱۳) کتاب الاختلاف الامصاد
۱۴) کتاب الرد علی مالک بن انس
۱۵) رسالۃ فی الخراج

۱۶) کتاب الجوامع (یہ کتاب یحییٰ بن خالد کے لئے لکھی اس میں چالیس کتابیں ہیں اس کی روایت قاضی بشر بن ولید نے کی۔

۱۷) کتاب الامالی (اس میں چھتیس کتابیں ہیں اس کی روایت بھی قاضی بشر بن ولید نے کی)

(ماخوذ از ابن ندیم)

ان کتابوں کے علاوہ اور کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔

۱) آراء ابی حنیفہ والدفاع عنہا

۲) کتاب الآثار

۳) اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ

۴) الرد سیر الأوزاعی

امام محمد بن حسن شیبانیؒ:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور شیبانی کی نسبت ولأ سے تھی۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ عمر ستاون سال پائی۔

امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد فقہ امام ابویوسفؒ سے اور حدیث سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ اور مسعر بن کدامؒ سے حاصل کی۔ ہارون رشید کے

دور میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ لغت اور ادب میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کی زبان شیریں اور بیان عمدہ ہوتا تھا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا شاہی دربار کے ساتھ تھا لیکن پھر بھی آپ اپنی انفرادیت قائم رکھتے تھے۔ خوش لباس تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن حسنؒ آنکھوں اور دل میں بس جاتے تھے۔ آپ لوگوں میں خوب فصیح تھے، جب آپ بات کرتے تھے تو سننے والا سمجھتا تھا کہ قرآن مجید ان کی بولی میں نازل ہوا ہے۔

علامہ عبدالحئیؒ لکھنویؒ فرماتے ہیں! امام محمدؒ نے ہی امام ابوحنیفہؒ کا علم ساری دنیا میں پھیلایا۔ بے شک امام ابوحنیفہؒ کا علم آپ کی تصانیف کے ذریعہ ظاہر ہوا ہے۔

آپ کو علم حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا کہ آپ کے والد کی طرف سے تیس ہزار درہم میراث میں ملا۔ نصف رقم علم نحو، عربی زبان و ادب کے حصول میں خرچ کر دی اور نصف رقم حدیث وفقہ کے علوم حاصل کرنے میں خرچ ہو گئی۔ آپ نے ایک ہفتہ میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آپ نے علوم حاصل کرنے کے بعد جب اپنا حلقہ درس بنایا تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعیؒ، ابوحفص کبیرؒ، خلف بن ایوبؒ، قاسم بن سلامؒ، عیسیٰ بن ابانؒ، زیادہ مشہور ہیں۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں خلیفہ کی آمد ہوئی، سب لوگ کھڑے ہو گئے لیکن امام محمدؒ بیٹھے رہے۔ پھر داخلے کی

اجازت ہوئی اور امام محمدؒ کے لئے آواز لگی۔ اس آواز سے امام محمدؒ کے رفقاء پریشان ہو گئے۔ جب امام محمدؒ بادشاہ سے مل کر باہر تشریف لائے تو لوگوں نے کیفیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا! بادشاہ نے کہا کہ کیا بات تھی کہ تم کھڑے نہیں ہوئے۔ آپ نے کہا! آپ نے (اے خلیفہ) مجھ کو اہل علم کی صف میں کیا ہے لہٰذا میں نے خادموں کی صف سے اپنے آپ کو الگ رکھا ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ میں ایسی خوبیاں اور کمالات جمع ہوئے جو آپ کے استاد امام ابو یوسفؒ کے سوا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے کسی اصحاب میں جمع نہیں ہوئے۔ قاضی بن جانے سے آپ کے علم میں بہت ترقی ہوئی۔ آپ نے حجازی فقہ پوری طرح امام مالکؒ سے، شامی فقہ امام اوزاعیؒ سے حاصل کیا۔ آپ نے حساب اور مختلف علوم میں اچھی دسترس حاصل کر لی تھی۔ علم کے بیان پر قادر تھے۔ قضاء کی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا میلان تصنیف و تدوین کی طرف ہوا تو فقہ کی کتاب مرتب کی۔ آپ نے نوسو سے زیادہ دینی کتب تصنیف کیں۔ آپ نے امام مالکؒ کی کتاب موطاء کی تدوین کی۔

امام محمدؒ کی مشہور تصانیف:

1۔ کتب ظاہر الروایہ

۱) المبسوط

۲) الزیادات

۳) جامع الکبیر

۴) جامع الصغیر

۵) السیر الصغیر

ان کے علاوہ کتب:

2۔ کتاب الآثار

3۔ کتاب الرد علیٰ اہل المدینہ

۱۔ کیسانیات

۲۔ ہارونیات

۳۔ جرجانیات

۴۔ رقیات

۵۔ زیادۃ الزیادات

محقق علامہ ابن امیر الحاج الحلبی نے شرح منیہ کے باب التسمیع میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے اکثر کتابیں امام ابو یوسف کو سنائی ہیں۔ لیکن جن کتابوں کے نام کے ساتھ الکبیر لگا ہوا ہے دراصل وہ امام محمدؒ کی ہی تصانیف ہیں جیسے المضاربۃ الکبیر، المزارعۃ الکبیر، الجامع الکبیر، السیر الکبیر وغیرہ۔

امام زفر بن ھذیلؒ

آپ ۱۱۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے درس کے حلقہ میں سب سے آگے بیٹھتے تھے۔ آپ حدیث میں امامت اور فقہ میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ کے والد عرب اور والدہ فارسیہ تھیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۴۸ سال تھی۔ آپ کو قیاس کا بڑا ملکہ حاصل تھا۔ امام اعظمؒ کی زندگی میں ہی بصرہ کے قاضی کے عہدے پر فائز ہو گئے تھے۔

امام زفرؒ قاضی کی حیثیت سے بصرہ میں تشریف لائے تو وہاں کے اہل علم امام زفرؒ کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ہر روز فقہ کے متعلق آپ سے بحث و مباحثہ کرتے۔ امام زفرؒ ان کے سوالات کے جوابات دیتے اور وہ مطمئن ہوتے تو امام زفرؒ فرماتے کہ یہ میرا قول نہیں ہے بلکہ میرے استاد امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اہل بصرہ حیرت سے کہتے کہ امام ابوحنیفہؒ اتنی درست بات بھی کہہ سکتے تھے۔ (کیونکہ بصرہ میں امام اعظم کو بہت بدنام کیا ہوا تھا)۔ امام زفرؒ کی باتوں کی وجہ سے اہل بصرہ کو امام اعظمؒ سے جو نفرت تھی وہ کم ہوئی بلکہ لوگ ان سے محبت اور احترام کرنے لگے۔

امام صمیریؒ نے بیان کیا ہے کہ امام زفرؒ کی جب شادی ہوئی تو آپ کی تقریب نکاح میں امام ابوحنیفہؒ بھی شریک تھے۔ امام زفرؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ امام اعظمؒ نے خطبہ نکاح میں امام زفرؒ کو ان الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا!

"یہ زفر بن ہذیل ہیں جو آئمہ اسلام میں ایک امام ہیں، اوراپنے حسب نسب، شرافت اور علم کی وجہ سے دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔"

امام زفرؒ زہدوتقویٰ میں بے مثال تھے۔ آپ کو دومرتبہ قاضی بننے پر مجبور کیا گیا لیکن آپ نے اپنے استاد کی پیروی کرتے ہوئے دونوں دفعہ انکار کر دیا اور روپوش ہو گئے۔ حکمران نے غصہ میں آ کر آپ کا مکان گرا دیا۔ علم القرآن، معرفتِ حدیث، فن رجال، کے علاوہ قیاس واستنباط میں آپ کو حد درجہ مہارت حاصل تھی۔ آپ کا اپنے اصحاب کے مقابلہ میں جلدی انتقال ہو گیا۔ آپ زیادہ تصنیف وتالیف کا کام نہیں کر سکے۔ آپ امام اعظمؒ کے وصال کے بعد ان کی جگہ تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امام زفرؒ فرماتے تھے! ہمارے مخالفین کے قول کی طرف مت توجہ دو۔ بے شک امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کسی بھی مسئلہ میں قرآن کریم، سنت رسول اللہ ﷺ اور اقوالِ صحابہؓ کو نہیں چھوڑتے۔ ہاں! اگر ان تینوں میں سے کسی میں بھی دلیل نہ ملے تو پھر یہ لوگ قیاس کرتے ہیں۔

امام زفرؒ کا زمانہ طالب علمی تین ادوار پر مشتمل ہے۔

پہلے دور میں انہوں نے قرآن حفظ کیا اس کے بعد قرأت اور تفسیر قرآن میں مہارت حاصل کی۔

دوسرے دور میں حدیث کا کا علم نامور محدث تابعین سے حاصل کیا اور اس میں درجہ کمال حاصل کیا۔

تیسرے دور میں آپ امام صاحب کی خدمت میں فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ؒ کے انتقال کے بعد آپ ہی ان کے جانشین بنے اور ان کی مسند پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ ان کے بعد یہ سعادت امام ابویوسف ؒ کے حصہ میں آئی۔

آپ کا انتقال ۱۵۸ھ میں ہوا۔

قاسم بن معن ؒ

مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے پوتے ہیں۔ فقہ پر مکمل عبور حاصل تھا اور عربیت و ادب میں آپ کی مثال نہیں تھی۔ امام محمد ؒ اپنی کتابوں میں آپ کے نام اور کنیت دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ قاضی شریک بن عبداللہ کے بعد کوفہ کے قاضی بنے لیکن آپ معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

علم حدیث میں صحاح ستہ کے مصنفین نے آپ سے روایات بیان کی ہیں۔ آپ بہت بڑے محدث تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ فقہ اور عربیت دونوں کے امام ہیں۔ ان دونوں علموں میں وسیع کون سا علم ہے۔ آپ نے فرمایا! واللہ! ابوحنیفہ ؒ کی ایک تحریر کل عربیت پر بھاری ہے۔ (سیرۃ النعمان: ص ۲۳۰)

آپ کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی۔

امام عافیہ بن یزیدؒ

آپ بہت بڑے محدث تھے۔ امام نسائیؒ، امام ابوداؤدؒ، اور یحییٰ بن معینؒ وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ آپ بغداد کے قاضی کے منصب پر بھی فائز رہے۔ آپ بہت عبادت گزار، عابد وزاہد عالم تھے۔ آپ کا شمار امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آپ امام صاحبؒ کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ امام صاحبؒ آپ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ آپ کی رائے کے بغیر کوئی مسئلہ دستوری کتاب میں تحریر نہیں کیا جاتا تھا۔

صمیریؒ نے اسحاق بن ابراہیمؒ سے روایت کی ہے کہ ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کسی مسئلہ پر غور وخوض کرتے اور اس وقت عافیہؒ نہ ہوتے تو امام صاحبؒ فرماتے کہ اس کو ابھی مت لکھو اور جب عافیہ آتے اور سب کی رائے سے اتفاق کرتے تو امام صاحب فرماتے کہ اب اس کو لکھ لو اور اگر یہ اس سے اتفاق نہ فرماتے تو امام صاحب فرماتے کہ اس کو مت لکھو۔

(اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ: ص ۱۴۹)

آپ کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا۔

امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی:

امام حسن بن زیادؒ جن کی کنیت ابوعلی تھی۔ آپ امام اعظمؒ کے اصحاب و شاگردوں میں تھے جنہوں نے امام اعظمؒ سے علم الفقہ اور علم الحدیث حاصل کیا۔ حدیث کی روایت میں آپ کو شہرت حاصل تھی۔ آپ نے سعید بن عبید الطائیؒ، ابن جریجؒ، مالک بن مغولؒ، ایوب بن عتبہؒ اور حسن بن عمارہؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے قرآن کی قرأت کی سند امام زکریہ بن سیاءؒ سے لی جو قراء سبعہ میں مشہور قاری امام عاصم بن ابی النجودؒ کے شاگرد ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں امام اسمٰعیل بن حماد بن ابوحنیفہؒ، امام محمد بن شجاع ثلجیؒ، امام اسحاق بن بہلولؒ، امام محمد بن سماعہؒ، اور آپ کے برادرزادے امام ولید بن حماد لؤلؤیؒ زیادہ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۴ھ میں کوفہ کے قاضی بنے لیکن آپ نے جلد یہ عہدہ چھوڑ دیا۔

احمد بن عبدالحمید الحازمی ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں! حسن بن زیاد نہایت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ان پر محدثین نے جراح کی ہے حدیث میں ان کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

یحییٰ بن آدم تحریر کرتے ہیں کہ حسن بن زیاد سے بڑا فقیہہ میں نے نہیں دیکھا۔ آپ ۱۹۲ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے لیکن جلد ہی آپ نے اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

امام طحاوی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں:

۱) کتاب ادب القاضی

۲) کتاب الوصایا

۳) کتاب المجرد (امام ابوحنیفہؒ سے روایات پر مشتمل ہے)

۴) کتاب معانی الایمان

۵) کتاب الفرائض

۶) کتاب الخصال

۷) کتاب النفقات

۸) کتاب الخراج

الفوائد البہیۃ میں لکھا ہے کہ حسن بن زیادؒ نے ایک کتاب المالی بھی تصنیف کی تھی۔

آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی

امام سفیان ثوریؒ

پیدائش ۹۵ھ میں ہوئی اور وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔ چھیاسٹھ سال عمر پائی۔ امام ابوحنیفہ سے پندرہ سال چھوٹے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں! جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ امام صاحب سے زیادہ قدر و منزلت حاصل کرے اور ان سے زیادہ علم حاصل کرے۔ لیکن یہ دونوں کام ممکن نہیں۔ لہٰذا بیوقوفوں کے علاوہ کوئی ان کی مخالفت نہیں کرتا۔

امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ حج پر ایک ساتھ تشریف لے گئے تو راستہ میں حضرت سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کو آگے چلاتے تھے اور خود پیچھے چلتے تھے۔ جب کوئی سوال کرتا تو آپ خاموش رہتے تا کہ امام صاحب جواب دے دیں۔

ایک شخص نے سفیان ثوریؒ کے تکیہ کے نیچے امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرہن رکھی دیکھی تو پوچھا کہ آپ امام صاحب کی کتابیں پڑھتے ہو۔ فرمایا ہاں! کاش میرے پاس امام صاحب کی تمام کتابیں ہوتیں اور میں ان کا مطالعہ کرتا تو میرے لئے کوئی مسئلہ پوشیدہ نہ رہتا لیکن لوگ تم انصاف نہیں کرتے۔

امام عیسیٰ بن ابانؒ

انہوں نے زیادہ تر امام محمدؒ سے تعلیمی استفادہ کیا۔ آپ بصرہ کے قاضی بنے۔ ۲۰۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ کی تصنیفات:

۱) کتاب الحج

۲) کتان الخبر الواحد

۳) کتاب الجامع

۴) کتاب الاثبات

۵) کتاب الاجتہاد الرائے

امام مالک بن انسؒ

نام: امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی

آپ کے دادا ابو عامر اصبحیؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے دادا نے سوائے جنگ بدر کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ آپ فقہ کے مستند ترین علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ نو برس تک آپ کے شاگرد رہے۔ فقہ مالکی اہل سنت کے چار مسالک میں سے ایک ہے جن کے پیروکار آج بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

آپ کی پیدائش ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ امام مالکؒ عشقِ رسول ﷺ اور محبت اہل بیت میں اس قدر سرشار تھے کہ ساری عمر مدینہ منورہ میں ادب کی وجہ سے ننگے پیر رہتے تھے۔ آپ کو امام ابوحنیفہؒ اور امام جعفر صادقؒ سے بھی علم کی حصول کا شرف حاصل ہوا ہے۔ امام اعظمؒ جب بھی مدینہ منورہ تشریف لے جاتے امام مالکؒ ان سے تعلیمی استفادہ حاصل کرتے۔ آپ نے دو سو شیوخ سے حدیث میں استفادہ حاصل کیا۔ اسحاق بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ مسائل دینیہ میں امام مالکؒ امام اعظمؒ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں۔ آپ نے سترہ برس کی عمر سے درس حدیث شروع کیا۔ آپ جب بھی حدیث پڑھانے بیٹھتے تو پہلے غسل کرتے، خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے، بڑے خوشوع وخضوع اور وقار کے ساتھ بیٹھتے۔ امام شافعیؒ کے علاوہ امام محمدؒ نے بھی آپ سے علم میں استفادہ حاصل کیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نماز میں رفع یدین منسوخ ہیں۔ آپ امام اعظمؒ کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔

امام مالکؒ نے موطاء کے نام سے احادیث کی ایک کتاب مرتب کی۔ آپ نے یہ کتاب ستّر فقیہہ کو پیش کی سب نے اس کتاب کو صحیح کہا۔ ایک مرتبہ ہارون رشید نے آپؒ سے درخوست کی کہ ان کے دو بیٹوں امین اور مامون کو محل میں آ کر پڑھا دیا کریں لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً ہارون کو اپنے بیٹوں کو آپ کے مدرسہ میں پڑھنے کے لئے بھیجنا پڑا۔

آپ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ستاسی برس تھی۔ بعض علماء نے نوے برس لکھا ہے۔ آپ کی وفات اتوار کے روز ۱۴/ربیع الاول ۱۷۹ھ بمطابق ۷/جون ۷۹۵ء کو ہوئی۔ آپ کو جنت البقیع میں سپردخاک کیا گیا۔

امام مسعر بن کدامؒ

آپ کا شمار عظیم محدث میں ہوتا ہے۔ آپ پہلے امام ابوحنیفہؒ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام صاحب کی علمیت، تقویٰ اور زہد دیکھ کر شرمندہ ہوگئے اور آپ کے معتقد ہوگئے۔ آپ کی مستقل صحبت اختیار کرلی یہاں تک کہ آپ کی مسجد میں حالتِ سجدہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا انتقال ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ میں ہوا۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ

آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں خراساں کے شہر مرو میں ہوئی۔ آپ کے والد ترکی النسل تھے۔ آپ کو محدثین امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام الجرح وتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے بیس ہزار احادیث روایت کی

ہیں۔ آپ زیادہ تر وقت اپنے گھر میں رہا کرتے تھے۔

امام اسماعیل بن عیاش ؒ فرماتے ہیں! اس روئے زمین پر عبداللہ بن مبارک جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی خوبی پیدا کی ہو جو عبداللہ بن مبارک میں نہ رکھی ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)

سفیان بن عیینہ ؒ فرماتے ہیں! میں نے ابن مبارک ؒ کے حالات پر غور کیا اور صحابہ کرام ؓ کے حالات پر غور کیا تو میں دیکھتا ہوں کہ صحبت و معیت کے علاوہ صحابہ کے تمام فضائل آپ میں موجود ہیں۔

آپ امام اعظم ؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں! اگر اللہ نے ابوحنیفہ ؒ اور سفیان ثوری ؒ کے ذریعہ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں ایک عام آدمی سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔

حضرت علی ہجویری ؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں عبداللہ بن مبارک ؒ کو زاہدوں کا سردار، اوتاد کا پیش رو اور اہل طریقت و شریعت کا امام فرماتے ہیں۔

امام نووی ؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں آپ کا ذکر یوں کیا ہے " وہ امام جس کی امامت وجلالت پر ہر باب میں اجماع کیا گیا ہے، جس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جس کی محبت سے مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے۔

آپ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی مجلس فقہ اور اس کی ذیلی بارہ رکنی خصوصی کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہ ؒ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔ آپ نے چار ہزار مشائخ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور ایک ہزار شیوخ سے احادیث روایت کیں۔ آپ نے فقہ و حدیث میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔

آپ کی تصنیفات:

- الزھد الرقائق
- الجہاد
- البر و الصلۃ

عبداللہ بن مبارکؒ کی ۱۸۱ھ میں بمقام ہیت وفات ہوئی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

وکیع بن جراحؒ

امام وکیعؒ ایک جلیل القدر وکثیر الحدیث محدث اور عظیم پائے کے حافظ الحدیث ہیں۔

آپ امام اعظم کے خاص شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے رکن تھے۔ فن حدیث و رجال میں بہت ماہر تھے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے آپ سے روایات کیں ہیں۔ امام یحیٰ بن معینؒ نے فرمایا! میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے امام وکیعؒ پر ترجیح دوں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام علی بن مدینیؒ آپ کے ممتاز شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جب بھی آپ کی کوئی حدیث بیان کرتے

تو فرماتے! یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی کہ تمہاری آنکھوں نے اس جیسا دوسرا نہیں دیکھا ہوگا۔ امام وکیعؒ امام اعظمؒ کی تقلید کرتے تھے اور ان ہی کے فتوؤں کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے تھے کہ امام وکیعؒ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعیؒ اپنے زمانے میں تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جن کو وکیع بن جراحؒ پر ترجیح دوں۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور امام صاحب کی تمام حدیثیں ان کو حفظ تھیں۔

امام یحییٰ بن اکثمؒ فرماتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں امام وکیعؒ کے ساتھ رہا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

آپ کا انتقال ۱۹۷ھ میں ہوا۔

یحییٰ بن سعید قطانؒ

آپ امام اعظمؒ کے خاص شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے رکن تھے۔ حدیث و رجال میں بہت ماہر تھے، آپ نے سب سے پہلے فن اسماء رجال تدوین کیا۔ آپ کے شاگردوں میں یحییٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ شامل ہیں۔ ان کے بعد ان کے شاگردوں میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ہیں۔ حدیث کے راویوں کی تحقیق و تنقید میں آپ کو اس قدر بلند مقام حاصل تھا کہ آئمہ حدیث کہا کرتے تھے کہ جس راوی کو یحییٰ بن سعید چھوڑ دیں ہم بھی اس سے

حدیث نہیں لیں گے۔ آپ علم وفضل کے اس قدر بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ امام اعظمؒ کے حلقہ درس میں باقائدگی سے شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ امام یحییٰ بن سعیدؒ فرماتے تھے! ہم اللہ تعالیٰ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد سے بہتر کسی کا اجتہاد نہیں سنا اور ہم نے آپ کے اکثر اقوال اختیار کیئے ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام یحییٰ بن قطانؒ کے پاس بیس سال رہا۔ وہ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے اور چالیس سال تک ان کی چاشت کی نماز مسجد میں فوت نہیں ہوئی۔

آپ کا وصال ۱۹۸ھ میں ہوا۔

امام یحییٰ بن زکریہ بن ابی زائدہؒ

آپ کو حافظِ حدیث اور امام المحدثین کہا جاتا تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۱۹ھ میں ہوئی۔ آپ امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ، یحییٰ بن معینؒ، قتیبہؒ، علی بن المدینیؒ کے استاد تھے۔ امام علی بن المدینیؒ فرماتے تھے کہ یحییٰؒ کے زمانے میں علم یحییٰؒ پر ختم تھا۔ امام یحییٰ بن زکریہؒ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ امام اعظمؒ کی مجلسِ فقہ کے علاوہ بارہ رکنی خصوصی ذیلی مجلس کے بھی رکن تھے۔ آپ نے طویل عرصہ تک مجلسِ فقہ کے کاتب کے فرائض انجام دیئے۔ صحاح ستہ میں آپ کی روایت کی ہوئی کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں۔

آپ مدائن میں قاضی کے منصب پر بھی فائز رہے۔

آپ کا انتقال ۱۸۲ھ میں مدائن میں ہوا۔

امام یزید بن ہارونؒ

امام یزیدؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے حافظ الحدیث اور نامور محدث تھے۔ حافظ ابن حجرؒ ان کو '' **احد الاعلام الحفاظ المشاهير** '' کہتے تھے۔

آپ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ امام اعظمؒ کی مجلس فقہ کے علاوہ بارہ رکنی خصوصی ذیلی مجلس کے بھی رکن تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ، علی بن مدینیؒ، یحییٰ بن معینؒ، جیسے بڑے محدثین آپ کے شاگرد تھے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارونؒ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یزید بن ہارونؒ سے زیادہ حافظِ حدیث کسی اور کو نہیں دیکھا۔ آپ کے درس میں ستّر ہزار حاضرین کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ امام اعظمؒ کا شاگرد ہونے پر فخر کیا کرتے تھے اور امام صاحب کے علم، ذہانت، تقویٰ اور پرہیز گاری کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔

امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ امام یزید بن ہارونؒ ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بہت اچھی نماز پڑھنے والے تھے۔ امام یزیدؒ فرماتے تھے کہ مجھے چوبیس ہزار احادیث مع الاسناد حفظ ہیں۔

ان کے شاگرد حسن بن علی الخلالؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے امام یزید بن ہارونؒ سے پوچھا! آپ نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سب سے بڑا فقیہہ کن کو پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو۔ پھر فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ امام ابوحنیفہؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے درجہ کے استاد ہوں گے اور میری خواہش ہے کہ میرے پاس ایک لاکھ مسائل ہوں۔

آپ کا انتقال ۲۰۶ھ میں ہوا

امام عبدالرزاق بن ہمامؒ

آپ بہت بڑے محدث اور جلیل القدر فقیہہ تھے۔ امام اعظم کی مجلسِ فقہ کے رکن تھے۔ بڑے بڑے آئمہ حدیث مثلاً سفیان بن عیینہؒ، یحیٰی بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینیؒ علم سیکھنے کے لئے آپ کے سامنے باادب دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔ علم حدیث میں آپ کی شہرت اس قدر تھی کہ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں حدیث سیکھنے کے لئے آتے تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت کردہ احادیث کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ حدیث کی ایک ضخیم کتاب "مصنف عبدالرزاق" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اس کتاب کو علم کا خزانہ فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اس کتاب سے استفادہ حاصل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی روایت میں امام عبدالرزاقؒ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔

امام ابو عاصم النبیلؒ

آپ کا نام ضحاک بن مخلد، کنیت ابو عاصم اور لقب نبیل تھا۔ نبیل کے معنی معزز اور بزرگی کے ہیں۔

محدث کبیر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں!

اس امر میں اختلاف ہے کہ ابو عاصمؒ کا یہ لقب کیسے ہوا؟ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں کی ہیں۔ لیکن امام طحاویؒ اور حافظ دولابیؒ نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں! امام زفرؒ کے ہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی تھی۔ اتفاق سے امام زفرؒ کے ہاں اسی نام کے ایک اور صاحب کا بھی آنا جانا تھا لیکن ان کی وضع قطع بالکل گئے گزری تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے حسب معمول امام زفرؒ کے دروازے پر دستک دی۔ لونڈی نے آکر پوچھا کہ کون ہے؟ جواب دیا! ابو عاصم! لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ ابو عاصم دروازے پر حاضر ہیں۔ امام زفرؒ نے دریافت کیا کہ کون سے ابو عاصم ہیں۔ لونڈی کی زبان سے نکلا! "النبیل منھا" (جوان دونوں میں معزز ہیں)۔ ابو عاصم اندر آ گئے تو امام زفرؒ فرمانے لگے کہ لونڈی نے جو لقب آپ کو دیا ہے میرے خیال میں اب تم سے جدا نہیں ہوگا۔ اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ ابو عاصم کہتے ہیں کہ اس روز سے میرا یہ لقب پڑ گیا۔

آپ بہت بڑے محدث اور جلیل القدر فقیہہ تھے۔ امام اعظمؒ کی مجلسِ فقہ کے رکن تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت کردہ احادیث

کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ آپ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو عاصمؒ نے فرمایا کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے تو اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ عمر بن شیبہؒ نے فرمایا! اللہ کی قسم! میں نے امام عاصمؒ کی مثل نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابو عاصمؒ کو تقریباً ایک ہزار عمدہ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ امام ابو عاصمؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں بھی آپ کے درس میں شرکت کر کے آپ سے فقہی مسائل سے استفادہ کیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد امام زفرؒ سے باقی تعلیم مکمل کی۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ سفیان ثوریؒ زیادہ بڑے فقیہہ ہیں یا ابوحنیفہؒ؟ آپ نے فرمایا! موازنہ ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔ امام اعظمؒ نے فقہ کی بنیاد رکھی جبکہ سفیان ثوریؒ صرف فقیہہ ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک امام اعظمؒ ابن جریجؒ سے بڑھ کر فقیہہ ہیں۔ میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ میں امام اعظمؒ سے بڑھ کر قدرت رکھتا ہو۔

حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ لکھتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں امام، حافظ، ثقہ، المامون الرضا، ابو عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی بصری نبیلؒ جو کہ امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے ایک ہیں، بھی ہیں۔

(مناقب آئمہ اربعہ: ص ۶۰)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثی روایات میں سے چھ ان امام ابوعاصم نبیلؒ کی سند سے کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۲۱۲ھ میں ہوا۔

امام مکی بن ابراہیمؒ

آپ کا نام عمر بن ہارون تھا۔ آپ بلخ کے رہنے والے تھے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو خراسان کا حافظ، امام اور شیخ کہا ہے۔ ابتداء میں آپ تاجر تھے اور اسی سلسلہ میں آپ کی ملاقات امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ہوئی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تجارت تو کرتے ہو علم بھی سیکھو کیونکہ جب تک انسان علم حاصل نہیں کرتا تجارت میں بڑی خرابی رہتی ہے۔ امام صاحب کی یہ نصیحت ان کے دل میں اثر کر گئی۔ آپ نے امام اعظمؒ سے علمَ فقہ اور حدیث سیکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ ان علوم کے امام بن گئے۔ آپ امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام بخاریؒ کے استاد ہیں۔ صحیح بخاری میں بائیس ثلاثیات میں گیارہ (۱۱) ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیمؒ کی ہیں اور نو ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ کی ہیں۔ آپ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداوٗد، سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

امام بخاریؒ کی صحیح میں سب سے اعلیٰ سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا شرف امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگردوں کا صدقہ ہے۔ صحیح بخاری کو جو اعلیٰ مقام دوسری احادیث کی کتابوں میں ملا ہے وہ انہی ثلاثیات کی وجہ سے ہے۔

امام مکی بن ابراہیمؒ کو امام اعظمؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ ہر نماز میں امام اعظمؒ کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا ہے۔

آپ کا وصال ۲۱۵ھ میں ہوا۔

امام قاضی حفص بن غیاث نخعی کوفیؒ

آپ خلیفہ ہاروں رشید کے زمانے میں بغداد کے قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ نے علم حدیث کی تکمیل امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام ہشام بن عروہؒ، امام عاصم احولؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ، امام اعمشؒ جیسے جید آئمہ سے کی۔ ان کے شاگرد حدیث میں بڑے بڑے نامور محدثین ہیں جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ شامل ہیں۔ امام ذہبیؒ ان کو حافظ الحدیث میں شامل کرتے ہیں۔

آپ امام ابوحنیفہؒ کے ان شاگردوں میں شامل ہیں جن پر امام صاحب کو بہت اعتماد تھا اور جن کو آپ اپنے دل کی تسکین اور غموں کا مداوا قرار دیتے تھے۔

امام ابوحفصؒ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کا کلام فقہ میں بال سے زیادہ باریک ہے اور اس میں عیب نکالنے والا جاہل ہی ہوسکتا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۹۴ھ میں ہوا۔

امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ

آپ حضرت انس بن مالکؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ امام ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ امام یحییٰ بن معینؒ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے جید شاگردوں میں سے ہیں۔ امام محمد بن عبداللہؒ کے شاگردوں میں امام بخاریؒ بھی شامل ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی ثلاثیات میں سے تین ثلاثی احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۲۱۵ھ میں ہوا۔

امام خلاد بن یحییٰ اسلمیؒ

آپ اصلاً کوفہ کے رہنے والے تھی لیکن آپ نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپ نے علم حدیث امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ عیسیٰ بن طہمانؒ ، نظر بن خلیفہؒ ، اورسفیان ثوریؒ سے حاصل کیا۔

ان کے شاگردوں میں امام بخاریؒ ، امام ابوزرعہ رازیؒ اور حنبل بن اسحاقؒ جیسے نامور آئمہ حدیث شامل ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں جو بائیس ثلاثی روایات بیان کی ہیں ان میں سے ایک امام خلاد بن یحییٰؒ کے واسطہ سے نقل کی ہے۔

آپ کی وفات ۲۱۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

اسد بن عمروؒ

اسد بن عمروؒ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ امام صاحب کی چالیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جن کو امام صاحبؒ نے مجلس تصنیف میں تحریر کا کام سپرد کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ نے آپ کی توثیق کی ہے۔ آپ قیاس اور استخراج کے علاوہ حدیث کی معرفت میں کمال کا درجہ رکھتے تھے۔

ہلال رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید مکہ معظّمہ گیا۔ طواف سے فارغ ہوکر وہ کعبہ کے اندر داخل ہوکر ایک جگہ بیٹھ گیا اس کے تمام اہل دربار اس کے ساتھ کھڑے تھے۔ ایک شخص ہارون رشید کے برابر میں بیٹھا تھا مجھ کو بہت تعجب ہوا اور لوگوں سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اسد بن عمروؒ ہیں۔ امام نسائیؒ نے انہیں اصحابِ ابوحنیفہؒ میں ثقہ راوی میں شمار کیا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۸۸ھ میں ہوا۔

(الجواہر المضیئہ: ۱۴۱/۱)

علی بن مسہرؒ

علی بن مسہرؒ حدیث وفقہ میں استاد کا درجہ رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ فقہ کی چالیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

آپ موصل میں قاضی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ نے امام اعمشؒ اور ہشام بن عروہؒ سے بھی استفادہ حاصل کیا تھا۔ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے ان سے روایت کی ہیں۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی تصانیف میں ان سے روایات نقل کی ہیں۔ یحییٰ بن معنؒ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ آپ فقہ اور حدیث میں جامع ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا۔

(الجواہر المضیئہ :۱/۳۷۸)

حبان بن علی کوفیؒ

حبان بن علی کوفیؒ حدیث وفقہ کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں بھی بہت اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔ حضرت حجر بن عبدالجبارؒ کہتے ہیں میں نے حبان سے زیادہ بہتر و افضل کوفہ مین کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ حبان اپنے بھائی مندل سے زیادہ ذہین ہیں۔ ابن ماجہؒ نے آپ کی مرویات نقل کی ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے ذہین و ہونہار شاگرد تھے اور مجلس شوریٰ کا رکن تھے۔

آپ کا انتقال ۱۷۲ھ میں ہوا۔

(الجواہر المضیئہ :۱/۱۸۴)

مندل بن علی کوفیؒ

مندل بن علی کوفیؒ ۱۰۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ حدیث اور فقہ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ ابن ماجہؒ اور ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں ان سے روایات لی ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے ذہین و ہونہار شاگرد تھے اور مجلس شوریٰ کا رکن تھے۔ آپ نے امام اعمشؒ، ہشام بن عروہؒ، عبدالملک بن عمیرؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے روایات کی ہیں۔ آپ بہت عبادت گزار اور متقی تھے۔

آپ کا انتقال ۱۶۸ھ میں ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دیگر شاگردوں میں سفیان بن عیینہؒ، ابراہیم بن ادھمؒ، حمزہ بن مقریؒ، عباد بن عوامؒ، علی بن مسہرؒ، قاسم بن معنؒ، حسن بن صالحؒ، ابوبکر بن عیاشؒ، عیسیٰ بن یونسؒ، اسحٰق بن یونسؒ، عبدالوارث بن سعیدؒ، محمد بن بشرؒ، حماد بن زید شامل ہیں۔ یہ سب صحاح ستہ کے محدثین ہیں۔ امام نوویؒ نے سفیان ثوریؒ کا نام بھی امام اعظمؒ کے شاگردوں میں لکھا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے امام اعظمؒ سے حدیث روایت کرنے والے (۹۵) پچانوے محدثین کے نام تحریر کئے ہیں۔ جن میں مکی بن ابراہیمؒ، ابوعاصم ضحاکؒ اور ابونعیم فضل بن دکینؒ کے نام شامل ہیں جو امام بخاریؒ کے استاد ہیں اور ان کی کثرت سے روایات موجود ہیں۔

آئمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے محدثین

آئمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے تمام محدثین براہ راست یا بالواسطہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہی کے شاگرد ہیں۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ امام شافعیؒ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں جو امام اعظمؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ امام ابو یوسفؒ کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے شاگردوں میں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام ابو داؤدؒ شامل ہیں۔ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ سے علم حاصل کیا۔ امام نسائیؒ نے امام ابوداؤدؒ سے علم حاصل کیا۔ امام ابن ماجہؒ بھی اسی سلسلہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ گویا صحاح ستہ کے تمام محدثین اور فقہ کے آئمہ ثلاثہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی علمی عیال ہیں۔

(ذلک فضل اللّٰہ یوتیه من یشاء)

امام اعظمؒ امام بخاریؒ کے شیخ الشیوخ

تمام آئمہ صحاح ستہ کے بیشتر شیوخ الحدیث امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اس ناقابلِ تردید حقیقت کی وجہ سے امام اعظمؒ آئمہ فقہ کے علاوہ آئمہ حدیث کے بھی امام ہیں۔

۱) امام بخاریؒ کے والد کا اسم گرامی اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری ہے۔ امام بخاری کے والد صاحب کے دو شیوخ جن کے نام امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام حماد بن زیدؒ امام اعظمؒ کے شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے روایات کی ہیں۔ (عسقلانی: تہذیب التھذیب: ۲۴۰/۱)

۲) خطیب بغدادی، امام ابن جوزیؒ، امام ذہبیؒ، امام عسقلانیؒ اور دیگر آئمہ نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے فرمایا! جب میں سولہ سال کا ہوا تو میں نے امام عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیع بن جراحؒ کی کتابیں زبانی یاد کر لیں۔ اصحاب الرائے کے کلام کی معرفت بھی حاصل کر لی۔

اہل الرائے کون حضرات تھے؟ ذہن نشین رہے کہ امام اعظمؒ کے مخالفین نے امام اعظم اور ان کے شاگردوں کے لئے اہل الرائے کا لقب وضع کیا تھا۔ امام بخاریؒ کا امام اعظمؒ کو اہل الرائے کہہ کر پکارنے سے مراد ان کے علمی، فکری اور فقہی مقام کا اقرار تھا۔

۳) امام بخاریؒ امام مکی بن ابراہیمؒ (متوفی ۲۱۵ھ) کے واسطہ

سے امام اعظمؒ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔ امام مکی بن ابراہیمؒ وہ خوش قسمت انسان ہیں جو امام بخاری کی بائیس (۲۲) ثلاثیات میں سے گیارہ (۱۱) کے راوی ہیں۔ (ذہبی: تذکرہ الحفاظ: ۱/۳۶۵)

۴) امام بخاریؒ امام یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) اور عبداللہ بن مبارک (متوفی ۱۸۱ھ) کے واسطے سے امام اعظمؒ کے علم الحدیث میں شاگرد ہیں۔ (ابن ابی حاتم: الجرح والتعدیل: ۸/۴۴۹)

آئمہ صحاح ستہ یعنی امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ کے اکثر شیوخِ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ امام بخاریؒ کے جو جید اساتذہ ہیں ان میں سے اکثر امام اعظمؒ کے خاص شاگرد ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام بخاریؒ کے آٹھ اساتذہ کے نام بیان کئے ہیں ان میں امام محمد بن عبداللہ مکیؒ، امام مکی بن ابراہیمؒ، امام ابو عاصم نبیلؒ، امام خلاد بن یحییٰؒ، عبیداللہ بن موسیٰؒ، ابونعیم فضل بن دکینؒ، علی بن عیاشؒ اور عصام بن خالدؒ شامل ہیں۔ ان میں عصام بن خالدؒ کے علاوہ باقی تمام کا امام اعظم ابوحنیفہؒ سے شاگردی کا تعلق ہے۔ ان کے علاوہ بھی امام بخاریؒ کے کئی اور اساتذہ امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ مثلاً علی بن الجعدؒ، ابوعبدالرحمٰن المقریؒ وغیرہ۔

امام بخاری ؒ کے کئی کبار اساتذہ ایسے ہیں جو امام اعظم ؒ کے مشہور شاگرد امام ابو یوسف ؒ اور امام محمد بن حسن ؒ کے شاگرد ہیں۔

امام احمد بن حنبل ؒ شاگرد ہیں امام ابو یوسف ؒ کے
امام یحییٰ بن معین ؒ شاگرد ہیں امام ابو یوسف ؒ اور امام محمد ؒ کے
امام حسین بن ابراہیم المعروف ابن اشکاب ؒ شاگرد ہیں امام ابو یوسف ؒ کے
سعید بن محمد جرمی ؒ شاگرد ہیں امام ابو یوسف ؒ کے
علی بن مسلم طوسی ؒ شاگرد ہیں امام ابو یوسف اور امام محمد کے
معلیٰ بن منصور ؒ شاگرد ہیں امام ابو یوسف اور امام محمد کے
ابو حفص کبیر ؒ شاگرد ہیں امام محمد کے
علی بن ابی ہاشم بغدادی ؒ شاگرد ہیں امام محمد کے
یحییٰ بن صالح ابوحاضی ؒ شاگرد ہیں امام محمد کے
محمد بن سلام سلمی ؒ شاگرد ہیں امام محمد کے
محمد بن مقاتل مروزی ؒ شاگرد ہیں امام محمد کے

بخاری شریف میں امام بخاری ؒ کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث ثلاثیات ہیں۔ جن میں امام بخاری ؒ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں جن کی تعداد بائیس ہے۔ ان ثلاثیات میں سے بیشتر امام مکی بن ابراہیم ؒ کی روایات ہیں جو کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد اور امام بخاری کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔ (حاشیہ: حسن نعمانی)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اپنے شاگردوں کو نصیحت

امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں! ایک دن بارش ہو رہی تھی ہم لوگ امام صاحبؒ کے حلقہ میں ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حاضرین میں داؤد طائیؒ، قاسم بن معنؒ، عافیہ بن یزیدؒ، وکیع بن جراحؒ، مالک بن مغولؒ، زفر بن ہذیلؒ بھی شامل تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا!

"تم لوگ میرے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہو۔ میں نے تم لوگوں کو دین کے فقہ میں اس قابل بنایا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں۔ تم میں سے ہر ایک عہدہ قضاء کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور تمہارے علم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ علم دین کو اجرت اور مزدوری کی ذلت سے محفوظ رکھنا اور اس کو ذریعہ معاش نہ بنانا۔ اگر تم لوگوں میں سے کوئی عہدہ قضاء میں مبتلا ہو جائے اور اس بارے میں اپنے اندر کوتاہی یا خرابی محسوس کرے جس سے عوام بے خبر ہوں تو اس کے لئے اس منصب پر رہنا جائز نہیں۔ اگر مجبورا اس منصب پر جانا ہی پڑے تو عوام سے لاتعلق نہ ہونا۔ پانچوں وقت محلّہ کی مسجد میں عام مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنا اور ان کی دینی ضروریات معلوم کرتے رہنا۔ اگر درمیان میں بیمار پڑ جائے اور مجلس قضاء میں حاضر نہ ہو سکے تو اتنے دن کا وظیفہ نہ لے۔ جو فیصلہ میں ناانصافی کرے گا اس کا فیصلہ جائز اور قابل قبول نہیں ہوگا۔

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۷۷ بحوالہ تاریخ بغداد ۳۶۱/۱۳)

امام اعظمؒ نے اپنے خاص شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام یوسف بن خالد سمتیؒ کے نام جو وصایا تحریر فرمائے وہ بلاشبہ ایک شفیق باپ، مہربان استاد، عظیم دانشور، ماہر نفسیات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں بلکہ آپؒ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا عرق، دینی و دنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ ان کی یہ نصیحتیں ہر خاص و عام کے لئے یکساں نصیحت آموز ہیں۔ دونوں وصایا پیشِ خدمت ہیں:

امام ابو یوسفؒ کے نام:

امام اعظمؒ نے انہیں یہ وصیت فرمائی کہ اے یعقوب!

حکام سے معاملات میں احتیاط:

وقت کے حاکم کی عزت کرو اور اس کے مقام کا خیال رکھو۔ اس کے سامنے جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو۔ جب تک کوئی علمی ضرورت نہ ہو اس کی مجلس میں بیٹھے رہنے سے پرہیز کرو۔ اگر تم اس سے کثرت سے ملو گے تو اس کی نظر میں تمہاری قدر کم ہو جائے گی۔ پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور اس سے دور بھی رہتے ہو۔ کیونکہ اکثر حاکم اپنی ذات اور اپنے مفادات کے علاوہ کچھ دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ حاکم

کے سامنے کثرتِ کلام سے بچو کہ وہ تمہارے الفاظ سے تمہاری گرفت کرے گا۔ اپنے درباریوں پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ وہ تم سے زیادہ جانتا ہے اور تمہارا محاسبہ کرے گا تاکہ اس کے درباریوں کی نظر میں حقیر ہو جاؤ۔ ایسا طرز عمل اختیار کرو کہ جب تم اس کے دربار میں جاؤ تو وہ دوسرں کے مقابلہ میں تمہارے رتبہ کا خیال رکھے۔ سلطان کے دربار میں کسی ایسے وقت نہ جاؤ جب وہاں دیگر اہل علم موجود ہوں جن کو تم جانتے نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر تمہارا علمی رتبہ ان سے کم ہوگا تو ممکن ہے کہ تم ان پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو مگر یہ جذبہ تمہارے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اگر تم ان سے زیادہ صاحبِ علم ہو تو شاید تم ان کو کسی بات پر جھڑک دو اور اس وجہ سے تم حاکم وقت کی نظروں سے گر جاؤ گے۔

جب حکمران تمہیں کو عہدہ/منصب عطا کرنا چاہے تو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تم سے اور تمہارے مسلک سے علم و قضایا کے بارے میں مطمئن ہے تاکہ فیصلوں میں کسی دوسرے مسلک پر عمل کرنے کی حاجت نہ ہو۔ حکمران کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشین لوگوں سے میل جول مت رکھنا۔ صرف حاکم سے رابطہ رکھنا تاکہ تمہارا وقار و عزت برقرار رہے۔

عوام کے ساتھ معاملات میں احتیاط:

عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلاضرورت بات چیت نہ کرو۔ عوام الناس اور تاجروں سے علمی باتوں کے علاوہ دوسری باتیں نہ کیا کرو تاکہ

ان کو تمہاری محبت اور رغبت میں مال کا لالچ نظر نہ آئے۔ ورنہ لوگ تم سے بدظن ہو جائیں گے اور یقین کرنے لگیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا میلان رکھتے ہو۔ عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور مسکرانے سے باز رہو۔ بازار میں بلاضرورت نہ جایا کرو۔ بے ریش لڑکوں سے گفتگو سے پرہیز کرو وہ فتنہ ہے البتہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ان کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو۔ عام لوگوں اور بوڑھوں کے ساتھ شاہراہ پر نہ چلو۔ اس لئے کہ اگر تم اس کو آگے بڑھنے دو گے تو اس سے علم دین کی بے قدری ہوگی۔ اگر تم ان سے آگے چلو گے تو یہ بات بھی معیوب ہو گی کہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔

کسی راہ گزر پر نہ بیٹھا کرو اگر بیٹھنے کا دل چاہئے تو مسجد میں بیٹھا کرو۔ بازاروں اور مسجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو۔ پانی کی سبیل اور وہاں پانی پلانے والوں کے ہاتھ سے پانی نہ پیو۔ مخمل، زیور اور مختلف اقسام کے ریشمی لباس نہ پہنو کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعونیت جھلکتی ہے۔

ازدواجی آداب:

اپنی فطری حاجت کے وقت بقدرِ ضرورت گفتگو کے سوا بستر پر اپنی بیوی سے زیادہ بات نہ کرو۔ اس کے ساتھ کثرت سے بوس و کنار نہ کرو۔ جب بھی اس کے پاس جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ جاؤ۔ اپنی بیوی سے دوسری عورتوں کے متعلق

بات نہ کیا کرو ورنہ وہ تم سے بے تکلف ہو جائیں گی اور تم سے دوسرے مردوں کے بارے میں بات کریں گی۔ اگر تمہارے لئے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہو اور باپ، ماں یا سابقہ شوہر سے لڑکی موجود ہو۔ لیکن اس شرط پر کہ تمہارے گھر پر اس کا کوئی رشتہ دار نہ آئے۔ اس لئے کہ جب عورت مالدار ہو جاتی ہے تو اس کا باپ دعویٰ کرتا ہے کہ اس عورت کے پاس جو بھی مال ہے وہ سب اس کا ہے اور عورت کے پاس اس کے امانت کے طور پر رکھا ہے۔ دوسری شرط یہ رکھے کہ جہاں بھی ممکن ہو سکے وہ بھی اپنے والد کے گھر نہیں جائے گی۔ کسی عورت سے نکاح کے بعد سہاگ رات سسرال میں مت گزارنا۔ ورنہ وہ لوگ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے سلسلہ میں انتہائی لالچ سے کام لیں گے۔ صاحب اولاد خاتون سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمام مال اپنی اولاد کے لئے جمع کرے گی اور ان پر ہی خرچ کرے گی۔ اس لئے اس کو اپنی اولاد تمہاری اولاد سے زیادہ پیاری ہوگی۔ تم اپنی دو بیویوں کو ایک ہی مکان میں نہ رکھنا۔ جب تک دو بیویوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو دوسرا نکاح نہ کرنا۔

معاملاتِ زندگی کے بارے میں:

پہلے علم حاصل کرو پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو اور پھر ازدواجی رشتہ قائم کرو۔ علم حاصل کرنے کے زمانے میں اگر تم مال کمانے کی جدوجہد کرو گے تو تم علم حاصل کرنے سے محروم ہو جاؤ گے۔ یہ مال تمہیں باندی اور غلام خریدنے پر

اکسائے گا اور تحصیلِ علم سے قبل ہی تم دنیادی لذتوں اور عورتوں میں مشغول ہو جاؤ گے۔ اس طرح تمہارا وقت ضائع ہو جائے گا۔ جب تمہارے اہل وعیال کی کثرت ہو جائے گے تو تمہیں ان کی ضروریات پوری کرنے کی فکر ہو گی اور تم علم سیکھنا چھوڑ دو گے۔ اس لئے سب سے پہلے علم حاصل کرو، آغازِ شباب میں تمہارے دل و دماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہوں۔ پھر مال کمانے کا مشغلہ اختیار کرو تا کہ شادی سے قبل تمارے پاس اپنی اور اہل وعیال کی ضرورت پوری کرنے کے لئے مال ہو۔

سیرت و کردار

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ امانتوں اور ہر ایک کی خیر خواہی کا خیال رکھو۔ لوگوں کی عزت کرو تا کہ وہ تمہاری عزت کریں۔ ان کی ملنساری سے پہلے ان سے زیادہ میل جول نہ رکھو۔ ملاقات میں مسائل کا بھی تذکرہ کیا کرو تا کہ اگر وہ ان کا جواب دینے کا اہل ہو جائے۔ عام لوگوں سے دینی امور پر بحث سے پرہیز کرو۔

جو شخص تمہارے پاس کوئی فتویٰ لینے آئے تو تو اس کو صرف اس کے سوال کا جواب دو دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو ورنہ اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمہیں تشویش میں مبتلا کر دے گا۔ کسی کو علم سکھانے سے کبھی انکار نہ کرنا اگر چہ تم دس سال تک اسی طرح رہو کہ تمہارا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو۔ کیونکہ اگر تم علم سے اعراض کرو گے تو تمہاری معیشت تنگ ہو جائے گی۔ اگر کوئی عام یا بازاری شخص تم سے جھگڑا کرے تو اس سے جھگڑا نہ کرنا ورنہ تمہاری عزت چلی جائے گی۔ حق بات کہتے

وقت کسی کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرنا اگر چہ وہ حاکمِ وقت ہی کیوں نہ ہو۔

جتنی عبادت عام لوگ کرتے ہیں تم ان سے زیادہ کرنا۔ عبادت میں لوگوں سے سبقت حاصل کرو۔ عوام کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیئے کہ تمہارے علم نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

معاشرتی آداب:

اگر تم ایسے شہر میں قیام کرو جس میں اور بھی اہل علم ہوں تو وہاں اپنے لئے کوئی امتیازی حیثیت اختیار نہ کرنا۔ بلکہ اس طرح رہو جیسے تم بھی ایک عام شہری ہو تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمہیں ان کے مقام اور مرتبہ سے کوئی سروکار نہیں۔ اگر انہوں نے تم سے اپنی عزت کو خطرہ میں محسوس کیا تو وہ تمہارے خلاف کام کریں گے۔ تمہارے مسلک پر کیچڑ اچھالیں گے اور اس طرح عوام بھی تمہارے خلاف ہو جائیں گے۔ تمہیں بری نظر سے دیکھیں گے اور تم ان کی نظروں میں کسی قصور کے بغیر مجرم بن جاؤ گے۔

اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ یا جلسہ گاہ میں بحث و تکرار سے باز رہو۔ جو بات بھی ان سے کرو واضح دلیل کے ساتھ کرو۔ ان کے اساتذہ کو طعنہ نہ دو ورنہ وہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔ تمہیں چاہیئے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے لئے ایسا خالص بنا لو جیسا کہ تمہارے ظاہری احوال ہیں۔ علم کا معاملہ اصلاح پذیر نہیں ہوتا تا وقتیکہ تم اس کے باطن کو بھی ظاہر کے مطابق نہ بنا لو۔

آدابِ زندگی:

جب کوئی حکمران تمہیں کوئی ایسا عہدہ دینا چاہے جو تمہارے لئے مناسب نہیں تو اسے اس وقت تک قبول نہیں کرنا جب تک کہ تمہیں معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے محض تمہارے علم کی وجہ سے ہے۔ مجلس فکر ونظر میں ڈرتے ہوئے کلام نہ کرو کیونکہ یہ خوف زدگی کلام پر اثر انداز ہوگی اور زبان کو ناکارہ بنا دے گی۔ زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ جب چلو تو اطمینان اور سکون کے ساتھ چلو۔ زندگی کے معاملات میں جلد بازی سے کام مت لو۔ جو پیچھے سے تمہیں آواز دے اس کا جواب مت دو۔ پیچھے سے آوازیں جانوروں کو دی جاتی ہیں۔ گفتگو کے دوران نہ چیخو اور نہ آواز بہت بلند کرو۔ سکون اور حرکتِ قلب کو اپنے عادت میں شامل کرو کہ لوگوں کو تمہاری ثابت قدمی کا یقین ہو جائے۔

لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ لوگ اس خوبی کو تم سے لیں۔ نماز کے بعد تلاوتِ قرآن کریم اور ذکر کو اپنا معمول بنا لو۔ صبر و استقامت کی دولت اللہ تعالیٰ نے تم کو بخشی ہے اور جو دیگر نعمتیں تم کو عطا کیں ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اپنے لئے ہر ماہ کے چند دن روزے کے لئے مقرر کر لو تا کہ دوسرے لوگ بھی تمہاری پیروی کریں۔ اپنے نفس پر سختی سے نظر رکھو۔ اپنے علم کے ذریعہ دنیا اور آخرت میں نفع اٹھاؤ۔ دوسروں کے رویوں پر بھی نظر رکھو۔ تمہیں چاہیئے کہ خود خرید وفروخت مت کرو۔ اپنے لئے ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری

حاجتوں اور ضروریات کو بخوبی جانتا ہو اور تم اس پر دنیاوی معاملات میں بھروسہ کر سکتے ہو۔ اپنے دنیاوی معاملات اور خود کو درپیش صورتِ حال سے بے فکر مت رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں سوال کرے گا۔ حکمرانوں سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرو۔ اگر تمہیں حکمرانوں کا قرب حاصل ہوا اور لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ تمہارے آگے اپنی حاجتوں کو پیش کریں گے۔ اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو دربار میں پیش کرنا شروع کر دیا تو حاکم تمہیں تمہارے مقام سے گرا دے گا۔ اگر تم نے ان لوگوں کی حاجتوں کے لئے کوشش نہیں کی تو حاجت مند تمہیں الزام دیں گے۔

وعظ ونصیحت کے آداب:

دباؤ میں آ کر لوگوں کی غلط باتوں کی پیروی مت کرو بلکہ صحیح بات پر قائم رہو۔ اگر تم کسی شخص میں کوئی برائی دیکھو تو اس کا تذکرہ اس برائی کے ساتھ نہ کرو بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو۔ جب وہ بھلائی کرے تو اس کا ذکر بھلائی سے کرو۔ اگر تمہیں اس کے دین میں کوئی خرابی نظر آئے تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کرو تا کہ لوگ اس کا اتباع نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ فاسق و فاجر جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تا کہ لوگ اس سے بچیں اگر چہ وہ شخص صاحبِ اقتدار ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جس شخص کے دین میں خلل دیکھو اسے بھی بیان کرو اس کے عزت و مرتبہ کی پروہ نہ کرو۔ بے شک

اللہ تعالیٰ تمہارا اور تمہارے دین کا مددگار ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو لوگ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار واعمال کے اظہار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔ جب تم حاکم وقت کے اندر دین کے خلاف کوئی بات دیکھو تو اس کو اپنی اطاعت ووفاداری کا یقین دلاتے ہوئے آگاہ کرو۔ یہ اظہار وفاداری اس لئے ہے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر تم نے ایک بار حاکم کے ساتھ اس جرأت سے کام لیا تو وہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔ اس لئے کہ اگر تم اس سے بار بار کہو گے تو وہ شاید تم پر سختی کرے اور اس سے دین کی ذلت ہوگی۔ اگر وہ ایک دو بار سختی سے پیش آئے تو تمہارے لئے کافی ہو گا اور تمہاری دینی جدوجہد اور امر بالمعروف میں تمہاری رغبت کا اندازہ کرے گا اور محتاط رویہ اختیار کرے گا۔ اس کے بعد اگر وہ پھر خلافِ دین حرکت کرے تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو اور دین کی رو سے نصیحت کا فریضہ پورا کرو۔ اگر حاکم دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر رہا ہو تو اسے قرآن وسنتِ رسول ﷺ کے حوالے سے یاد دلاؤ۔ اگر وہ ان باتوں کو قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہاری حفاظت فرمائے۔

تم موت کو یاد رکھو اور اپنے اساتذہ جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہو اور قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے رہو۔ اپنے مشائخ، بابرکت مقامات اور قبرستان کی زیارت کیا کرو۔ نفس پرستوں کے ساتھ بیٹھنے سے اجتناب کرو۔ کھیل کود اور گالی گلوچ سے اجتناب کرو۔ جب مؤذن

اذان دے تو عوام سے پہلے مسجد پہنچو۔ حکمرانوں کے قریب و جوار میں رہائش اختیار نہ کرو۔ لوگوں کے گھروں کے بھید دوسروں پر ظاہر مت کرو۔ اگر کوئی شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ کرے تو اسے بہترین مشورہ دو۔ یہ باتیں تم کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہیں ۔ میری وصیت کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ یہ وصیتیں تمہیں ان شاءاللہ دنیا و آخرت میں نفع دیں گی۔

اخلاقِ حسنہ:

بخل سے اجتناب کرو، اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لالچ اور جھوٹ سے بچو۔ حق اور باطل کو آپس میں خلط ملط نہ کرو۔ تمام معاملات میں اپنی غیرت و عزت کی حفاظت کرو اور ہر حال میں سفید لباس پہنو۔ اپنی طرف سے حرص سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنی ہونا ظاہر کرو۔ اپنے آپ کو مال دار ظاہر کرو، تنگ دستی کو ظاہر مت کرو اگر چہ واقعی تم تنگ دست ہو۔ باہمت بنو۔ راہ چلتے ہوئے دائیں بائیں مت دیکھو۔ حمام میں جاؤ تو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ اجرت دو۔ اپنا تجارتی سامان کاریگروں کے پاس جا کر خود ان کے حوالے نہ کیا کرو۔ اس کام کے لئے ایک بااعتماد ملازم رکھو جو یہ کام انجام دے۔ دینار و درہم کی خرید و فروخت میں ذہانت سے کام لو یعنی لین دین میں چوکس رہو اور اپنے حق کے لئے جدوجہد کرو۔ دنیا کی مال و دولت اہل علم کے نزدیک کوئی قدر نہیں رکھتی اسے حقیر جانو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس جو نعمت ہے وہ اس دنیا

کی نعمت سے بہت زیادہ ہے۔ دنیاوی معاملات دوسروں کے سپرد کر کے اپنے پوری توجہ علم دین کی طرف رکھو۔ یہ طرزِ عمل تمہاری دنیاوی ضروریات کو بھی پورا کرے گا۔ جہلاء سے علم بحث کرنے سے اجتناب کرو۔ جو لوگ جاہ پرست ہیں وہ تمہیں نیچا دکھانے کے لئے لوگوں کے معاملات میں عجیب وغریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ وہ اپنی انا کے مقابلہ میں تمہاری کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔

جب بھی کسی بڑے مرتبہ والے کے پاس جاؤ تو اس پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنا جب تک وہ خود تمہیں کسی اونچی جگہ پر نہ بٹھائے تاکہ ان کی طرف سے تم کو اذیت نہ پہنچے۔ کسی قوم میں نماز پڑھانے میں پیش قدمی نہ کرو جب تک وہ خود تمہیں امامت کی پیش کش نہ کریں۔ حمام میں اور سیر گاہوں میں جب زیادہ مجمع ہو اس وقت جانے سے پرہیز کرو۔

آدابِ مجلس:

حکمرانوں کے پاس اس وقت نہ جایا کرو جب وہ کسی پر ظلم کر رہا ہو سوائے اس کے کہ تمہیں یقین ہو کہ وہ تمہارے کہنے سے انصاف کرے گا۔ اگر وہ تمہاری موجودگی میں کوئی ظلم کا کام کرے گا تو وہ حاکم کے حق میں جواز بن جائے گا۔ علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو۔ عام لوگوں کے قصہ وکہانیاں سنانے سے پرہیز کرو کیونکہ اس میں جھوٹ کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ جب تم کسی اہل علم کی علمی مجلس میں بیٹھنے کا ارادہ کرو جو فقہی مجلس ہے تو ان باتوں کو بیان کرو جو سننے والوں کے لئے

تعلیم کا درجہ رکھتی ہوں۔ اگر سننے والا شخص فتویٰ سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے تو فتویٰ بیان کرو ورنہ ضرورت نہیں۔ اس مقصد کے لئے کسی کے پاس مت بیٹھو کہ دوسرا شخص تمہاری موجودگی میں درس دے۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو اس کے درس میں بٹھا دو تا کہ وہ اس کی گفتگو کی کیفیت اور اس کے علم کے بارے میں بتا سکے۔ نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے سپرد کرو اسی طرح عیدین اور جنازے کی نمازیں بھی کسی اور شخص کے حوالے کردو۔

یوسف بن خالد سمتی ؒ کے نام:

یوسف بن خالد سمتی ؒ امام صاحب کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ نے بصرہ میں فقہ حنفی کو رائج کیا۔ آپ بہت بڑے محدث تھے آپ سے امام بخاری ؒ، شیخ علی بن المدینی ؒ، ہلال بن یحییٰ ؒ جیسی جید شخصیات نے فیض حاصل کیا۔ ابن ماجہ ؒ نے اپنی سنن میں ان سے روایات نقل کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا۔

یوسف بن خالد سمتی ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرلیا تو اپنے شہر بصرہ جانے کا ارادہ کیا اور امام صاحب ؒ سے اجازت چاہی تو امام صاحب نے فرمایا! میں تم سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں جو تمہیں ہر جگہ کام دیں گی۔ خواہ لوگوں کے معاملات ہوں یا اہل علم کے سوالات۔ نفس کی اصلاح کا معاملہ ہو یا

سیاسی معاملات کا، عوام وخواص کی تربیت کا معاملہ ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو۔ غرض یہ باتیں دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گی۔

معاشرے کی تعمیر:

اگر تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمہارے دشمن ہو جائیں گے چاہے وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم اس معاشرے سے اچھا سلوک کرو گے تو یہ معاشرہ بھی تمہیں عزیز رکھے گا اور تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا۔

امام اعظمؒ نے فرمایا! ذرا اطمینان سے مجھے کچھ باتیں کہنے دو۔ میں تمہارے لئے ایسے امور کی نشاندہی کر دیتا ہوں جن کا تم خود بخود شکریہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ فرمایا! دیکھو: گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو اور تم اپنے مخالفین کی طرف متوجہ ہو گئے ہو اور اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے ہو۔ تم نے اپنے علم کی وجہ سے اپنے آپ کو ان پر بڑا ثابت کیا، ان کے ساتھ میل جول کو برا سمجھا، ان کے معاشرے سے جدا ہوئے اور ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ نتیجہ میں انہوں نے تمہاری مخالفت کی۔ تم نے ان کو چھوڑ دیا تھا تو انہوں نے بھی تمہیں منہ نہیں لگایا۔ تم نے انہیں گالی دی تو انہوں نے بھی گالی کا جواب گالی سے دیا۔ تم نے انہیں گمراہ کہا تو انہوں نے بھی تمہیں بدعتی اور گمراہ قرار دیا۔ یوں سب کا دامن آلودہ ہو گیا۔ اب تمہیں ضرورت ہوئی کہ تم ان

سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے۔ وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہوسکتا کہ اسے کسی سے واسطہ پڑے اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کر سکے۔

معاشرتی حقوق:

جب تم بصرہ پہنچو گے تو لوگ تمہارا خیر مقدم کریں گے۔ تم سے ملنے آئیں گے کیونکہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے۔ اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو۔ بزرگوں کی عزت کرو۔ علماء کی تعظیم کرو۔ بوڑھوں کی قدر کرو۔ نوجوانوں سے نرمی سے پیش آؤ۔ عوام کے قریب رہو۔ نیک و بد سب کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ حکمرانوں کی توہین مت کرو۔ کسی کو کمتر نہ سمجھو۔ اپنی مروت اور شرافت قائم رکھو۔ اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو۔ بغیر پرکھے ہوئے کسی پر اندھا اعتماد مت کرو۔ خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ کرو۔ اس شخص سے محبت کا اظہار نہ کرو جو تمہیں پسند نہ کرتا ہو۔ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو اور ان کی دعوت قبول نہیں کرو اور نہ ہدیہ قبول کرو۔ نرم گفتاری، ضبط وتحمل، حسن اخلاق، کشادہ دلی، اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لئے لازم رکھو۔ سواری میں ہمیشہ اچھی سواری کا استعمال کرو۔ حوائج ضروریہ کے لئے وقت مقرر کرلو۔ اپنے ساتھیوں سے غفلت نہ برتو۔ ان کی اصلاح کے لئے سب سے پہلے فکر کرو۔ اس کے ساتھ نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ انہیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری غلطیوں کی نشاندہی کریں۔

تعمیر سیرت:

نماز کی پابندی کرو اور سخاوت سے کام لو۔ بخیل آدمی کبھی بھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر رکھ لو جو تمہیں لوگوں کے حالات سے مطلع کرتا رہے اور جب تمہیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو۔ جب اصلاح ہو جائے تو اپنی عنایات اور رغبت کو بڑھا دو۔ جو شخص تم سے ملے اس سے ملو اور جو شخص تم سے نہ ملے اس سے بھی ملو۔ جو شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے تو تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔ جو کوئی بد خلقی کرے تم اس کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ اور عفو و درگزر سے کام لو۔ نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو۔ جو تم سے بے زار ہے اس سے ترک تعلق کر لو۔ حقوق العباد کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔

حقوق العباد:

اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے تو اس کی مزاج پرسی کرو۔ اگر کوئی تمہارے پاس آنا جانا چھوڑ دے تو تم نہ چھوڑو۔ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو تم صلہ رحمی سے کام لو۔ جو شخص تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت و احترام کرو۔ اگر کوئی تمہاری برائی کرے تو اسے درگزر کرو۔ جو شخص تمہارے بارے میں غلط مشہور کرے تو تم اس کے بارے میں اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حقوق پورے کرو۔ اگر کسی کو خوشی میسر آئے تو اسے مبارک باد دو۔ اگر کسی پر کوئی مصیبت

آئے تو اس کی غمخواری کرو۔ اگر کسی پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے تو اس کی مدد کرو۔ اگر کوئی فریادی ہو تو اس کی فریاد سنو۔ اگر کوئی مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کرو۔ لوگوں سے محبت اور شفقت کا اظہار کرو۔ سلام کو رواج دو، جان پہچان اور اجنبی سب لوگوں کے ساتھ۔

تعلیم و تربیت:

اگر مسجد میں کچھ لوگ تمہارے پاس مسائل پر گفتگو کر رہے ہوں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔ اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو اس کا جواب دو۔ جو شخص تمہاری مخالف کرے اور ایسی راہ دکھاؤ جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتاؤ مشکل اور گہرے مسائل بیان کرنے سے پرہیز کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کا غلط مطلب سمجھ لیں۔ لوگوں سے نرمی اور مہربانی کا سلوک کرو۔ کبھی کبھی ان سے مذاق بھی کر لیا کرو اس سے تمہارے لئے دوسروں کے دل میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ لوگوں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کو درگزر کرو اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ کسی کو بلاوجہ تنگ نہ کرو اور لوگوں کو ڈانٹنے سے بھی پرہیز کرو۔ آپس میں اس طرح گھل مل کر رہو کہ دیکھنے والا سمجھے کہ یہ ایک ہیں۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جسے وہ پسند کرتے ہوں۔ ان کے لئے وہی چیزیں پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

تزکیۂ نفس:

نفس کی حفاظت اور احوال کی دیکھ بھال کرو، فتنہ فساد سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تم سے بری بات کرتا ہے تو تم اس کے ساتھ اچھی بات کرو۔ اگر کوئی تمہاری باتیں غور سے سنتا ہے تو تم بھی اس کی بات غور سے سنو۔ اخلاصِ نیت سے لوگوں کا خیر مقدم کرو اور سچائی سے کام لو۔ غرور اور تکبر کو اپنے سے دور رکھو۔ دھوکہ بازی سے باز رہو خواہ لوگ تمہارے ساتھ دھوکہ کریں۔ امانت میں خیانت نہ کرو خواہ لوگ تمہارے ساتھ خیانت کریں۔ وفاداری اور تقویٰ پر مضبوطی سے قائم رہو۔ اہل کتاب سے ویسا ہی معاملہ رکھو جیسا وہ تمہارے ساتھ رکھتے ہیں۔

پس اگر تم نے میرے اس وصیت پر عمل کیا تو ہر آفت سے بچے رہو گے۔

دیکھو! اس وقت میں دو کیفیات سے دوچار ہوں۔ تم نظروں سے دور جا رہے ہو اس کا غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کی پہچان کر لو گے۔ خط و کتابت جاری رکھنا اور اپنی ضروریات سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو اور میں تمہارے باپ کی طرح ہوں۔

(امام اعظم ابوحنیفہؒ۔ باب پنجم)

قیمتی نصیحتیں

۱) جب اذان کا وقت ہو جائے تو فوراً نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔

۲) روزہ اور تلاوتِ قرآن کی عادت ڈالو۔

۳) کبھی کبھی قبرستان جایا کرو۔

۴) لہوولہب سے پرہیز کرو۔

۵) پڑوسی کی کوئی برائی دیکھو تو اس کی پردہ پوشی کرو۔

۶) تقویٰ اور امانت کو فراموش مت کرو۔

۷) جس خدمت کے انجام دینے کے قابل نہ ہو اسے ہرگز قبول مت کرو۔

۸) اگر کوئی شخص شریعت میں کسی بدعت کا موجد ہو تو اس کی غلطی کا اعلانیہ اظہار کرو تا کہ عوام کو اس کی تقلید کرنے کی جرأت نہ ہو۔

۹) علم حاصل کرنے کو سب سے مقدم رکھو۔

۱۰) جو آدمی کچھ پوچھے تو صرف سوال کا جواب دو، اپنی طرف سے کچھ اضافہ مت کرو۔

۱۱) شاگردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ دیکھنے والا ان کو تمہاری اولاد سمجھے۔

۱۲) جو بات کہو خوب سوچ سمجھ کر کہا اور وہی بات کہو جس کا کافی ثبوت دے سکو۔

(مقدمہ مسند امام اعظمؒ)

امام محمدؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہونا

امام محمدؒ کے زمانے میں کوفہ علم و ہنر کا گہوارہ بن گیا تھا۔ آپؒ ۱۴ سال کی عمر میں دینی مجالس میں شریک ہونے لگے تھے۔ ایک دفعہ آپ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا! ''آپ ایسے نابالغ لڑکے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد رات کو احتلام ہو جائے۔ کیا وہ عشاء کی نماز دوہرائے؟ امام صاحب نے فرمایا! جی ہاں! امام محمدؒ نے مسجد کے کونے میں جا کر عشاء کی نماز دوہرائی۔ امام ابوحنیفہؒ نے یہ دیکھ کر فرمایا! اگر اللہ نے چاہا تو یہ بچہ ضرور فلاح پائے گا۔

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے امام محمدؒ کے دل میں فقہ کی محبت ڈال دی۔ آپؒ فقہ کے علم کے حصول کے لئے پھر سے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں پہنچ گئے اور ان سے حلقۂ درس میں شرکت کی اجازت مانگی۔ امام صاحبؒ نے پوچھا! کیا تم نے قرآن حفظ کیا ہے؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ امام صاحب نے فرمایا! پہلے قرآن حفظ کر لو پھر مجلس میں شریک ہو کر سبق حاصل کر لینا۔

سات دن بعد امام محمدؒ پھر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے پورا قرآن حفظ کر لیا ہے۔ امام صاحب نے ان کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے ان کو اپنے حلقۂ درس میں شریک کر لیا۔ ایک مرتبہ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ یہ سوال

کسی سے سنا ہے یا تمہارے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔ امام محمد ؒ نے عرض کیا کہ کسی سے نہیں سنا بلکہ یہ میرے ذہن میں پیدا ہوا ہے۔ امام اعظم ؒ نے فرمایا! یہ تو بڑے لوگوں کا سوال ہے۔ آپ پابندی کے ساتھ درسِ فقہ میں شریک ہوا کریں۔ اس کے بعد امام محمد ؒ چار سال متواتر امامِ اعظم ؒ کے درس میں شریک ہوتے رہے اور مجلس فقہ کے تمام مسائل کے جوابات لکھ کر اسے مرتب کرتے رہے۔

(بلوغ الامانی ص۵)

امام ابو یوسف ؒ کو تنبیہ

ایک دفعہ امام ابو یوسف ؒ شدید بیمار ہو گئے اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ امام ابوحنیفہ ؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ امام ابو یوسف کو دیکھ کر امام اعظم ؒ نے فرمایا! اگر ان کا انتقال ہو گیا تو زمین پر ان کا کوئی جانشین ان جیسا نہ پایا جائے گا۔

یعنی امام اعظم ؒ نے ان کے کمالات کو سراہا۔ کچھ دنوں کے بعد امام ابو یوسف ؒ صحت یاب ہو گئے تو انہوں نے اپنی علیحدہ درس کی مجلس قائم کر لی۔ امام اعظم ؒ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے امام ابو یوسف ؒ کے پاس ایک شخص بھیجا کہ ایک فقہی مسئلہ پوچھ کر آئے۔ سوال یہ تھا کہ ایک آدمی نے دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا جب وہ مانگنے آیا تو دھوبی نے کپڑا دینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس کے پاس

دھوبی کپڑا لے کر آیا تو کیا اس دھوبی کی اجرت واجب ہوگی یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ ؒ نے اس شخص سے کہہ دیا کہ اگر ابو یوسف کہیں کہ واجب ہوگی تو کہہ دینا کہ غلط ہے۔ اور اگر کہیں کہ نہیں واجب ہوئی تب بھی کہہ دینا کہ غلط ہے۔

چنانچہ وہ شخص ان کے پاس گیا اور اسی طرح کیا جیسا بتلایا گیا تھا۔ امام ابو یوسف سوال سن کے گھبرا گئے اور سمجھ گئے فوراً امام ابوحنیفہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ان سے اس سوال کے بارے میں پوچھا؟ امام اعظم ؒ نے فرمایا کہ آپ کو یہاں دھوبی والا مسئلہ کھینچ لایا۔ پھر امام صاحب ؒ نے جواب دیا کہ اگر دھوبی نے کپڑا دھونے سے پہلے انکار کر دیا تھا تو وہ غاصب ہے اور غصب شدہ چیز کی مزدوری نہیں ہوتی۔ اگر کپڑا دھونے کے بعد انکار کیا تھا تو اس کی اجرت واجب ہوگی مگر وہ کپڑا لے کر آ گیا تو اس پر غصب کا جرم ساقط ہو گیا اور اجرت بدستور قائم رہی۔

(مناقب للموفق؛ ص۱۰۹)

طالب علموں کی مدد

امام ابو یوسفؒ اپنے زمانہ طالب علمی کا حال بیان کرتے ہیں کہ میں تنگی اور غربت کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کرتا تھا۔ ایک دن میری والدہ صاحبہ آئیں اور مجھے درس سے اٹھا کر لے گئیں اور کہا کہ ابوحنیفہؒ خوش حال آدمی ہیں تم تنگ دست ہو ان کی برابری نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس آمد و رفت بند کر دی۔

جب میری غیر حاضری کو کچھ دن گزر گئے تو امام صاحب نے حلقہ میں میرے متعلق دریافت کیا۔ چند دن بعد جب میں حلقہ درس میں حاضر ہوا تو امام صاحب نے غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے اپنی معاشی پریشانیوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے مجھ مجلس ختم ہونے پر ٹھہرنے کے لئے کہا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو انہوں نے مجھے ایک تھیلی دی اور فرمایا کہ اس سے کام چلاؤ اور درس میں برابر آتے رہو، جب یہ ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ اس تھیلی میں سو درہم تھے۔ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد مجھے اسی طرح رقم دیتے رہے۔ اسی طرح میں نے تعلیم مکمل کر لی۔ میں سترہ سال امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہا۔

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۶۵ بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۹۲)

فقہ کی اہمیت

قرآن کریم میں فقہ کے لئے ارشادات

فہم وفراست اور عقل ودانش اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ قرآن وحدیث کے احکامات ودلائل، اسرار ومعارف اور تعلیمات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ مومن ان نعمتوں سے مالا مال ہو۔

إِنَّ فِیْ ذَلِکَ لَآیَاتٍ ...... لِّقَوْمٍ یَتَفَکَّرُونَ O

(سورۃ الروم ۔ ۲۱)

بیشک اس (نظامِ تخلیق) میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں

إِنَّ فِیْ ذَلِکَ لَآیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَعْقِلُونَ O

(سورۃ الروم ۔ ۲۴)

بیشک اس (نظامِ تخلیق) میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں
جو عقل سے کام لیتے ہیں

﴿ وَتِلْکَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُونَ ﴾

(سورۃ الحشر ۔ ۲۱)

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں

إِنَّ فِیْ ذَلِکُمْ لآیَاتٍ لِّقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ O

(سورۃ الانعام ۔ ۹۹)

بے شک ان میں ایمان رکھنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں

قرآنِ کریم کی بیان کردہ حکمتوں اور احکامات سے تفقہ فی الدین کے حصول کے لئے عقل وفہم کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ عقلمند وہ نہیں جو ذاتِ باری تعالیٰ کا منکر ہو یا قرآن وحدیث کا منکر ہو اور ان کے لئے بے بنیاد دلائل لاتا ہو بلکہ عقلمندی کا میعار اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرما دیا ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ
إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ O

(سورۃ الزمر ۔ ۹)

فرما دیجئے! کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقلمند لوگ ہی قبول کرتے ہیں

عقلمند لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات اور نصیحتوں کو مانتے ہیں۔ قرآن کریم نے ہمیں یہ بتایا کہ کافر اور منافق، عقل وفہم اور دین کی سمجھ سے محروم رہتے ہیں۔

وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُواْ هَـذِهِ مِنْ عِندِ اللّهِ وَإِن تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌ يَقُولُواْ هَـذِهِ مِنْ عِندِكَ قُلْ كُلًّ مِّنْ عِندِ اللّهِ فَمَا

لِهَـؤُلاء الْقَوْمِ لا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثاً O

(سورۃ النساء ۔ ۷۸)

(ان کی ذہنیت یہ ہے کہ) اگر انہیں کوئی بھلائی (فائدہ) پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ (تو) اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی (نقصان) پہنچے تو کہتے ہیں کہ (اے رسول!) یہ آپ کی طرف سے (یعنی آپ کی وجہ سے ہے) آپ فرما دیجئے کہ (حقیقتاً) سب کچھ اللہ کی طرف سے (ہوتا) ہے۔ پس اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ O

(سورۃ انفال ۔ ۶۵)

اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے

لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۸۱)

کسی طرح انہیں سمجھ نہیں آتی

دین کی سمجھ سے محروم رہنا عیب ہے اور قابل مذمت ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو ملامت کی گئی ہے۔ اس کے برخلاف احکام دین کا علم و فہم حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نعمت قرار دیا ہے۔

﴿ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً ﴾

(سورۃ البقرہ ۔ ۲۶۹)

اور کس کو حکمت دی گئی اسے بہت بھلائی دی گئی

قرآنِ کریم میں جہاں حکمت کا لفظ آیا ہے مفسرین اس کی تشریح میں علم الفقہ مراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم کے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةً فَلَوْلاَ نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُواْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۲۲)

اور یہ نہیں ہوسکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ (یعنی خوب فہم وفراست) حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تا کہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی) سے بچیں۔

امام اعظمؒ ۔ علم حدیث میں صحابہ کرامؓ کے وارث ہیں

امام اعظم ابوحنیفہؒ علم حدیث میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے وارث ہیں۔ انہوں نے علم حدیث سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ اور امام میمون بن مہرانؒ سے حاصل کیا۔ ان دونوں ذریعوں سے حدیث کی سند حضرت صدیق اکبرؓ تک جاتی ہے۔

حضرت قاسم بن محمدؒ (متوفی ۱۰۸ھ) نے براہ راست اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہیں۔

امام ابوایوب میمون بن مہرانؒ (متوفی ۱۱۷ھ) کا شمار جزیرہ کے معتبر حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ انہوں نے براہ راست حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے روایت کی ہیں۔ امام میمون بن مہرانؒ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایات کی ہیں۔

امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ علم الحدیث میں حضرت سالم بن عبداللہؓ اور حضرت زید بن اسلمؓ کے شاگرد ہیں جو علم حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ کے وارث قرار پاتے ہیں۔ حضرت سالم بن عبداللہؓ حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ،

حضرت ابولبابہ بن عبدالمندر ؓ، حضرت رافع بن خدیج ؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت زید بن اسلم ؓ حضرت عمر فاروق ؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور حضرت عمر ؓ اور دوسرے صحابہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

امام اعظم ؓ علم حدیث میں حضرت موسیٰ بن طلحہ ؓ کے شاگرد ہیں جو حدیث میں حضرت عثمان غنی ؓ کے وارث ہیں۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ ؓ کی پیدائش رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوگئی تھی لیکن وہ ایمان بعد میں لائے۔ انہوں نے بارہ سال حضرت عثمان غنی ؓ کی صحبت میں گزارے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی ؓ کے علاوہ حضرت علی ؓ، حضرت ابوایوب انصاری ؓ، حضرت عثمان بن ابی العاص ؓ، حضرت بریدہ ؓ، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت ابوزر غفاری ؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

امام اعظم ؒ علم حدیث حضرت قاضی شریح بن حارث کوفی ؒ، حضرت علقمہ بن قیس کوفی ؒ اور حضرت مسروق بن اجدع ؒ سے سیکھا جو حضرت علی المرتضی ؓ کے علم حدیث میں وارث ہیں اور مشہور تابعی ہیں۔ ان تینوں کے شاگرد امام ابراہیم بن یزید نخعی ؒ، حضرت ابواسحاق سبیعی ؒ، اور امام سلمہ بن کہیل ؒ ہیں جو امام اعظم ؓ کے استاد ہیں۔

قاضی شریح بن حارث ؒ کی ولادت رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہوئی لیکن ان کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے ان

کو اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ان کے بعد قاضی شریحؒ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت امیر معاویہؓ یہاں تک کہ حجاج بن یوسف کے دور تک کوفہ کی مسندِ قضاء پر تقریباً ساٹھ سال فائز رہے۔ حجاج کے زمانے میں انہوں نے کوفہ کے قاضی سے استعفیٰ دینے کے بعد بصرہ میں ایک سال تک قاضی کا عہدہ سنبھالا۔ انہوں نے ایک سو بیس (۱۲۰) سال عمر پائی اور ۷۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ قاضی شریحؒ نے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عروہ بن جعدؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام اعظمؒ نے اپنے شیخ حضرت عمرو بن عبداللہ بن عبید المعروف ابواسحاق سبیعیؒ سے علم حاصل کیا اور انہوں نے اپنے شیخ حضرت مسروق بن اجدعؓ سے حاصل کیا۔ شیخ حضرت مسروق بن اجدعؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابیؓ بن کعبؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام اعظمؒ کے شیخ سلمہ بن کہیلؒ نے اپنے استاد حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ سے علم الحدیث حاصل کیا۔ حضرت علقمہؒ نے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت زید بن ثابتؓ،

حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابیؓ بن کعبؓ، حضرت ابومسعود انصاریؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

(ابن ابی حاتم: الجراح والتعدیل: ۶/۴۰۴)

امام اعظمؒ نے جن بزرگ ہستیوں سے علم الحدیث حاصل کیا ان میں امام باقرؒ بھی شامل ہیں۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ۵۶ھ میں ہوئی اور انتقال ۱۱۴ھ میں ہوا۔ آپ مدینہ منورہ کے بہت بڑے عالم اور فقیہہ تھے۔ آپ نے جن صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت علی بن حسین (زید العابدینؓ)، اور حضرت محمد بن علیؓ المعروف محمد بن حنفیہؓ شامل ہیں۔

امام اعظمؒ نے تابعین میں امام شعبیؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کا نام عامر بن شرجیل یا عمرو بن شرجیل تھا۔ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جن صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت جریر بن عبداللہؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،

حضرت سمرہ بن جندب فزاریؓ، حضرت عبادہ بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عوف بن مالکؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت مقداد بن معدیکربؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوموسیٰ انصاریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت اسماء بنت عمیسؓ، حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؓ، حضرت فاطمہ بنت قیسؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ شامل ہیں۔ (خطیب بغدادی: تاریخ بغدادی: ۱۲/۲۲۷)

امام اعظمؒ نے حضرت عکرمہ بن عبداللہؒ (تابعی) سے علم حدیث اخذ کیا۔ آپ عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا تعلق بربر قوم سے تھا۔ محدثین میں آپ کا بہت بلند مقام تھا۔ آپ نے جن صحابہ کرام سے احادیث روایت کی ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ،، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت صفوان بن امیہؓ، حضرت

حجاج بن عمرو انصاریؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حمنہ بنت جحشؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ابوقتادہ انصاریؓ، حضرت ابوعمارہ انصاریہؓ۔

امام مزیؒ، امام ذہبیؒ اور امام سیوطیؒ کے مطابق عکرمہ بن عبداللہؒ حدیث کے امام ہیں۔

امام اعظمؒ کے سب سے بڑے استاد امام حماد بن ابی سلیمانؒ کا شمار عراق کے بڑے فقیہہ اور محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ نسبی لحاظ سے اشعری اور کوفی کہلاتے تھے۔ امام حمادؒ نے صحابہ کرام میں حضرت انس بن مالکؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ تابعین میں حضرت ابراہیم معرؒ سے فقہ سیکھی ہے۔ آپ نے مندرجہ ذیل اکابرین تابعین سے احادیث روایت کی ہیں۔

امام ابووائلؒ، امام زید بن وھبؒ، امام سعید بن مسیّبؒ، امام سعید بن جبیرؓ، امام عامر شعبیؒ، امام عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، امام حسن بن یسار بصریؒ، امام عبداللہ بن بریدہؒ اور امام عبدالرحمٰن بن سعدؒ۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام حمادؒ کثرت سے روایت کرنے والے نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ روایت کا دور شروع ہونے سے پہلے وفات پا گئے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کہ امام حمادؒ کے دور میں احادیث بیان نہیں ہوتی تھیں اور آئمہ احادیث کے بغیر ہی مختلف مسائل کا حل تلاش کر لیا کرتے تھے۔ امام ذہبیؒ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح بعد کے آئمہ حدیث ایک حدیث کا متن کئی

طریقوں سے حاصل کرنے کے بعد کثیر الحدیث کہلائے اس طرح کا رجحان اس وقت نہیں تھا۔ اور نہ ہی اس وقت بعد میں آنے والے محدثین کو تصدیق کے لئے پہلے راویوں کی سند کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بہت قریب کا تھا اس وجہ سے احادیث کی اسناد کی ضرورت نہیں پیش آتی تھی۔

امام حمادؒ کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث میں ایک استاد امام اعمشؒ تھے۔ آپ کا پورا نام ابو محمد سلیمان بن مہران اعمشؒ تھا۔ آپ بنو کاہل کی شاخ بنو اسد سے نسبت کے سبب اسدی کہلاتے ہیں۔ آپ کوفہ کے مشہور حافظِ حدیث تھے۔ اصلاً آپ کا تعلق ''رے'' سے تھا۔ آپ نے صحابہ کرام میں حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے علاوہ جن تابعین سے احادیث رویت کی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

امام عکرمہؒ بن عبداللہ، امام ابووائل شفیق بن سلمہؒ، امام زید بن وہبؒ، امام عمارہ بن عمیرؒ، امام ابراہیم تیمیؒ، امام ابوصالح ذکوانؒ، امام سعید بن جبیرؒ، امام مجاہدؒ، امام ابوعمرو شیبانیؒ، امام زر بن حبیشؒ، امام عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، امام ہلال بن سیافؒ، امام ابوحازم اشجعیؒ، امام معرور بن سویدؒ، اور امام ابراہیم نخعی۔

علم الحدیث اور فقہ الحدیث کے دائرہ کار

علم الحدیث:

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (متوفی ۹۰۲ھ) نے ان الفاظ میں علم الحدیث کی تعریف کی ہے۔

"جس قول، فعل، تقریر (سکوت)، صفت یہاں تک کہ سونے اور جاگنے کے حرکات وسکنات کی نسبت اور اشارہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف ہو وہ علم الحدیث کہلاتا ہے۔"

اس تعریف کی رو سے پانچ باتیں علم الحدیث میں شامل ہیں:

۱) رسول اللہ ﷺ کے ارشادات واقوال

۲) رسول اللہ ﷺ کے افعال واحوال

۳) رسول اللہ ﷺ کا کسی صحابی کے عمل پر سکوت

۴) رسول اللہ ﷺ کی صفاتِ خِلقیہ (شمائل وخصائل) اور صفاتِ خُلُقیہ (اخلاق وعادات)۔

محدث کہلانے کا حقدار وہ شخص ہے جسے کثیر احادیث حفظ ہوں اور وہ راویوں کی جرح وتعدیل کا بھی علم رکھتا ہو۔

علم حدیث کی دو بنیادی اقسام:

۱) روایتِ حدیث ۲) درایتِ حدیث

روایتِ حدیث:

علامہ محمد ابوالفضل الوراقی الجیز اویؒ (متوفی ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں!

" وہ علم جو حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال، تقریرات، صفات اور ان کو روایت کرنے، ان کو محفوظ کرنے اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو علم الحدیث بالروایۃ کہلاتا ہے۔"

درایتِ حدیث:

امام محمد بن ابراہیم انصاری اکفائی (متوفی ۷۹۴ھ) نے اس کی تعریف یوں کی ہے!

" وہ علم جس میں روایتِ حدیث کی حقیقت، اس کے شرائط، اس کی اقسام، اس کے احکام، روایت کا حال اور ان کے شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت حاصل ہو۔ وہ علم الحدیث بالدرایۃ کہلاتا ہے۔"

علم الفقہ:

" فقہ ان عملی شرعی احکام کا علم ہے جنہیں تفصیلی دلائل سے اخذ کیا گیا ہو"

یہاں علم سے مراد کسی شے کے جاننے کے ہوتے ہیں۔ جس میں یقین اور ظن دونوں شامل ہوں کیونکہ احکام کبھی دلیل قطعی سے ثابت ہوتے ہیں اور کبھی دلیل ظنی سے۔ علم کا لفظ مطلقاً جاننے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

علم بالاحکام

اس سے مراد ہے کہ فقہ احکام کا علم ہے۔ احکام کا لفظ استعمال کرنے سے وہ تمام علوم فقہ کے دائرے سے خارج ہو جاتے ہیں جن کا تعلق احکام سے نہیں ہے۔ مثلاً ذات وصفات اور افعال کا علم۔ احکام جمع ہے حکم کی اور حکم قانون کو کہتے ہیں۔ پس فقہ کا مطلب ہے " قانون کا علم۔ "

قانونِ شریعہ

فقہ قانونِ شریعہ کا نام ہے۔ وہ تمام احکام جو شریعت کے دائرے میں نہیں آتے خارج ہو جاتے ہیں۔ شرعی احکام کے دائرے میں جو احکام آتے ہیں وہ ایمانیات، عقائد، عبادات، اعمال، اخلاقیات اور وہ احکام جن کے کرنے سے منع کیا گیا ہو۔

ایسے تمام اعمال و افعال جن کا تعلق عملی شرعی احکام سے ہو گا وہ فقہ کے دائرے میں آئیں گے مثلاً عبادات، معاملات، وہ احکام جن یں جرائم اور سزا کا بیان ہو جیسے قتل، چوری، ڈاکہ، غصب اور آبروریزی وغیرہ کی سزا۔

احادیث مبارکہ میں فقہ کا حکم

" اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا

فرما دیتا ہے ’’ (بخاری، مسلم، مشکوۃ کتاب العلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ’’ جو دور جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں جبکہ ان میں دین کی فقہ یعنی دین کی سمجھ ہو ’’ (بخاری)

اس حدیث مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے افضل اور بہتر ہونے کی جو خوبی بیان کی ہے وہ فقہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لئے فقیہ ہونے کی دعا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی!

﴿ اَللّٰھُمَّ فَقِّہْہُ’’ فِی الدِّیْن ﴾

اے اللہ! اسے دین کا فقیہ بنا دے۔

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!
ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ کتاب العلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میرے کلام کو سن کر اچھی طرح یاد کیا اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔ (مشکوۃ کتاب العلم)

فقہاء کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ اچھا کردار اور دین کی سمجھ بوجھ۔

(جامع ترمذی: کتاب العلم)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو فقہ (قرآن و حدیث کی سمجھ اور پختگی) عطا فرما دیتا ہے اور میں ہی تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ مجھے عطا کرنے والا ہے۔

(صحیح بخاری: کتاب العلم)

حدیث میں سند و روایت کی حفاظت اس امت کے محدثین کرتے ہیں اور حدیث کے معنی اور درایت کا فریضہ اس امت کے فقہاء عظام نے انجام دیا۔ فقہاء کرام کو حدیث پر مکمل دسترس حاصل ہوتی ہے۔ اگر فقہاء کرام کا غیر فقہاء محدثین سے موازنہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ محدثین مواعظ، قصص، فضائل اور ہر قسم کی روایات کا احاطہ کرتے ہیں۔ جبکہ فقہاء کرام زیادہ تر ان حدیثوں سے غرض رکھتے ہیں جن سے کوئی نہ کوئی شرعی حکم نکلتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کی نسبت فقہاء کی روایت کی تعداد بہت کم ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ایک جگہ محدثین کرام کی ایک جماعت تشریف فرما تھی کہ مردہ کو نہلانے والی ایک عورت آئی اور اس نے سوال کیا! حیض والی عورت

مردہ کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ امام یحییٰ بن معین، ابوخثیمہ، زہیر بن حرب، خلف بن سالم وغیرہ جید محدثین کرام ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ کسی کو اس کا جواب نہ آیا۔ اس دوران امام ابوثور جو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے وہاں تشریف لائے۔ اس عورت نے اپنا مسئلہ ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا! ہاں! حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے۔ کیونکہ آقائے دو جہاں ﷺ نے ایک موقع پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ حیض کی حالت میں حضور ﷺ کے سر مبارک پر پانی ڈال کر مانگ نکالتی تھیں۔ جب ایک مخصوص حالت میں زندہ شخص کے سر پر پانی ڈالا جا سکتا ہے تو مردہ کو غسل کیوں نہیں دیا جا سکتا۔

امام ابوثورؒ کا یہ فتویٰ جب محدثین نے سنا تو اس حدیث کی اسناد پر گفتگو شروع کر دی کہ یہ روایت فلاں سے بھی مروی ہے۔

(تاریخ بغدادی ج۶ص۶۶)

علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں! جان لو کہ حدیث میں بڑی باریکیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں۔ یہ باریکیاں اور پیچیدگیاں کبھی تو ان کی روایت اور نقل میں ہوتی ہیں اور کبھی ان کے معنی میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

(دفع شبہ التشبیہ :ص۲۶)

فقہ کی ابتداء

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں احکام کی اقسام نہیں ہوا کرتی تھیں۔ رسولِ کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے تھے کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے۔ صحابہ آپ ﷺ کو دیکھ کر وضو کرتے تھے۔ نماز کا بھی یہی حال تھا۔ بعض صحابہ فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل اور تفریق نہیں کیا کرتے تھے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی قوم کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تیرا (۱۳) مسائل سے زیادہ نہیں پوچھے جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں۔ البتہ جو واقعات غیر معمولی طور پر پیش آتے تھے ان کے بارے میں صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ ان کا جواب دیتے تھے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ نے اس پر ان کی تعریف کی یا اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس قسم کے معاملات عام مجمع میں ہوا کرتے تھے اور لوگ آنحضرت ﷺ کے اقوال (فتوؤں) کا خاص طور پر لحاظ رکھتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد فتوحات کا سلسلہ نہایت وسیع ہوا اور تہذیب و تمدن کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ مختلف واقعات اس کثرت سے پیش آتے کہ

اجتہاد و استنباط کی شدید ضرورت پیش آئی۔ جن احکامات کی زیادہ تفصیل نہیں تھی ان کو تفصیلاً دیکھنا پڑا۔ مثلاً کسی شخص نے نماز میں غلطی سے کوئی عمل ترک کر دیا۔ اب بحث پیش آئی کہ اس کی نماز ہوئی یا نہیں۔ اس بحث کے پیدا ہونے کے ساتھ یہ تو ممکن نہ تھا کہ نماز میں جس قدر اعمال تھے سب کو فرض قرار دیا جائے۔ صحابہ کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز میں کتنے ارکان فرض یا واجب ہیں۔ کتنے مسنون و مستحب۔ اس تفریق کے لئے جو اصول قرار دئے جاسکتے تھے ان پر تمام صحابہ کا متفق ہونا ممکن نہ تھا۔ اس لئے مسائل میں رائے کا اختلاف ہو گیا اور اکثر مسئلوں میں مختلف صحابہ کرام کی مختلف رائے ہوتیں تھیں۔ بہت سے مسائل ایسے سامنے آئے جن کا وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں پایا جاتا تھا۔ صحابہ کرامؓ کو ان صورتوں میں استنباط اور قیاس سے کام لینا پڑا۔ ان اصولوں کے طریقے ایک جیسے نہیں تھے اس لئے اختلاف پیدا ہوئے۔ غرض صحابہ ہی کے زمانے میں احکام اور مسائل کا ایک دفتر بن گیا اور جدا جدا طریقے قائم ہو گئے۔ (سیرۃ النعمان: ص ۲۱۹)

مجتہد صحابہ کرامؓ اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے۔ لیکن بدلتے حالات کے پیش نظر تابعین کے دور میں علماء اور فقہاء احادیثِ نبوی اور فقہ و فتاویٰ کی تدوین کا کام شروع کر دیا۔

شیخ ابوزہری مصریؒ لکھتے ہیں! مدینہ منورہ کے فقہاء حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، اور ان کے بعد کے تابعین

کے فتاویٰ جمع کرنے لگے۔ وہ ان کو دوسرے مسائل کے لئے حوالے کے طور پر قرار دینے لگے۔ عراق کے فقہاء حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فتاویٰ اور قاضی شریح اور دیگر قاضیوں کے فیصلوں کو جمع کرتے۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعہ میں جمع کیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام حمادؒ کا بھی ایک مجموعہ تھا۔ یہ مجموعے کتابوں کی حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی حیثیت ان کی ذاتی ڈائری کی ہوتی تھی جس سے ضرورت کے وقت رجوع کیا جاتا تھا۔

(حیات امام ابوحنیفہؒ:ص ۳۳۸)

امام ابوحنیفہ کا یہ کارنامہ ہے کہ آپ نے مسائل کے استنباط کے قواعد وضع کئے جس کی وجہ سے فقہ جو ابتداء میں جزئیاتِ مسائل کا نام تھا ایک مستقل فن بن گیا۔ بعد میں امام اعظمؒ کے شاگردوں نے اسے منظّم اور کتابی شکل میں مرتب کیا اور علمِ فقہ کی اشاعت کی۔

امام ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں لکھا ہے کہ امت مسلمہ میں دین، فقہ اور علم اصحابِ رسول عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ کے ذریعہ پھیلا۔ اہل مدینہ کا علم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے ہے۔ اہل مکہ کا علم عبداللہ بن عباسؓ سے اور اہل عراق کا علم عبداللہ بن مسعودؓ سے ہے۔ (اعلام الموقعین ۱۶/۱)

کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں علقمہ بن قیسؒ (متوفی

۹۶ھ) رسول اللہ ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عبداللہ بن مسعود ؓ کے علاوہ حضرت عمر ؓ، حضرت عثمان ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت سعد ؓ، حضرت حدیفہ ؓ، حضرت ابودرداء ؓ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ، حضرت خالد بن ولید ؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت کیں ہیں۔ حضرت علقمہ بن قیس ؒ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے علم کے حقیقی وارث تھے۔

علقمہ بن قیس ؒ سے ابراہیم بن یزید نخعی ؒ (متوفی ۹۶ھ) نے علم فقہ حاصل کیا۔ آپ ؒ علقمہ بن قیس ؒ کے بھانجے تھے۔

حضرت ابراہیم بن یزید نخعی ؒ سے حماد بن ابی سلیمان مسلم (متوفی ۱۲۰ھ) نے علم فقہ حاصل کیا۔ اس کے علاقہ انہوں نے سعید بن مسیّب ؒ، سعید بن جبیر ؒ، عکرمہ ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ، حسن بصری ؒ، اور شعبی ؒ سے علم حاصل کیا۔

حضرت حماد ؒ سے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ نے تعلیم حاصل کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے فقہی مکتب کی اشاعت اور ترویج کا کام کیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی ؒ فرماتے ہیں! صحابہ کرام اور تابعین عظام نے علم شریعت کو مرتب نہیں کیا تھا۔ اور نہ اس کے ابواب ترتیب دئے تھے اور نہ ہی کوئی کتاب مرتب کی تھی۔ وہ صرف اپنی قوتِ حافظہ پر اعتماد کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے جب علم الدین کو منتشر دیکھا تو ضائع ہونے کا خوف محسوس کیا۔ پھر انہوں نے اس کی تدوین کی اور اس کے ابواب کی ترتیب دی۔ سب سے پہلے کتاب الطہارت

پھر کتاب الصلوٰۃ اور پھر عبادات اور معاملات اور آخر میں کتاب الموت کو رکھا۔ طہارت اور نماز سے ابتدا اس لئے کی، یہ اہم ترین عبادات میں سے ہیں۔ کتاب الموت کو آخر میں اس لئے لکھا کہ انسان کی آخری حالت یہی ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط بھی لکھیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعد کے سارے لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی عیال ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ جس نے امام ابوحنیفہؒ کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا وہ علم میں کمال حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرسکتا ہے۔

امام شافعیؒ نے جس طرح امام صاحبؒ کی شان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اس سے ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ امام شافعیؒ خود امام صاحب کی تقلید و پیروی کرتے۔ لیکن ایسا اس لئے نہیں ہوسکا کہ امام شافعیؒ ان کے علم اور ان کی ذہانت، ان کی حاضر جوابی، ان کی استدلال کی قوت سے متاثر تھے لیکن قرآن کی نص کی تشریح اور استنباط میں وہ اپنی رائے رکھتے تھے اسی وجہ سے بہت سے مسائل میں اس کا موقف امام ابوحنیفہؒ سے مختلف ہے۔

حضرت ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔ جس شخص کو علم مغازی سیکھنے کا ارادہ ہو تو وہ مدینہ منورہ جائے اور جس کو مسائل حج سیکھنا ہوں وہ مکہ مکرمہ جائے اور جو علم الفقہ سیکھنا چاہتا ہو وہ کوفہ جا کر امام ابوحنیفہؒ کی شاگردی اختیار کرے۔

امامِ اعظم ؒ کے فقہ کے لئے اصول

امام ابوحنیفہ ؒ نے مسائل کے استنباط اور استخراج کے لئے سات اصول مرتب کئے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریرات

۳۔ حضراتِ صحابہ ؓ کا عمل اور ان کے فتاویٰ

۴۔ اجماع۔ یعنی اہل علم کا کسی دور میں کسی مسئلہ پر اتفاق کر لینا

۵۔ قیاس۔ یعنی کسی ایسے مسئلہ کا حکم جس کا بیان نہیں آیا ہے کسی ایسے مسئلہ سے نکالنا جس کا حکم معلوم ہو۔

۶۔ استحسان۔ علماء نے فرمایا! قیاس کی ایک واضح قسم ہے اور اس کا اثر ضعیف ہوتا ہے اور دوسری قسم غیر واضح ہے لیکن اس کا اثر قوی ہوتا ہے۔ پہلی قسم کو قیاس کہتے ہیں اور دوسری قسم کو استحسان۔

۷۔ عرف ۔ وہ مروجہ طریقہ ہے جس پر لوگوں کا عمل ہو۔

علامہ ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں کہ یہ اصول امام صاحب کی اپنی مرضی کے نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اسے متعدد طریقوں سے قرآنی حکم اور رسول اللہ ﷺ کے مختلف اقوال سے اخذ کئے ہیں۔

عبداللہ بن مبارک ؒ نے امام ابوحنیفہ ؒ سے روایت کی ہے کہ کتاب اللہ

میں حکم ہوتے ہوئے کسی کو اپنی رائے سے بولنے کا حق نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت کے موجود ہوتے ہوئے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اجماع کے ہوتے ہوئے کسی کو بولنے کا حق نہیں۔ جس امر میں صحابہ کا اختلاف ہوا ہے تو ہم اس قول کو لیتے ہیں جو قرآن کے قریب تر ہو یا سنت کے قریب تر ہو۔ اس کے بعد ہی قیاس کیا جاتا ہے اور اپنی رائے سے اجتہاد وہ شخص کر سکتا ہے جس کو اختلاف کا علم ہو اور قیاس کو جانتا ہو۔ اسی پر امام ابوحنیفہؒ کا عمل تھا۔

فقہ اسلامی کے چار ماخذ بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ کتاب اللہ۔ قرآن کریم

۲۔ سنتِ رسول اللہ ﷺ

۳۔ اجماع

۴۔ قیاس

بعض فقہاء قیاس کو فقہ کا ماخذ تسلیم نہیں کرتے۔ اسی طرح مسالک اربعہ میں قیاس کی صورتیں، شرائط اور اصول الگ الگ ہیں۔ بعض اہل علم فقہ کے لئے دس اصول بیان کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن کریم

۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ

۳۔ خلفائے راشدین کا عمل

۴۔ اجماع

۵۔ قیاس

۶۔ مسلمان حکمرانوں کے ایسے احکامات جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہوں۔

۷۔ ثالثوں کے وہ فیصلے جن میں قرآن وسنت اور اجماع کی نفی نہ ہوتی ہو۔

۸۔ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے اپنے گورنروں اور سفیروں کے لئے جاری کردہ احکامات۔

۹۔ بین الاقوامی تعلقات سے متعلق قانون سازی جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔

۱۰۔ ایسی عادات اور رسم ورواج جو قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو۔

استحسان

استحسان قیاس جلی کے مقابلہ میں قیاس خفی (قوی قیاس) کا نام ہے۔

امام صاحب نے نزدیک قیاس کے بعد استحسان کا درجہ ہے۔ بعض مرتبہ امام صاحب قیاس کے مقابلہ میں استحسان کو اختیار کرتے تھے۔ استحسان بھی قیاس کی طرح دلیل شرعی ہے۔ بعض حضرات امام صاحبؒ پر الزام لگایا کہ آپ استحسان پر عمل کرتے

ہیں لیکن اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ استحسان قرآن اور سنت دونوں سے ثابت ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی آیت بتائی۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ O

(سورۃ الزمر ۔ ۱۸)

جو لوگ بات کو سنتے ہیں اور پھر اس میں سے جو بہتر ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔
یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں

اور حدیث ارشاد فرمائی!

ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللّٰہ حسن

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاریؒ، باب ماجاء فی ضرب شارب الخمر، حدیث نمبر ۳۷۷۶_۲۶۶/۲۳)

استحسان پر حنفی فقہاء کے علاوہ دوسرے آئمہ فقہ نے بھی عمل کیا ہے۔
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استحسان کا عمل شاگردوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا۔
امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے تلامذہ دلائل اور استنباط کے معاملے میں ان سے بحث مباحثہ کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کہتے کہ میں اس مسئلہ میں استحسان پر عمل کر رہا ہوں تو پھر کوئی اس مسئلے پر ان سے بحث نہیں کرتا تھا۔

(مناقب ابی حنیفہ للموفق: ۸۱/۱)

عرف

قیاس اور استحسان کی طرح عرف بھی امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دلیل ہے۔

امام موفق احمدؒ فرماتے ہیں کہ جہاں نص اور قول صحابی دونوں نہ ہوں تو قیاس پر عمل کرنا چاہئے۔ جب تک کہ وہ سازگار رہو اور اگر قیاس کا نتیجہ حالات کے موافق نہ ہو تو استحسان کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر یہ بھی درست نہ ہو رواج کے مطابق لوگوں کا عمل دیکھا جائے اور اس کے مطابق کیا جائے۔ اس کو فقہ کی اصطلاح میں عرف کہتے ہیں۔

امام صاحبؒ کے فقہی منہج اور اصول استنباط پر اگر گہری نظر ڈالی جائے اور اس کا احاطہ کیا جائے تو یہ کل سات ترتیب وار اصول ہیں۔ جن سے امام صاحب احکام میں اجتہاد و استدلال کرتے ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اقوالِ صحابہؓ، اجماع، قیاس، استحسان اور عرف۔

یہ تمام چیزیں دیگر آئمہ کے ہاں بھی موجود ہیں لیکن الزام صرف حنفی فقہ پر کیا جاتا ہے اور اس کی آڑ میں امام اعظمؒ پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ حقیقت پسندانہ مباحثہ اور علمی مذاکرہ نہیں ہوتا بلکہ تعصب اور عناد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن فقہ حنفی جن عظیم اور مضبوط اصولوں اور بنیادوں پر قائم ہے کہ راہ میں آنے والی رکاوٹیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں۔

فقہ کی تدوین

انسانی معاشرہ وقت کے ساتھ ساتھ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ معاشرے میں رہتے ہوئے انسان ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہنے کی لاکھ کوشش کر لے لیکن وہ لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ مسلمان کیونکہ عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی شریعت کے پابند ہیں اس لئے اسے عبادت کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم پر احکاماتِ شریعت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ صرف عبادات میں اتنی جزیات وفروعات ہیں کہ ہر ایک مسلمان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ پورے قرآن کو معنی و تفسیر کے ساتھ حفظ رکھے اور تمام احادیث کو مع سند کے یاد رکھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ شعبے بنا دئے جائیں اور ایک طبقہ علم دین کے حصول، اس کی ترقی و ترویج اور نشر و اشاعت کا کام کرے۔ ہر شعبے کے ماہرین کی رائے کو معتبر تسلیم کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○

(سورۃ النحل ۔ ۴۳)

علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

عوام الناس کو اس بات کا پابند کر دیا گیا کہ دین کا علم علماء سے سیکھیں۔ اس ضرورت کو سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے محسوس کیا۔ آپ نے اپنی پوری خدا داد صلاحیت کو قرآن، حدیث اور اقوالِ صحابہ سے مسائل کے استخراج و

استنباط میں صرف کر دیا۔ جو کہ امتِ مسلمہ پر ایک عظیم تر احسان ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے ہی میں اطراف کے علاقوں سے سینکڑوں استفتاء امامِ اعظمؒ کی خدمت میں آنے لگے تھے تو آپ نے یہ ارادہ کیا کہ احکام و مسائل کے وسیع اور کثیر جزئیات کو اصولوں کے ساتھ ترتیب دے کر ایک جامع فن کی شکل دی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے اسلامی دستور مشعلِ راہ بن جائے۔

آپ نے یہ کام اس وقت کیا جب نئے نئے قسم کے فتنے شروع ہو چکے تھے۔ گمراہ لوگوں میں احادیث گھڑنے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اگر فقہ مرتب نہ ہوتا تو بعد کے آنے والوں کو صحیح و غلط میں تفریق کرنا ناممکن ہو جاتا۔

امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کے لئے اپنے شاگردوں میں سے چالیس نامور افراد جو اپنے فن کے ماہر تھے ان کا انتخاب کیا اور ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی۔ یہ سب آئمہ حضرات درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ ان ارکانِ کمیٹی میں امام ابو یوسفؒ، داؤد طائیؒ، یحییٰ بن ابی زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جنہیں روایت اور حدیث و آثار میں خاص کمال حاصل تھا۔ حضرت قاسم بن معنؒ اور امام محمدؒ عربیت اور ادب میں مہارت رکھتے تھے جبکہ امام زفرؒ قوتِ استنباط میں مشہور تھے۔ انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا گیا کہ جو لوگ قانون کے علاوہ دیگر علوم اور معاملات کے ماہر ہوں انہیں بھی کمیٹی میں شامل کیا جائے تاکہ مختلف صلاحیتوں کے ماہرین سے استفادہ حاصل کیا جائے۔

تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ امام اعظمؒ اپنی مسند پر بیٹھ جاتے اور آپ کے سامنے مسئلہ پیش کیا جاتا۔ آپ اس مسئلہ پر اپنے شاگردوں سے رائے لیتے۔ بعض اوقات بحث ومباحثہ میں ان کی آوازیں بلند ہونے لگتیں اور دیر تک بحث ہوتی رہتی۔ امام اعظمؒ ان کی گفتگو خاموشی کے ساتھ سنتے رہتے پھر جب آپ گفتگو شروع کرتے تو سب طرف خاموشی چھا جاتی۔

امام صاحب اپنے تلامذہ سے بحث کرتے، کبھی تو آپ کے اصحاب دلائل سن کر آپ کی بات مان لیتے اور کبھی آپ کے دلائل کے مقابلہ میں اپنے دلائل پیش کرتے۔ امام اعمشؒ آپ کے طریقہ کار پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

" جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو اس کے اراکین اس مسئلے کو اس قدر گردش دیتے اور اس کے ہر پہلو کا اس قدر غور سے جائزہ لیتے کہ بالآخر اس کا حل روشن ہو جاتا۔"

امام اعظمؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد شوریٰ پر رکھی، اپنی رائے مسلط نہیں کی۔ آپ کا مقصد دین میں اختیاط اور اللہ اور رسول کریم ﷺ سے عقیدت اور پرخلوص تعلق قائم کرنے کی بھرپور کوشش تھا۔ بعض اوقات تو کسی مسئلہ پر ایک ایک ماہ تک بحث ہوتی۔ آپ بحث کو اس وقت تک جاری رکھتے جب تک اس کے تمام پہلو روشن اور واضع نہ ہو جاتے۔ جب بات کسی نتیجہ پر پہنچ جاتی تو امام ابو یوسفؒ اسے اصول میں درج کر لیتے اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کئے۔

خطیب بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی مسئلہ پر بحث شروع ہو جاتی اور

امام عافیہؒ اس وقت موجود نہ ہوتے تو امام اعظمؒ فرماتے کہ اس بحث کو عافیہؒ کے آنے تک ختم نہ کرو۔ جب عافیہؒ آ جاتے اور سب کی رائے سے متفق ہو جاتے تو امام صاحب فرماتے کہ اب اس مسئلہ کو لکھ لو۔ (تاریخ بغدادی: ج ۱۲ ص ۱۰۸)

ان چالیس میں بارہ ائمہ کی ایک اور خصوصی کمیٹی تھی جو فیصلوں کو حتمی شکل دیتی اور پھر انہیں تحریر کر لیا جاتا۔ ان میں امام اعظمؒ کے علاوہ امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، داؤد طائیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، یحییٰ بن زکریہؒ، حبان بن علیؒ، مندل بن علیؒ، عافیہ بن یزیدؒ، علی بن مسہرؒ، علی بن ظبیانؒ، قاسم بن معنؒ، اسد بن عمرؒ شامل تھے۔

محدث ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں! امام اعظمؒ نے تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) مسائل طے کیئے۔ ان میں سے اڑتیس ہزار (۳۸۰۰۰) عبادات سے متعلق ہیں اور پینتالیس ہزار (۴۵۰۰۰) معاملات سے متعلق تھے۔

(ذیل الجواہر: ج ۲ ص ۴۷۲)

ابتداء میں حنفی مذہب کا اثرات کا سبب قاضیوں کا تقرر تھا۔ لیکن سیاسی اثرات کے علاوہ اور بھی اسباب حنفی فقہ کی ہر دل عزیزی کا باعث بنے۔ مثلاً عام لوگوں کا حنفی فقہ سے آسانی سے مانوس ہو جانا، امام اعظمؒ کے شاگردوں کی محنت اور اخلاص۔ ان دنوں مسائل پر مختلف مذاکرے اور مباحثے ہوتے تھے ان میں فقہ حنفی

کے دلائل عام لوگوں میں مقبولیت کا باعث بنے۔

شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے جس قدر مسائل مدوّن کیئے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار سے زیادہ تھی۔ شمس الائمہ کردریؒ نے لکھا ہے کہ یہ مسائل چھ لاکھ تھے۔ یہ خاص تعداد شاید صحیح نہ ہو لیکن اس بات میں کچھ شبہ نہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ امام محمدؒ کی جو کتابیں آج موجود ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ امام اعظمؒ نے اپنے شاگردوں کو تدوینِ فقہ میں اس قدر ماہر بنا دیا تھا کہ یہ کام آپ کے انتقال کے بعد بھی جاری رہا۔

اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے علم فقہ کی مسائل ان کے ابواب کے مطابق تحریر کرانے والے امام اابو حنیفہؒ ہیں۔ اس سے پہلے صحابہ کرامؓ اپنی یادداشت سے مسائل کا حل بتاتے تھے۔ چالیس کبار علماء جو امام صاحب کے خاص شاگرد تھے آپ کی اس کام میں مدد کرتے تھے۔ یہ امام صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا فقہی کارنامہ ہے۔

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ کے قسم عبادات کے مقدمہ میں لکھا ہے!

امام ابو حنیفہؒ نے امام حمادؒ سے علم حاصل کیا۔ انہوں نے ابراہیم نخعیؒ سے، انہوں نے علقمہ بن قیسؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے علم سیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا میلان رائے سے اجتہاد کی طرف تھا اور جب حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں کوفہ بھیجا تو وہاں ان کے خیال کو تقویت ملی اور ان کے میلانِ رائے میں اضافہ ہوا کیونکہ عراق میں بہت سے ایسے مسائل پیش آئے جن

سے مدینہ منورہ کے قیام میں سابقہ نہیں پڑا تھا۔ روز روز نئی نئی جزیات پیش آتی تھیں لہٰذا ضروری تھا کہ ان پیش آنے والے مسائل کو شریعت کے قاعدے کے مطابق پیش کیا جائے اور اس کے حکم کے مطابق ان کا جو حکم ہو اس سے استنباط کیا جائے۔

(سوانح بے بہائے امام اعظمؒ: ص۱۰۹)

امام وکیعؒ سے ایک شخص نے کہا کہ امام ابوحنیفہ سے غلطی ہوئی ہے۔ اس پر امام وکیعؒ نے فرمایا! جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ ان کے ساتھ امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ جیسے فقہ کے امام تھے اور یحییٰ بن زکریہؒ بن زائدہ، حفص بن غیاثؒ، امام حبانؒ، امام مندلؒ جیسے محدثین تھے اور قاسم بن معنؒ جیسے لغت وعربیت کے ماہر تھے اور داؤد طائیؒ اور فضیل بن عیاضؒ جیسے زہد وتقویٰ کے امام موجود تھے۔ جس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں اس سے خطا کیسے ممکن ہے کیونکہ اگر وہ غلطی کرتے تو یہ لوگ ان کو حق کی طرف لوٹا دیتے۔ (الخیرات الحسان: ص۱۰۰)

علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شافعی دمشقیؒ (شامی) فرماتے ہیں! یقیناً ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم الفقہ کی تدوین کی اور اس کو ابواب میں مرتب کیا۔ پھر امام مالک بن انسؒ نے موطاء کی ترتیب میں ابوحنیفہ کا اتباع کیا۔ ابوحنیفہ پر سبقت کوئی نہیں کر سکا ہے کیونکہ حضراتِ صحابہ اور تابعین کا اعتماد اپنی

حفظ کی قوت پر تھا۔ جب ابوحنیفہ نے دیکھا کہ علم شریعت اطراف اور تمام عالم میں پھیل گیا ہے۔ آپ کو اس علم کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوا لہٰذا آپ نے ابواب و کتب میں مرتب اور تحریر کیا۔ ابتداء کتاب طہارت سے کی پھر کتاب الصلوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب العبادات اور کتاب المعاملات کا بیان کیا اور کتاب المواریث پر ختم کیا کیونکہ یہی لوگوں کی آخری حالت ہے۔ آپ ہی وہ اول شخص ہیں جس نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط تصنیف کی۔

علامہ عبدالوہاب بن احمد شعرانی شافعیؒ متوفی ۹۷۳ھ اپنی کتاب "المنهج المبین" کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں!

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تدوین کے اعتبار سے سب مذاہب سے پہلا مذہب ہے اور ختم ہونے میں سب مذاہب میں آخر کا مذہب ہے جیسا کہ بعض اہل کشف نے کہا (مکتوب امام ربانیؒ)۔ اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کو اپنے دین کا اور اپنے بندوں کا امام بنایا ہے۔ ہمیشہ اور ہر دور میں ان کے مقلدین زیادہ رہے ہیں اور قیامت تک زیادہ رہیں گے۔ اگر ان کے مقلدین میں سے کسی کو گرفتار کر لیا جائے یا کسی کو پکڑ کر پیٹا جائے تا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دے لیکن وہ اپنا مذہب نہیں چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے اور ان کے مقلدین سے اور ہر اس شخص سے جو امام ابوحنیفہ اور تمام اماموں کے ساتھ ادب کے طریقہ کو ملحوظ رکھتا ہے راضی ہو۔

مجلس شوریٰ میں شامل علماء کے اسمائے گرامی

۱)	امام زفر بن ہذیلؒ	م ۱۵۸ھ
۲)	امام مالک بن مغولؒ	م ۱۵۹ھ
۳)	امام داؤد طائیؒ	م ۱۶۰ھ یا ۱۶۵ھ
۴)	امام مندل بن علیؒ	م ۱۶۸ھ
۵)	امام نصر بن عبدالکریمؒ	م ۱۶۹ھ
۶)	امام عمرو بن میمونؒ	م ۱۷۱ھ
۷)	امام حبان بن علیؒ	م ۱۷۲ھ
۸)	امام ابو عصمہ نوحؒ	م ۱۷۳ھ
۹)	امام زہیر بن معاویہؒ	م ۱۷۳ھ
۱۰)	امام قاسم بن معنؒ	م ۱۷۵ھ
۱۱)	امام حماد بن امام ابوحنیفہؒ	م ۱۷۶ھ
۱۲)	امام ہیاج بن بسطامؒ	م ۱۷۷ھ
۱۳)	امام شریک بن عبداللہؒ	م ۱۷۸ھ
۱۴)	امام عافیہ بن یزیدؒ	م ۱۸۰ھ
۱۵)	امام عبداللہ بن مبارکؒ	م ۱۸۱ھ
۱۶)	امام ابو یوسفؒ	م ۱۸۲ھ

۱۷)	امام ابومحمد نوح نخعیؒ	م ۱۸۲ھ
۱۸)	امام ہیثم بن بشیر السلمیؒ	م ۱۸۳ھ
۱۹)	امام ابوسعید یحییٰ بن زکریہؒ	م ۱۸۴ھ
۲۰)	امام فضیل بن عیاضؒ	م ۱۸۷ھ
۲۱)	امام اسد بن عمروؒ	م ۱۸۸ھ
۲۲)	امام محمد بن حسنؒ	م ۱۸۹ھ
۲۳)	امام علی بن مسہرؒ	م ۱۸۹ھ
۲۴)	امام یوسف بن خالدؒ	م ۱۸۹ھ
۲۵)	امام عبداللہ بن ادریسؒ	م ۱۹۲ھ
۲۶)	امام فضل بن موسیٰؒ	م ۱۹۲ھ
۲۷)	امام علی بن ظلیان	م ۱۹۲ھ
۲۸)	امام حفص بن غیاثؒ	م ۱۹۴ھ
۲۹)	امام وکیع بن جراحؒ	م ۱۹۷ھ
۳۰)	امام ہشام بن یوسفؒ	م ۱۹۷ھ
۳۱)	امام یحییٰ بن سعید القطانؒ	م ۱۹۸ھ
۳۲)	امام شعیب بن اسحاقؒ	م ۱۹۸ھ
۳۳)	امام ابوحفص بن عبدالرحمٰنؒ	م ۱۹۹ھ
۳۴)	امام ابومطیع بلخیؒ	م ۱۹۹ھ

۳۵)	امام خالد بن سلیمانؒ	م ۱۹۹ھ
۳۶)	امام عبدالحمیدؒ	م ۲۰۳ھ
۳۷)	امام حسن بن زیادؒ	م ۲۰۴ھ
۳۸)	امام ابو عاصم نبیلؒ	م ۲۱۲ھ
۳۹)	امام مکہ بن ابراہیمؒ	م ۲۱۵ھ
۴۰)	امام حماد بن دلیلؒ	م ۲۱۵ھ

(ان تمام حضرات کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں)

(امانی الاخبار، الجواہر المضیہ)

مجلس شوریٰ کی خصوصیت

امام صاحبؒ کی مجلس شوریٰ کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا) امام صاحبؒ نے تدوینِ فقہ کا کام اجتماعی کوشش کے ذریعہ انجام دینے کا فیصلہ کیا۔ امام صاحبؒ سے پہلے بھی فقہ کا کام کیا جارہا تھا لیکن وہ سب کوششیں انفرادی تھیں۔ اجتماعی کوشش میں انفرادی کوشش کے مقابلہ میں غلطی کا امکان کم ہوتا ہے۔

امام صاحبؒ کے شاگرد خود بھی اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے۔ اس لئے امام صاحبؒ نے اپنے تلامذہ سے تدوینِ فقہ میں شریک ہونے اور تعاون کرنے کی درخواست کی تھی۔ امام موفق احمد مکیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام صاحبؒ نے اپنے چالیس شاگردوں سے کہا تم سب میرے جلیل القدر ساتھی، میرے دل کے راز داں اور میرے غمگسار رہو۔ میں فقہ کی اس سواری کو زین و لگام لگا کر تمہارے سپرد کر چکا ہوں۔ اب تمہیں چاہئے کہ میری مدد کرو۔ کیوں کہ لوگوں نے مجھے دوزخ کا پل بنا دیا ہے۔ سہولت تو دوسروں کو ہوتی ہے اور بوجھ میری پیٹھ پر ہوتا ہے۔

ا) فقہ کی تدوین میں جن جن علوم کے ماہرین کی ضرورت تھی امام صاحبؒ نے ان تمام لوگوں کو اکٹھا کر لیا تھا۔ اس لئے آپ کی شوریٰ میں جامعیت اور کمال پایا جاتا تھا۔

۲) جن مسائل میں نصوص موجود نہیں تھے اور قیاس کی بھی بظاہر گنجائش نہیں تھی وہاں امام صاحب تجربہ اور عرف کی بنا پر فیصلہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن سوال آیا کہ بلوغ کی عمر کیا ہے؟ اس دن مجلس فقہ میں تیس شاگرد تھے۔ امام صاحب ؒ نے سب سے پوچھا کہ وہ کب بالغ ہوئے۔ اکثر نے اٹھارواں سال بتایا اور چند نے انیسواں سال۔ اس پر انھوں نے اکثریت کے تجربہ پر اٹھارہ سال مقرر فرمایا۔

۳) امام صاحب کی مجلسِ فقہ کا ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ آپ کے ہاں تمام اراکین کو بحث ومباحثہ کی کھلی آزادی تھی۔ تمام اراکین اگرچہ آپ کے شاگرد تھے۔ لیکن آپ ؒ نے ان کو کھل کر بحث مباحثہ کرنے کا عادی بنادیا تھا۔ اس لئے بعض اوقات وہ لوگ امام صاحب کی دلیل پر بھی کھل کر تنقید کرتے تھے اور بہت سے مسائل میں امام صاحب ؒ سے اختلاف بھی کرتے تھے۔

۴) امام صاحب ؒ کا شورائی نظام خلفاء راشدین کے شورائی نظام کی طرح تھا جو انداز خلفاء راشدیں کے ہاں مسائل کے حل کرنے کا تھا وہی نظام امام صاحب ؒ نے بھی رائج فرمایا۔ آپ نے اپنے اس عمل میں حضراتِ شیخین حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کی خصوصی پیروی کی۔

۵) اس شورائی نظام میں صرف سامنے پیش ہونے والے مسائل ہی حل نہیں کئے جاتے تھے بلکہ جو مسائل پیش نہیں آئے جن کے پیش آنے کا امکان ہوسکتا تھا ان مسائل کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ (امام ابوحنیفہ ؒ سوانح وافکار: ص ۱۹۱)

فقہ حنفی کی خصوصیت

علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی کتاب ’’ سیرۃ النعمان ‘‘ میں جو خصوصیات لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) فقہ حنفی کے مسائل اسرار اور مصالحت پر مبنی ہوتے ہیں۔

۲) فقہ حنفی پر عمل بہ نسبت تمام فقہوں کے آسان ہے۔

۳) فقہ حنفی میں معاملات کے متعلق جو قاعدے ہیں نہایت وسیع اور حقیقت پر مبنی ہیں۔

۴) فقہ حنفی نے ذمیوں کے حقوق (یعنی وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں لیکن مسلمان ملکوں میں رہتے ہیں) نہایت فیاضی اور آزادی سے دئے ہیں۔

۵) فقہ حنفی نصوص شریعہ کے موافق ہے۔ یعنی جو احکام نصوص سے ماخوذ ہیں اور جن میں اختلاف ہے ان میں امام ابوحنیفہؒ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ عموماً قوی اور مدلل ہوتا ہے۔

(امام ابوحنیفہ سوانح وافکار: ص ۱۷۶)

اکثر سلاطین کا تعلق حنفی مسلک سے تھا

امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کو جس قدر مقبولیت حاصل ہوئی اتنی دوسرے آئمہ کے فقہ کو حاصل نہیں ہوئی۔ سلطنتِ عثمانیہ کے ترک حکمراں فقہ حنفی کے پیروکار تھے جن کی حکومت مشرق وسطیٰ میں تھی۔ اسی طرح برصغیر میں حکمرانی کرنے والے تمام حکمران مثلاً غوری، غزنوی، تغلق خاندانِ غلاماں اور مغل وغیرہ یہ سب فقہ حنفی پر عمل کرتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے فقہ میں "کتاب التفرید" مرتب کی۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں "فتاویٰ تاتارخانیہ" مرتب کیا گیا۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر کی زیرسرپرستی "فتاویٰ عالمگیری" مرتب کی گئی جو عرب میں فتاویٰ ہندیہ کے نام سے مشہور ہے اس کی سند کو دلیل مانا جاتا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں شام کے حکمران ملک المعظم عیسیٰ بن ملک عادل ایوبی (متوفی ۶۲۳ھ) نے فقہاء کا ایک بورڈ تشکیل دیا جس میں فقہ حنفی کے مسائل کو مدلل طور پر جمع کیا گیا۔ اس بورڈ نے "التذکرہ" نامی کتاب دس جلدوں میں مرتب کی جو سلطان کو زبانی یاد تھی۔

علامہ ابن عابدین شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں کہ عباسی خلفاء اپنے دادا کے مذہب پر تھے لیکن ان کی حکومت کے بیشتر قاضی حنفی مسلک کے بڑے بڑے علماء تھے۔ عباسی خلفاء نے تقریباً پانچ سو سال حکومت کی۔ ان کے بعد سلجوقی حکمران

اوران کے بعد خوارزمی سب ہی حنفی تھے۔ ان ممالک کے قاضی بھی حنفی ہوتے تھے۔

(شامی)

اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو مسلمان اور عادل بادشاہوں نے حنفی مسلک اس لئے اپنایا کہ اس میں ہر مسئلہ کا حل کرنے کے لئے اصول اور قاعدہ موجود ہے اس لئے وہ اسے پسند کرتے تھے۔ یہ حنفی فقہ کے جامع اور کامل ہونے کی ایک مضبوط دلیل ہے۔ اسی وجہ سے یہ مشکل حالات میں بھی زوال پزیر نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے مقلدین بلا شبہ ہر دور میں امتِ مسلمہ میں دو تہائی رہے ہیں جن میں بڑے بڑے اہل علم، متقی اور زاہد رہے ہیں۔

ابن جریجؒ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کا ہر فتویٰ قرآن اور حدیث کے احکام پر مبنی ہوتا تھا۔

فقہ حنفی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے اصول وقواعد شوریٰ کے ذریعہ طے کئے جاتے ہیں۔ امام اعظمؒ نے ایک مجلس شوریٰ بنائی تھی جو تمام فیصلوں کو حتمی شکل دیتی تھی۔

فقہ کی کتابوں کی تدوین

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں یہ صفت منفرد اور خاص ہے کہ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمِ شریعت کی تدوین کی اور اسے ابواب میں تقسیم کیا۔ آپ کے بعد آپ کی پیروی امام مالکؒ نے کی انہوں نے ''الموطاء'' کی ترتیب وتدوین کی۔ امام صاحبؒ نے علم الفقہ میں سب سے پہلے باب الطہارۃ سے شروع کیا پھر باب الصلوٰۃ اور پھر تمام عبادات پھر معاملات اور آخر میں وراثت کا باب مرتب کیا۔

(تبییض الصحیفہ: ص ۴۵)

فقہ حنفی میں امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ ان کے نامور شاگردوں کے مسائل بھی شامل ہیں۔ بعد میں علمائے حنفیہ نے اس میں بہت سا اضافہ کیا۔ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور ان کے شاگرد امام اعظمؒ کے طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے آپ کے مرتب کردہ فقہی قواعد واصول کے مطابق ہی قرآن وحدیث سے مسائل اخذ کرتے۔ اسی بنا پر امام اعظمؒ ''مجتہد فی الشرع'' ہیں اور آپ کے ان شاگردوں کو ''مجتہد فی المذہب'' کا درجہ حاصل ہے اور وہ اصول میں امام اعظمؒ کے مقلد ہیں۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے کئی مسائل میں امام اعظمؒ کی رائے سے اختلاف کیا۔ بعض لوگ اس وجہ سے امام اعظمؒ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حقیقت کو خود امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ اور امام محمدؒ نے بیان کیا ہے۔ ان کے

بقول ہم نے یہ اقوال بظاہر امام اعظمؒ کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہے ہیں وہ بھی دراصل امام اعظمؒ کے اقوال ہیں کیونکہ بعض مسائل میں امام اعظمؒ نے مختلف اور متعدد آراء کا اظہار کیا تھا۔

امام اعظمؒ کا فقہی مجموعہ جو کتبِ فقہ ابی حنیفہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اسے مرتب کیا ہے۔

۱) کتب ظاہر الروایۃ:

اس میں چھ کتابیں ہیں۔ جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، السیر الصغیر اور السیر الکبیر

جامع صغیر:

اس کتاب میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کی روایات سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تمام مسائل جمع کئے ہیں۔ اس کتاب میں مسائل کی تعداد ۵۳۳ ہے جن میں ۱۷۰ مسائل سے امام محمدؒ نے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کتاب کی چالیس شرحیں لکھی گئی ہیں جن میں خاص خاص شرح کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابو اللیث سمرقندی ۲) صدر الاسلام بزودی
۳) فخر الاسلام علی بزودی ۴) شمس الائمہ سرخسی
۵) الصدر الشہید حسام الدین ۶) علامہ الاسبیجابی

۷) برہان الدین صاحب المحیط ۸) ابوبکر رازی
۹) علامہ العتابی ۱۰) علامہ تمرتاشی
۱۱) احمد بن اسمٰعیل ۱۲) علامہ المحبوبی
۱۳) ابوالمعین النسفی ۱۴) فخرالدین خان
۱۵) بدرالدین عمر ۱۶) صاحب الہدایہ

جامع صغیر کو محمد بن سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے۔
اس کتاب کی طباعت قاضی ابوطاہر محمد بن محمد الدبوسی نے کی۔ ہندوستان میں مولانا عبدالحیٔ فرنگی محل کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی۔ (تاریخ الفقہ)

جامع کبیر:

یہ کتاب بھی جامع صغیر کی طرح ہے لیکن اس میں مسائل زیادہ ہیں۔ اس کتاب میں امام صاحب کے اقوال کے علاوہ امام ابویوسفؒ اور امام زفرؒ کے اقوال بھی موجود ہیں۔ ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے۔ بعد میں آنے والے فقہاء نے اصولِ فقہ کے مسائل اسی کتاب سے اخذ کئے ہیں۔ اس کتاب کی بھی بہت ساری شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں سے خاص خاص درج ذیل ہیں۔

۱) قاضی ابوخاروم ۲) امام علی القمی
۳) امام ابوبکر بلخی ۴) شیخ ابوبکر رازی حصاص
۵) ابوعبداللہ جرجانی ۶) ابواللیث سمرقندی

۷) امام مسعودی ۸) امام ابوفضل کرمانی
۹) قاضی ابوزید الدبوسی ۱۰) امام برہان الدین
۱۱) شمس الائمہ حلوائی ۱۲) صدر الشہید حسام الدین
۱۳) شمس الائمہ سرخسی ۱۴) فخر الاسلام بزودی
۱۵) صدر الاسلام بزودی ۱۶) قاضی الارسانیدی
۱۷) امام العتابی ۱۸) شیخ الاسلام علاؤ الدین سمرقندی
۱۹) فخر الدین قاضی خان ۲۰) امام ظہیر الدین
۲۱) جمال الدین حصیری ۲۲) صدر الدین مجد الدین
۲۳) امام سبیجابی

(اس جامع کو پڑھ کر ایک عیسائی مسلمان ہو گیا۔ اس نے کہا کہ جب مسلمانوں کے چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو بڑے محمد کا کیا حال ہوگا)

مبسوط:

یہ امام محمد کی سب سے پہلی کتاب ہے اور اصل کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں امام محمد نے امام ابوحنیفہؒ کے فتاویٰ اور ایسے ہزاروں مسائل جمع کئے ہیں جن کا امام صاحب نے جواب دیا ہے۔ وہ مسائل بھی ہیں جن میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے اختلاف کیا۔ اس کتاب میں پہلے آثار ہیں پھر ان سے ماخذ مسائل اور آخر میں امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف بھی ذکر کیا گیا ہے۔

زیادت:

اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔

السیر الصغیر:

اس کتاب میں حکومت، سیاست اور جہاد کے مسائل ہیں۔ جب اس کتاب کو امام اوزاعیؒ نے دیکھا تو پسند فرمایا اور مذاق میں کہا کہ اہل عراق کو سیر سے کیا واسطہ۔ امام محمدؒ نے جب یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھ ڈالی۔

السیر الکبیر:

یہ کتاب ۱۶۰ اجزاء پر مشتمل ہے۔ جب امام محمد اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو خلیفۂ وقت اور امام اوزاعی نے اس کتاب کو بہت پسند فرمایا۔ علامہ ابن قیم نے فرمایا کہ یہ امام محمد کی سب سے آخری کتاب ہے۔

امام ابوالفضل محمد بن احمد مروزیؒ نے ظاہر الروایۃ کی تمام کتب کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب ''کافی'' لکھی۔ امام سرخسیؒ نے اس کتاب کی تیس (۳۰) جلدوں میں شرح لکھی جو ''مبسوط'' کے نام سے مشہور ہے۔

۲) کتب نوادر

کتب ظاہر الروایۃ کے علاوہ جو دیگر کتب امام محمد ؒ نے تصنیف فرمائیں انہیں '' نوادرات '' کہتے ہیں۔ اس میں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات، امالی امام محمد اور نوادر ابن رستم وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث اور فقہ میں امام محمد ؒ اور امام ابو یوسف ؒ کی دوسری کتب مثلاً کتاب الحج، کتاب الآثار، کتاب الخراج، اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الاوزاعی اور موطاء امام محمد وغیرہ پر بھی کتب نوادر کا اطلاق ہوتا ہے۔

صحابہ کرام ؓ اور تابعین عظام ؒ کے زمانے میں کتابیں لکھنے کا با قاعدہ رواج نہیں تھا۔ لوگ اپنے حافظہ اور یادداشت پر اعتماد کرتے تھے۔ دوسری صدی ہجری میں تصنیف وتالیف کا با قاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ امام اعظم ؒ نے تدوینِ فقہ کے لئے کوفہ میں مجلسِ فقہ قائم کی جس میں آپ اپنے شاگردوں کو احادیث اور فقہ کا املا کراتے تھے۔ اس علمی ذخیرہ کو آپ کے شاگردوں نے اپنے اپنے حلقوں میں بیان کیا اس طرح یہ روایات انہی کی طرف منسوب ہوگئیں۔ گویا آپ کے شاگردوں کی طرف منسوب تصانیف درحقیقت امام اعظم ؒ ہی کی تصانیف تھیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی نہایت معروف تصنیف '' فقہ اکبر '' ہے جو اہلسنت والجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں محدث ملا علی قاری ؒ کی شرح سب سے زیادہ مقبول ہے۔

امام اعظمؒ کہ دیگر تصانیف:

کتاب السیر ، الکتاب الاوسط، الفقہ الاوسط، کتاب الرد علی القدریہ، العالم والمتعلم، کتاب الرائ، رسالۃ الامام ابی عثمان التیمی فی الارجاء، کتاب اختلاف الصحابہ، کتاب الجامع، مکتوب وصایا، کتاب الآثار۔

مولانا محمود حسن ٹونکی نے امام صاحب کی تصانیف کی فہرست میں درج ذیل کتابوں کا اضافہ کیا ہے:

۱) کتاب الشرط
۲) کتاب الفرائض
۳) کتاب ردعلیٰ الاوزاعی
۴) کتاب الراعی
۵) کتاب الاصحاب
۶) کتاب رسالہ

علامہ طوش کبریٰ زادہ تحریر فرماتے ہیں کہ خود امام ابوحنیفہؒ نے کتاب ''الفقہ الاکبر'' اور ''کتاب العالم والمتعلم'' میں علم الکلام کی اکثر بحثیں کی ہیں۔ جن لوگوں نے یہ کہا کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ ابوحنیفہ البخاری کی ہیں ۔ یہ بات معتزلہ کی پھیلائی ہوئی ہے ان کا یہ باطل خیال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے مسلک پر تھے۔

علامہ حافظ الدین البزازیؒ نے اپنی کتاب "مناقب ابی حنیفہؒ" میں لکھا ہے کہ میں نے یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری البراتقینی العمادی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھی ہیں۔ ان کتابوں کے بارے میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہیں اوراس امر پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کا اتفاق ہے۔ جن میں فخر الاسلام بزودیؒ شامل ہیں جنہوں نے اپنے کتاب "اصول" میں ان دونوں کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں امام شیخ عبدالعزیز بخاریؒ بھی ہیں جنہوں نے شرح الاصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت: ص۱۳۲)

کتاب الآثار

امام ابوحنیفہؒ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم الشریعت کو مدون کیا اوران کے ابواب کی ترتیب دی۔ کتاب الآثار اسلامی تاریخ میں قرآن مجید کے بعد لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے جس میں وہ احادیث، آثارِ صحابہ اورفتاویٰ درج تھے جن کی روایت ثقات و اتقیاء امت میں برابر چلی آرہی تھی۔ کتاب الآثار کا موضوع صرف احادیثِ احکام یعنی سنن ہیں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے۔ اس میں وہ تمام مختلف ابواب کا ذکرنہیں ملتا جواحادیث کی کتب میں ملتے ہیں کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقیہات سے نہیں ہے۔ اس لئے محدثین کی اصطلاح میں کتاب

الآثار سنن کی کتاب ہے۔

کتاب الآثار کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی روایات اس عہد کی دوسری تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور علاقے تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ اور حجاز اور عراق کے دیگر جگہوں کا علم بھی یکجا کیا گیا ہے۔ دین، فقہ اور علم کی اشاعت امت میں اصحابِ عبداللہ بن مسعود ؓ، اصحابِ زید بن ثابت ؓ، اصحابِ عبداللہ بن عمر ؓ، اور اصحابِ عبداللہ بن عباس ؓ سے ہوئی اور لوگوں کا عام علم ان چار اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابت ؓ اور عبداللہ بن عمر ؓ کے اصحاب سے، مکہ مکرمہ کا علم عبداللہ بن عباس ؓ کے اصحاب سے، اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعود ؓ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔

کتاب الآثار بروایت امام محمد ؒ میں جن شیوخ سے امام ابوحنیفہ ؒ نے روایات لی ہیں ان کی تعداد ایک سو پانچ ہے اور وہ کوفہ اور تیس دیگر علاقوں کے رہنے والے تھے۔

جن صحابہ کرام ؓ سے مسائل فقہ وفتاویٰ منقول ہیں ان کی تعداد کچھ اوپر ایک سو تیس ہے ان میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔

امام محمد بن محمود خوارزمی ؒ نے احادیث پر مشتمل وہ تمام کتابیں یکجا کی ہیں جن میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔

ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مسند حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری۔ م ۳۴۰ھ

۲۔ مسند امام ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن بن جعفر الشاہد۔ م ۳۴۰ھ

۳۔ مسند حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔ م ۳۷۹ھ

۴۔ مسند حافظ ابو نعیم الاصبہانی۔ م ۳۰۴ھ

۵۔ مسند شیخ ابو بکر محمد بن عبد الباقی محمد الانصاری

۶۔ مسند امام ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی

۷۔ مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشنانی

۸۔ مسند ابو بکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی

۹۔ مسند امام قاضی ابو یوسف یعقوب

۱۰۔ مسند امام محمد بن حسن الشیبانی

۱۱۔ مسند امام حماد بن امام ابوحنیفہ۔ م ۱۷۶ھ

۱۲۔ آثار امام محمد بن حسن ۔ م ۱۸۹ھ

۱۳۔ مسند امام عبد اللہ بن ابی العوام

امام ابوالموائد خوارزمیؒ نے اپنی جامع المسانید میں ان مسانید کو جمع کیا ہے اور ان کی اکابر محدثین تک اسناد بھی بیان کر دی ہیں۔

۱۴۔ مسند حافظ ابو عبد اللہ حسنین بن محمد بن خسرو بلخی

۱۵۔ مسند امام حصکفی، (محدث علی قاریؒ نے اس کی شرح لکھی ہے)

۱۶۔ مسندامام ماوردی

۱۷۔ مسندالبزازی (اس کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں)

۱۸۔ جامع امام الحسن اللولوی۔ م ۲۰۴ھ

۱۹۔ جامع امام محمد بن حسن ۔ م ۱۸۹ھ

۲۰۔ جامع امام ابویوسف ۔ م ۱۸۳ھ

علامہ ذہبیؒ نے مناقب الامام اعظم میں فرمایا کہ امام اعظمؒ سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی جماعت نے حدیث روایت کی ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں۔

(مقدمہ نزھۃ القاری:ص ۱۸۵ بحوالہ امام اعظمؒ)

فقہ حنفی کے بارے میں ماہرین کی رائے

علامہ ابن خلدونؒ کی رائے

مشہور مورخ علامہ ابن خلدون مالکیؒ مالکی فقہ پر فقہ حنفی کو فوقیت دیتے ہوئے تذکرہ کرتے ہیں! ''امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی سرزمین اسلامی تہذیب وتمدن کی گہوارہ تھی اس لئے جو پختگی حنفی فقہ کو نصیب ہوئی وہ فقہ مالکی کو نصیب نہ ہوئی۔''

(مقدمہ ابن خلدون: ص ۴۷۵)

امام مالکؒ کی رائے

امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا! ہاں! میں نے ان کو ایسا شخص دیکھا کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو اس پر بھی دلیل قائم کرسکتے ہیں۔ (مناقب ذہبیؒ: ص ۱۹)

امام مالکؒ اکثر امام ابوحنیفہؒ کے اقوال کو اختیار کرتے تھے اور ان کی آراء اور استنباط ہو تلاش کرتے تھے۔ آپ امام اعظمؒ کے اقوال کو معتبر جانتے تھے۔ حج کے دنوں میں ان کے آنے کا انتظار کرتے تھے۔ جب امام ابوحنیفہؒ تشریف لاتے تو اکثر وقت امام مالکؒ ان کے ساتھ رہتے اور ان سے مختلف مسائل پر علمی گفتگو کرتے تھے۔

امام شافعیؒ کی رائے

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہہ کسی کو نہیں پایا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں ماہر ہوگا اور نہ فقیہہ بنے گا۔ فرمایا! ابوحنیفہؒ فقہ کے مربی اور مورث اعلیٰ ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے

ابن حجرؒ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا!

ابوحنیفہؒ علم و تقویٰ، زہد و اختیارِ آخرت کے بارے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

امام کردریؒ کی رائے

ہم نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو جملہ تمام مذاہب پر اس لئے مقدم کیا کہ وہ مرتبہ کے لحاظ سے تمام مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ مقدم، مضبوط، محکم، سبقت کرنے والا، تمام مسائل کا احاطہ کرنے والا، آسان و جامع، بات کی گہرائی تک جانے والا، خیر خواہی کرنے والا، محاسبہ اور قربت حاصل کرنے والا، زیادہ صحیح اور قرآن مجید کی کثرت سے موافقت کرنے والا، سنت کو زیادہ رائج کرنے

والا، صحابہ کرامؓ کا زیادہ اتباع کرنے والا، سلف کے ساتھ زیادہ صلح اور اجماع کرنے والا، خلف کی پیروی کرنے والا، زیادہ علم وعظمت والا، قطعی دلیل اور صحیح جواب والا، اس کے قیاس زیادہ مضبوط ہیں، اس کے خورد ونوش زیادہ پاک ہیں، حلال کو اچھی طرح سے واضح کرنے والا، بیواؤں پر زیادہ خرچ کرنے والا، باطل طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے کو ترک کرنے والا، عاملوں پر زیادہ نظر رکھنے والا، زراعت اور معاملات میں سب سے زیادہ صحیح، رشتوں کو زیادہ جوڑنے والا، احکام کو زیادہ نافذ کرنے والا، نمازوں کا اہتمام کرنے والا، مساکین کو زیادہ کھلانے والا، حیوانوں کو ذبح کرنے میں بہت کم تکلیف دینے والا، کنواروں کو نکاح کی ترغیب دینے والا، یتیموں کے اموال کو کھانے سے احتیاط کرنے والا، قرآن و خطبہ سننے میں سب سے زیادہ بہتر سامع، نماز میں دعا اور آمین سب سے بہتر ادا کرنے والا، قسم میں زیادہ وفا کرنے والا، طلاق دینے میں سب سے بہتر طریقہ اختیار کرنے والا، غلاموں کو آزاد کرنے میں زیادہ رعایت کرنے والا، تنگ دست کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والا، دشمن کی گرفت اور قید میں سب سے زیادہ سخت، اوقاتِ عبادات کا سب سے زیادہ محافظ اور پابندی کرنے والا، بچوں کو سب سے کم تکلیف دینے والا، اہل وعیال پر زیادہ خرچ کرنے والا، معاملہ میں گواہ پر بہتر طریقے سے جرح کرنے والا، بہتر فیصلہ کرنے والا، تلاوتِ قرآن کے وقت زیادہ سجدے کرنے والا، مسلمانوں سے بہتر حسن ظن کرنے والا، مستعمل پانی کو زیادہ ناپسند کرنے والا، زیادہ زکوٰۃ دینے والا، خالص نماز اللہ کے لئے ادا کرنے

والا، شوہر کی گمشدگی کی حالت میں بیوی کو نکاح سے سختی سے منع کرنے والا، لوگوں کے عیب کو زیادہ چھپانے والا، مصیبت زدہ کو زیادہ امداد دینے والا، نمازوں کو بہت کم فوت کرنے والا، نماز کے اوقات کی پابندی کرنے والا، قضاء نمازوں کی زیادہ ترتیب رکھنے والا، امام کی زیادہ تعظیم و تکریم کرنے والا، عورتوں کو قتل کرنے اور بچوں کی اقتداء سے منع کرنے والا، گانے اور ناچنے والوں سے زیادہ دور رکھنے والا، لہو ولہب سے اچھی طرح بچنے والا، دشمنوں اور باغیوں کو قتل کرنے میں زیادہ سخت، پانی اور برتن کے لحاظ سے سب سے زیادہ پاک اور صاف تر، رضاعت کے مسائل میں بہت محتاط، صدقات میں بڑا فراغ دل اور کشادگی والا، اضطراب میں مردہ جانور کو بہت کم کھانے کی ترغیب دینے والا، عورتوں کو بلا محرم سفر کرنے سے سختی سے منع کرنے والا، نماز اور تراویح میں زیادہ قائم رہنے والا، عورتوں کو زیادہ نفقہ دینے والا، پڑوسی کے حق کا زیادہ لحاظ رکھنے والا، غسل کرنے میں تمام احکامات کا لحاظ رکھنے والا، جھوٹ اور بہتان باندھنے والوں کو زیادہ ڈرانے والا مذہب ہے۔

(امام ابوحنیفہ ؒ کی محدثانہ حیثیت: ص۳۲)

تابعین اور تبع تابعین میں سے جن اکابرین سے امام اعظمؒ نے روایت نقل کی ہیں ان میں سے چند کے اسمائے گرامی

ابراہیم بن محمد بن المنشرؒ، اسمائیل بن عبدالملک بن صفیرؒ، حبلہ بن سحیمؒ، ابو ہندالحارث بن عبدالرحمٰن الہمدانیؒ، حسن بن عبیداللہؒ، حکم بن عتیبہؒ، حماد بن ابی سلمانؒ، خالد بن علقمہؒ، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ، زبیدالیامیؒ، زیاد بن علاقہؒ، سعید بن مسروق الثوریؒ، سلمہ بن کہیلؒ، سماک بن حربؒ، ابی رؤبہ شداد بن عبدالرحمٰنؒ، شیبان بن عبدالرحمٰنؒ، طاؤس بن کیسانؒ، طریف بن سفیان السعدیؒ، ابوسفیان طلحہ بن نافعؒ، عاصم بن کلیبؒ، عامر الشعبیؒ، عبداللہ بن ابی حبیبہؒ، عبداللہ بن دینارؒ، عبدالرحمٰن بن ہرمزالاعرجؒ، عبدالعزیز بن رفیعؒ، عبدالکریم ابی امیہ بن ابی مخارقؒ، عبدالملک بن عمیرؒ، عدی بن ثابت الانصاریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عطاء بن سائبؒ، عطیہ بن سعدالغوفیؒ، عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ، علقمہ بن مرثدؒ، علی بن الاقمرؒ، علی بن حسن البرادؒ، عمر بن دینارؒ، عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ، قتادہ بن دعامہؒ، قیس بن مسلم الجدلیؒ، محارب بن دثارؒ، محمد بن زبیر الحنظلیؒ، محمد بن سائب کلبیؒ، ابی جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ (امام باقرؑ)، محمد بن قیس الہمدانیؒ، محمد بن شہاب الزہریؒ، محمد بن منکدرؒ، مخول بن زائدؒ، مسلم البطینؒ، مسلم الملانیؒ، معن بن عبدالرحمٰنؒ، مقسمؒ، منصور بن معتمرؒ، موسیٰ

بن ابی عائشہ ؒ ، ناصح بن عبدالرحمٰن المحلمی ؒ ، نافع مولیٰ بن عمر ؒ ، ہشام بن عروہ ؒ ، ابی غسان الہیثم بن حبیب صراف ؒ ، ولید بن سریع مخزومی ؒ ، یحییٰ بن سعید انصاری ؒ ، ابو جحیفہ یحییٰ بن عبداللہ الکندی ؒ ، یحییٰ بن عبداللہ الجابر ؒ ، یزید بن صہیب الفقیر ؒ ، یزید بن عبدالرحمٰن الکوفی ؒ ، یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ ؒ ، ابواسحاق السبیعی ؒ ، ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم ؒ ، ابو جناب کلبی ؒ ، ابو حصین الاسدی ؒ ، ابوزبیر المکی ؒ ، ابوسوار یا ابوسواد السلمی ؒ ، ابوعون ثقفی ؒ ، ابوفردی جہنی ؒ ، ابومعبد مولیٰ ابن عباس ؓ ، ابو یعفور العبدی ؒ ،

(تہذیب الکمال از حافظ جمال الدین المزنی ؒ)

جن بزرگوں (محدثین وفقہاء) نے حضرت امام اعظمؒ سے روایات نقل کیں ان کے اسمائے گرامی

ابراہیم بن طہمان، ابیض بن الاغر بن صباح المنقری، ابوبکر بن عیاش، اسباط بن محمد القرشی، اسحاق بن یوسف الارزق، اسحاق بن سلیمان رازی، اسعد بن عمر جبلی القاضی، اسماعیل بن یحییٰ الصیرانی، ایوب بن ہانی الجعفی، جارود بن یزید نیشاپوری، جعفر بن عون، حارث بن نبہان، وحبان بن علی العنزی، حسن بن زیاد اللؤلؤی، حسن بن فرات القزار، حسین بن حسن عطیہ العوفی، حفص بن عبدالرحمٰن بلخی القاضی، حماد بن ابوحنیفہ، حمزہ بن حبیب الزیات، حفص بن غیاث، جریر بن عبدالحمید، جعفر بن عون، خارجی بن صعب الرخسی، داؤد بن نصیر الطائی، ابو ہزیل زفر بن ہزیل تیمی العنبری، زکریہ بن زائدہ، زید بن حباب العکلی، سابق الرقی، سعد بن صلت قاضی شیراز، سعید بن ابی جہم القابوسی، سعید بن سلام بن ابی ہیفاء العطاء بصری، سفیان ثوری، سلم بن سالم بلخی، سلیمان عمر نخعی، سہل بن مزاحم، شعیب بن اسحاق دمشقی، صباح بن محارب، صلت بن حجاج کوفی، ابوعاصم، ضحاک بن مخلد، عامر بن فرات، عائذ بن حبیب، عباد بن عوام، عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید مقری، ابویحییٰ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن حمانی، عندالرزاق بن ہمام، عبدالعزیز بن خالد ترمذی، عبدالکریم بن محمد جرجانی، عبدالمجید بن عبدالعزیز بن رواد، عبدالوارث بن سعید، عبیداللہ بن عمر الرقی، عبید

اللہ بن موسیٰ، عتاب بن محمد بن شوزان، علی بن ظبیان کوفی قاضی، علی بن عاصم واسطی، علی بن مسہر، عمرو بن محمد العنقر ی، عیسیٰ بن یونس، ابوقطن عمرو بن الہیثم القطنی، ابونعیم الفضل بن دکین، فضل بن موسیٰ سینانی، قاسم بن حکم العرفی، قاسم بن معن المسعودی، قیس بن ربیع، مالک بن مغول، محمد بن ابان عنبری کوفی، محمد بن بشر العیدی، محمد بن حسن بن آتش الصنعانی، محمد بن حسن الشیبانی، محمد بن خالد وہبی، محمد بن عبداللہ انصاری، محمد بن فضل بن عطیہ، محمد بن قاسم الاسدی، محمد بن سرق کوفی، محمد بن یزید واسطی، مروان بن سالم، مصعب بن مقدام، معانی بن عمران الموصلی، مغیرہ بن مقسم، مسعر بن کدام، مکی بن ابراہیم بلخی، ابوسہل نصر بن عبدالکریم بلخی معروف بالصقیل، نسر بن عبدالمالک عتکی، ابوغالب نضر بن عبداللہ الازدی، نضر بن محمد المروزی، نعمان بن عبدالسلام الاصبہانی، نوح بن دراج القاضی، ابوعصمہ نوح بن ابی مریم، ہریم بن سفیان، ہوزہ بن خلیفہ، صیاج بن بسطام، وکیع بن جراح، یحییٰ بن ایوب مصری، یحییٰ بن نصر حاجب، یحییٰ بن یمان، یزید بن زریع، یزید بن ہارون، یونس بن بکیر، ابواسحاق فرازی، ابوحمزہ السکری، ابوسعد الساغانی، ابوشہاب الحناط، ابومقاتل سمرقندی، ابوعاصم نبیل، قاضی ابویوسف رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد اپنے زمانے کے مشائخ شمار ہوتے تھے۔

امام کردوی ؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے کے ۷۳۰ شاگرد اپنے

زمانے کے مشائخ شمار ہوتے تھے۔ یہی وہ بزرگ ہستیاں جنہوں نے امام صاحب سے علم حاصل کر کے ساری دنیا میں اسے پھیلایا۔

علم حدیث میں امام صاحب کا بلند مقام

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری فرماتے ہیں کہ کسی شک کرنے والے کے لئے بھی اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ امام صاحب کا ضبط حدیث میں بھی بہت بڑا مرتبہ ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو فقہ و اجتہاد میں بلند مرتبہ پر فائز کیا۔ انہوں نے کبار تابعین اور ثقہ لوگوں سے روایات حاصل کیں۔ آپ سے ایسے حفاظ حدیث نے ان روایات کو سیکھا اور نقل کیا جن کا شمار کثرت سے حدیث نقل کرنے والوں میں ہوتا ہے۔ جن کی بعد میں آنے والے محدثین اقتداء کرتے ہیں۔ علماء اسماء الرجال میں یہ لوگ بہت مشہور و معروف ہیں۔

وکیع بن جراحؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ بہت بڑے محدث ہیں۔ یہ حضرات آپؒ کے قول سے فتویٰ دیتے تھے۔ یحییٰ بن معینؒ جراح و تعدیل کے امام ہیں اور پکے حنفی ہیں۔ علامہ ذہبیؒ اپنے رسالہ "**معرفة الرواة المتکلم فیهم بما لا یوجب الرد**" میں ابن معین کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو ابن معین نہ جانتے ہوں وہ حدیث ہی نہیں۔ (تہذیب التہذیب)

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا کہ وہ علم حدیث میں کبار مجتہدین میں سے ہیں۔ محدثین ان کے مذہب پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں اور ان کے رد کا اعتبار کرتے ہیں۔

صالح دمشقی شافعیؒ اپنی کتاب ''**عقود الجمان**'' میں لکھتے ہیں کہ جان لو کہ امام ابوحنیفہؒ کبار حافظ حدیث میں سے ہیں۔

ابو یحییٰ حمانیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا جس سے میں خوف زدہ ہوگیا۔ میں نے دیکھا جیسے میں حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کھود رہا ہوں۔ جب میں بصرہ آیا تو میں نے ایک شخص سے کہا کہ امام ابن سیرینؒ سے اس کی تعبیر پوچھو۔ اس کے پوچھنے پر امام ابن سیرینؒ نے فرمایا! یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو تحقیق کے ساتھ بیان کرے گا۔

(تاریخ بغداد ج۳ص ۳۴۷)

امام بخاریؒ اور دیگر صحاح کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں۔ امام مکی بن ابراہیمؒ نے امام اعظمؒ کی خدمت میں رہ کر آپ سے علم الحدیث اور فقہ سیکھا اور آپ سے بکثرت احادیث روایت کیں۔ انہوں نے امام اعظمؒ کی خدمت میں دس سال رہ کر علم حاصل کیا۔ (مناقب للموفق: ص ۲۱۷)

امام عبدالرحمٰن المقریؒ (۲۱۳ھ) نے امام اعظمؒ سے نوسو (۹۰۰) احادیث سماعت کیں۔ (مناقب کردری: ج۲ص ۲۱۶)

علامہ یوسف بن صالح شامیؒ نے امام اعظمؒ سے روایت اخذ کرنے

والے محدثین کے ۹۲۴ نام تحریر کئے ہیں۔ (عقود الجمان: باب ۴،۵)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے امام اعظمؒ کے ۹۵ شاگردوں کے نام لکھے ہیں۔ (تبییض الصحیحہ: ص ۱۴)

امام موفق بن مکیؒ لکھتے ہیں! امام اعظم ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ جن کی صحت کی آپ کو پوری تحقیق تھی۔ (مناقب للموفق: ص ۱۰۴)

ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر ایک حدیث کا متن سو مختلف طریقوں سے اور اسناد سے روایت کیا جائے تو محدثین کی اصطلاح میں یہ سو حدیثیں کہلائیں گی۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں محدث کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں یا دو لاکھ احادیث یاد ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کی اسناد میں راویوں کا اضافہ ہو گیا اور ایک ایک حدیث بکثرت راویوں نے روایت کر دیں۔ ورنہ محدثین کرام کا اتفاق ہے کہ تمام مستند احادیثِ صحیحہ جو بلا تکرار رسول کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد چار ہزار چار سو (۴۴۰۰) ہے۔ (توضیح الافکار: ص ۶۳)

امام ابوحنیفہؒ کی طرف چالیس ہزار احادیث کی نسبت کی جاتی ہے۔ امام حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں! امام اعظم ابوحنیفہؒ بلا تکرار جو احادیث بیان فرماتے ہیں ان کی تعداد چار ہزار ہے۔ دو ہزار احادیث انہوں نے اپنے استاد امام حمادؒ سے اور دو ہزار دوسرے شیوخ سے حاصل کیں۔ (مناقب للموفق: ص ۱۰۵)

امام اعظمؒ کی حدیث بیان کرنے میں احتیاط

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے! جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ (بخاری، مشکوۃ کتاب العلم)

ہر دور میں حقیقی محدثین نے حدیث کے بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی حدیث روایت کرنے میں بے انتہا محتاط طریقہ اختیار کرتے تھے۔

مشہور محدث امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ علم حاصل کرنے میں نہایت محتاط اور حدودِ الٰہی کی بے حرمتی کرنے پر بے حد مدافعت کرنے والے تھے۔ آپ صرف وہی حدیثیں لیتے تھے جو ثقہ راویوں سے مروی ہوتیں اور صحیح ہوتیں۔ امام ابوحنیفہؒ نبی کریم ﷺ کے آخری عمر کے فعل کو لیا کرتے تھے اور اس فعل کو جس پر انہوں نے کوفہ کے علماء کو عمل کرتے ہوئے پایا۔ مگر پھر بھی ایک قوم نے بلاوجہ ان پر طعن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور انکی مغفرت فرمائے۔

(الانتقاء لابن عبدالبر: ص۱۴۲)

حسن بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ ناسخ و منسوخ احادیث کو بکثرت تلاش کرتے تھے۔ آپ اہل کوفہ کی تمام احادیث کا علم رکھتے تھے۔ لوگوں کو جس امر پر اتفاق تھا آپ اس کی سخت پیروی کرتے اور آپ ان سب احادیث کے حافظ تھے جو کوفہ شہر میں پہنچتی تھیں۔ (الخیرات الحسان ص ۹۷)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں! حضرت عمرؓ اسی خیال سے (احتیاط کے لئے) صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ حکم دیتے کہ حدیثیں کم بیان کریں۔ حضرت ابوسلمہؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا! کیا آپؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اسی طرح حدیثیں بیان کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا! نہیں! ورنہ حضرت عمرؓ درے مارتے تھے۔ (سیرۃ النعمان ص۱۷۱)

حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی خلافت کے دور میں احادیث کی اشاعت عام ہوگئی تو اہل بدعت نے بے شمار احادیث وضع کرلیں (گھڑ لیں)۔ حماد بن زیدؒ کے بقول صرف ایک زندیق فرقہ نے چودہ ہزار حدیثیں وضع کیں۔ ان حالات میں امام اعظمؒ نے روایت پر تنقید کی بنیاد ڈالی اور اس کے اصول وضوابط مقرر کئے۔ اس وقت کے لوگوں نے ان شرائط کو سخت کہا۔ پھر امام مالکؒ نے بھی روایت کی تحقیق کے متعلق شرائط لگائیں جو امام ابوحنیفہؒ کی شرائط کے قریب تر تھیں۔ اسی وجہ سے لوگوں نے آپ دونوں کو ''مشدّدین فی الروایۃ'' کہا۔

امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے امام اعظمؒ کی ایک اور شرط تحریر کی ہے کہ جو حدیث رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو اس پر عمل سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ راوی حدیث سے صحابی راوی تک متقی و عادل لوگوں کی ایک خاص جماعت اسے نقل کرتی ہو۔ (میزان الکبریٰ: ج۱ص۶۳)

امام اعظمؒ کی قبولِ روایت کی شرائط امام بخاریؒ ومسلمؒ کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔ علمِ حدیث میں آپؒ کی احتیاط کے بارے میں مشہور محدث

وکیع بن جراح ؒ کہتے ہیں! میں نے حدیث میں جیسی احتیاط امام ابوحنیفہ ؒ کے ہاں دیکھی ایسی کسی دوسرے میں نہ پائی۔

(مناقب للموفق: ج ا ص ۱۹۷)

علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہ ؒ کو جس بات نے تمام ہم عصروں میں ممتاز کیا وہ احادیث کی تنقید اور بلحاظِ ثبوت، احکام اور ان کے مراتب کی تفریق ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کے بعد علمِ حدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ غیر مرتب اور منتشر احادیث کو یکجا کیا گیا۔ صحاح کا التزام کیا گیا اور اصولِ حدیث کا ایک مستقل فن قائم ہو گیا۔ لیکن تنقیدِ احادیث، اصولِ روایت اور امتیازِ مراتب میں امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق کی جو حد تھی آج بھی ترقی کا قدم اس سے آگے نہیں بڑھا۔

(سیرۃ النعمان: ص ۱۶۸)

قیاس اور رائے

رائے کے لغوی معنی دل کی نظر اور بصیرت کے ہیں۔ اس کا اصطلاحی مفہوم علامہ ابن اثیر الجزری ؒ یوں بیان کرتے ہیں کہ " محدثین اصحابِ قیاس کو اصحابِ رائے کہتے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ مشکل احادیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مواقع پر وہ اپنے اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں جہاں کوئی حدیث موجود نہیں ہوتی۔

(البدایہ والنہایہ: ج ۲ ص ۱۷۹)

صاحبِ دل کی بصیرت اور رائے کے بغیر حدیث کا صحیح مفہوم سمجھنا ممکن نہیں۔ امام ابن حجر مکی ؒ فرماتے ہیں۔ محققین نے فرمایا ہے کہ رائے کا استعمال کئے بغیر حدیث پر عمل نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ رائے (عقل وفہم) ہی سے حدیث کے معنی سمجھ میں آتے ہیں جس پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض محدثین جب رضاعت کی تحریم کی علت کا ادراک نہیں کر سکے تو انہوں نے کہہ دیا کہ اگر دو بچے رضاعت کے ایام میں ایک بکری کا دودھ پی لیں تو ان میں حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔(ان محدثین میں امام بخاری ؒ بھی شامل ہیں) اسی طرح محض رائے پر عمل نہیں کرنا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ قیاس یہ کہتا ہے کہ کچھ کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چاہے بھول کر ہی ہو۔ اسی طرح جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ قیاس یہ کہتا ہے کہ

روزہ معدے میں کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے لیکن کسی شئے کے باہر آنے سے نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ (الخیرات الحسان: ص ۲۶۴)

امام ابن حجر مکیؒ کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو حدیث سے بے نیاز ہو کر محض رائے اور قیاس پر عمل کرنا درست ہے اور نہ ہی رائے اور فہم کے بغیر احادیث کا صحیح مطلب سمجھ میں آسکتا ہے۔

علامہ ابن اثیرؒ نے اصحابِ رائے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسے موقع پر اجتہاد سے کام لیتے ہیں جہاں کوئی حدیث نہیں ہوتی۔ اجتہاد اور قیاس کی تعلیم تو خود آقا دو جہاں ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دی اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا! اے معاذ! اگر تمہیں کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں نہ ملے تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا! ”اجتھد برای ء“ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔ (ترمذی ج ا ص ۱۵۹، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۹)

☆ ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بہت سے مسائل بیان فرمائے اور پھر فرمایا! اگر تم میں سے کسی شخص کو کسی مسئلہ میں فیصلہ کرنا ہو تو کتاب اللہ

سے فیصلہ کرے، اگر وہ مسئلہ قرآن میں نہ ملے تو سنتِ نبوی ﷺ سے فیصلہ کرے، اگر وہ امر قرآن وسنت دونوں میں نہ ملے تو نیک لوگ یعنی صحابہ کرامؓ کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرے۔ اور اگر وہ امر نہ قرآن میں ملے نہ سنتِ رسول ﷺ اور نہ صالحین کے فیصلوں میں ہو تو وہ شخص اپنی عقل سے کام لے اور "فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهَ" یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

(سنن نسائی ج ۲ کتاب ادب القضاۃ، باب الحکم باتفاق اہل العلم)

☆ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا اور قرآن وسنتِ رسول ﷺ میں اس کی وضاحت نہ ملتی تو ارشاد فرماتے! میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ میری خطا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۶)

ان کا ایک دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آپ برگزیدہ لوگوں کو جمع کرتے اور ان سے رائے لیتے اور جب وہ ایک رائے پر متفق ہو جاتے تو آپؓ اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ (مسند دارمی: ج ۱ ص ۵۸)

☆ حضرت عمر فاروقؓ کا بھی ایسا ہی معمول تھا۔ آپ جب لوگوں کو فتویٰ دیتے تو ارشاد فرماتے! یہ عمر کی رائے ہے اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے ورنہ میری خطا ہے۔ (کتاب المیزان للشعرانی ج ۱ ص ۴۹، سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۶)

☆ حضرت علیؓ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو آپ نے فرمایا! میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کروں گا اور اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ (شرح فقہ اکبر: ملا علی قاری ص ۷۹)

☆ حضرت زید بن ثابتؓ کا بھی یہی طریقہ تھا اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو اسی کی تعلیم دی۔ (سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۵)

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا معمول تھا کہ کتاب و سنت کے بعد حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فیصلوں سے راہنمائی حاصل کرتے اور اگر پھر بھی کوئی دلیل نہ ملتی تو اپنی رائے سے فتویٰ دیتے۔

(مسند دارمی ج ۱ ص ۵۹، سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۵)

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کسی سے قیاس پر بحث کر رہے تھے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا تھا وہ چلاّ کر بولا قیاس کو چھوڑ دو کیونکہ پہلا قیاس ابلیس نے کیا تھا۔ امام صاحب نے اس سے کہا! ابلیس نے اپنے قیاس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو رد کیا تھا۔ جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے لہٰذا ابلیس کافر ہوا۔ ہمارا قیاس اللہ تعالیٰ کے امر کی پیروی کے لئے ہے کیونکہ ہم مسئلہ کو اللہ کی کتاب، اس کے رسول ﷺ کی سنت اور آئمہ صحابہ اور تابعین کے اقوال کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ہم فرمابرداری کے سلسلہ میں گھوم رہے ہیں۔ بھلا ہم کس طرح ابلیس ملعون کے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو منور کرے جس طرح تم نے میرے دل کو منور کر دیا۔

(سوانح امام اعظم ابوحنیفہؒ: ص ۱۱۳)

عبداللہ بن مبارکؒ نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ ایک رائے ہے۔ ہم کسی کو مجبور نہیں کرتے کہ اس پر عمل کرے اور نہ ہم یہ کہیں گے کہ اس پر عمل واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس اس سے بہتر رائے ہو تو وہ لائے ہم اسے قبول کریں گے۔

قیاس پر فتویٰ؟

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ مدینہ طیبہ میں حضرت محمد بن حسن بن علیؒ (امام باقرؒ) کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا! آپ میرے جد امجد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث کی قیاس سے مخالفت کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا! معاذ اللہ! آپ تشریف رکھیں اس لئے کہ آپ کے لئے عظمت ہے جس طرح آپ کے جد کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے عظمت ہے۔

جب محمد بن حسنؒ بیٹھ گئے تو امام ابوحنیفہؒ ان کے سامنے انتہائی مؤدبانہ انداز میں کھڑے ہوئے اور پوچھا۔ ''مرد کمزور ہے یا عورت؟''

انہوں نے فرمایا! عورت

آپ نے پوچھا! میراث میں عورت کا حصہ کس قدر ہے؟

انہوں نے فرمایا! مرد کے حصہ کا آدھا۔

امام ابوحنیفہؒ نے کہا! اگر میں قیاس سے کہتا تو اس کے برعکس حکم دیتا۔

پھر پوچھا کہ نماز افضل ہے روزہ

فرمایا! نماز

امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اگر میں قیاس سے حکم لگاتا تو حائضہ کو نماز کی قضاء کا حکم دیتا نہ کہ روزوں کی قضاء کا۔

پھر پوچھا کہ پیشاب زیادہ ناپاک ہے یا منی؟

انہوں نے فرمایا! پیشاب

آپؒ نے فرمایا! اگر میں قیاس کو مقدم رکھتا تو پیشاب سے غسل واجب ہونے کا حکم دیتا نہ کہ منی سے۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۳۱)

قیاس کی اقسام:

۱) قیاس موثر

۲) قیاس مناسب

۳) قیاس شبہہ

۴) قیاس طرد

امام اعظمؒ اور ان کے شاگردوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قیاس مناسب اور قیاس شبہہ بالکل بے اعتبار ہیں۔ قیاس طرد میں مختلف رائے ہیں البتہ قیاس موثر کو حجت مانتے ہیں۔ (امام اعظمؒ ص ۱۰۱)

ضعیف حدیث بھی قیاس سے مقدم ہے

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کا اتفاق ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث قیاس سے بہتر ہے۔ انھوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے سفر میں کھجور کی نبیذ سے وضو کرنے کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھا۔ انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ کاٹنے سے منع کیا ہے۔

ایک حدیث کی وجہ سے کہ اس میں ضعف ہے امام ابوحنیفہؒ نے اکثر حیض دس دن قرار دیا ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے شہر کی شرط اسی طرح کی حدیث سے رکھی گئی ہے۔ کنویں کے مسائل میں بھی قیاس کو چھوڑ کر کمزور حدیث پر عمل کیا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ آثارِ صحابہ کو قیاس اور رائے پر مقدم رکھتے تھے۔

(اعلام الموقعین: ج ا ص ۷۷)

احادیث میں تعارض

جب دو احادیث میں بظاہر تضاد ہوتا تو فقیہ صحابہ کرامؓ اپنے اجتہاد کی بنا پر ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کا اختلاف لوگوں کے لئے رحمت ہے۔

(الخیرات الحسان: ص ۳۲)

یعنی اگر صحابہ کرامؓ کسی فروعی مسئلہ پر اختلاف نہ کرتے تو لوگوں کے لئے رخصت نہ ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمارؓ کی تیمّم والی حدیث پر عمل نہیں کیا اور فرمایا! اے عمار! اللہ سے ڈرو۔ (صحیح مسلم)

تقلید

تقلید کے لغوی معنی ہیں " گردن میں پٹا ڈالنا "اور اصطلاحی معنی ہیں
" دلیل جانے بغیر کسی کے قول و فعل کو صحیح سمجھتے ہوئے اس کی پیروی کرنا "

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آزاد خیال اور مغرب سے متاثر طبقہ تقلید کو بدترین عیب سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ خود بھی تقلید کر رہا ہوتا ہے لیکن اسلاف کی نہیں۔ اگر دیکھا جائے کہ ہر چھوٹا بڑے کی اور محکوم حاکم کی تقلید کر رہا ہوتا ہے۔ اگر انسان کی صبح سے شام تک اور پیدائش کے موت تک کی زندگی پر غور کریں تو کوئی فرد تقلید سے خالی نہیں ہے۔ ہر انسان کو خوشی سے یا مجبوری میں تقلید کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ جو لوگ تقلید کے سخت مخالف ہیں وہ بھی اس سے بری الذمہ نہیں ہیں۔ یہ آسان سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیاوی ہر کام میں وہ کسی نہ کسی کی تقلید کریں اور دین و آخرت کی بات میں اپنے آپ کو آزاد سمجھیں۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تقلید نہیں کی۔ صحابہ کرامؓ کے رسول اللہ ﷺ کی تقلید نہیں کی۔ پھر آج کے دور کا مسلمان اپنے اسلاف کی تقلید سے آزاد کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہم اندھی تقلید کے مخالف ہیں۔ انہیں خود نہیں معلوم کہ اندھی تقلید کسے کہتے ہیں۔ تقلید تو اسے کہتے ہیں کہ ایک بات آپ کو معلوم نہیں ہے وہ جس کو معلوم ہوتی ہے اس کی بات پر عمل کیا جاتا ہے۔ یہ سب عمل اعتماد کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ آج کل ایک بات بڑے زور و شور سے کہی جاتی ہے کہ اسلام کے قوانین میں تجدید ہونی چاہئے۔ دین میں سختی

نہیں ہے اس میں لچک ہونی چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلامی قوانین میں جس جس جگہ جتنی لچک اور چھوٹ ہوسکتی تھی وہ پہلے ہی دے دی ہے۔ اب ان نئی لچک اور آسانیوں کا کیا مطلب ہے؟ اس کا یہ مطلب ہوا کہ دین کو خواہشات کا مجموعہ بنا دیا جائے کہ جب چاہے جہاں مشکل لگے اس کو تبدیل کر دیا جائے۔ ایسا گزشتہ مذاہب میں ہوتا رہا جس کی وجہ سے اس کی شکل بگڑ کر رہ گئی۔ یہ معلوم کرنا مشکل ہوگیا کہ اصل کیا ہے اور تبدیل شدہ کیا ہے۔ اسلام اس آزادی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں! جس میں اجتہاد کی شرائط موجود نہ ہوں اس کے لئے از خود کتاب وسنت سے مسئلہ اخذ کرنا جائز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مسلمان آپ ﷺ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کے بعد جو مسائل در پیش ہوتے وہ صحابہ کرامؓ سے پوچھ کر حل کئے جاتے تھے۔ جو صحابی جہاں پہنچا وہاں کے لوگوں نے ان کی اقتدا شروع کر دی۔ ان کے بعد تابعین کا زمانہ آیا۔ امام ابوحنیفہؒ کوفہ میں ۸۰ھ میں اور امام مالکؒ مدینہ منورہ میں ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بعد دیگر مجتہدین پیدا ہوئے۔ مثلاً امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں نمرہ (بغداد) میں پیدا ہوئے۔ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ ان کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ چاروں حضرات وہ ہیں جن کا مسلک آج تک زندہ ہے اور ان ہی چاروں کے مسلکِ حق پر اجماع ہو چکا ہے۔

ان حضرات کا طریقہ کار وہی تھا جو ان سے پہلے حضرات کا تھا۔ عوام میں جو بھی جس کا معتقد ہوتا اس کے اجتہاد پر عمل کرتا تھا۔ لیکن ۲۰۰ھ کے بعد لوگوں میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو گیا۔ کچھ لوگ آزاد خیال ہو گئے اور اپنی سہولت سے دین کے معاملات پر عمل کرنے لگے۔ یہی حال عدالتوں کا تھا۔ ایک ہی معاملہ ایک عدالت میں کچھ ہوتا اور دوسری میں کچھ اور۔ لہٰذا تقریباً ۴۰۰ھ کے قریب وہ بزرگ جو اس مسئلہ کی حساسیت کو سمجھتے تھے انہوں نے اجماع کر کے آزادروش کو ختم کیا اور فیصلہ کیا کہ آئمہ اربعہ میں سے جو جس کا معتقد ہے اس کے اجتہاد پر عمل کرے ان کے علاوہ کسی اور مسلک پر عمل نہ کرے۔

حافظ علامہ ابن حجر مکیؒ نے بھی یہی فرمایا کہ موجودہ زمانے میں آئمہ اربعہ کے علاوہ کسی مسلک پر عمل نہ کیا جائے۔

جمہور علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان چار مذاہب کے سوا اور کسی کی تقلید جائز نہیں۔ اسی لئے تمام اکابر و محدثین امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، ابن ماجہؒ، درامیؒ، طحاویؒ وغیرہ کسی نہ کسی کے مقلد ہیں۔ اسی طرح طریقت کے سلاسل کے امام بھی کسی نہ کسی فقیہہ کے مقلد ہیں۔ جو ان چار آئمہ کی تقلید نہیں کرتا تو وہ کسی نہ کسی کی تقلید ضرور کرتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر کرتے ہیں!

جان لینا چاہئے کہ ان مذاہب کے اجتہاد میں ایک عظیم الشان مصلحت ہے اور ان کے چھوڑنے میں ایک بڑا فساد ہے، ہم اس کو دلائل سے ثابت کریں گے:

۱) امت نے اتفاق کیا کہ وہ معرفت شریعت میں سلف پر اعتماد کریں گے چنانچہ تابعین نے صحابہ کرام پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اسی طرح ہر طبقہ کے علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا ہے اور عقل اس کو تسلیم کرتی ہے۔ اس لئے کہ شریعت نقل اور استنباط سے معلوم ہوتی ہے۔ نقل اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتی جب تک ہر طبقہ اپنے پہلے طبقے سے متصل نہ ہو۔ استنباط میں مذاہب متقدمین کا علم ضروری ہے تا کہ ان کے اقوال سے باہر نکل کر اجماع کے خلاف نہ کر دے۔ کیونکہ تمام فنون صرف، نحو، طب، شاعری، تکنیکی ماہر یا کوئی زبان اس وقت تک نہیں سیکھ سکتا جب تک وہ کسی ماہر فن کے ساتھ نہ رہا ہو۔ جب یہ بات طے ہے کہ سلف کے اقوال پر اعتماد ضروری ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ ان اقوال پر عمل کیا جائے جن کی سند بھی صحیح ہو۔ کسی معتبر ذریعہ سے معلوم ہو کہ یہ بات واقعی اسی شخص نے کہی ہے جس کی طرف منسوب ہے۔

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سواد اعظم بڑی جماعت کی اتباع کرو۔ چونکہ سچے مذہب ان چار کے علاوہ نہیں ہیں تو ان مذاہب کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہے۔

تمام امتِ محمدیہ یا ان کا اس پر آج تک اجماع رہا ہے کہ ان مذاہب اربعہ کی تقلید درست ہے۔ اس میں بہت سے حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ لوگوں کی ہمتیں کمزور ہوگئی ہیں، شیطانی وسوسوں کی بھرمار ہے، ہر شخص اپنی الگ رائے رکھتا ہے۔

علم الکلام

علم الکلام کو علم العقائد، اصول ، دین، فقہ اکبر، علم التوحید و صفات، علم الاستدلال بھی کہا جاتا ہے۔ نام کے اعتبار سے تعریف لفظی ہے اگرچہ ان میں کچھ فرق بھی ہے لیکن معنوی لحاظ سے سب ایک ہیں۔

"معجم المصنفین" میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے! "وہ ایک علم ہے جس کے ذریعہ سے دوسروں پر عقائدِ دینیہ کو مدلل طور پر ثابت کیا جاتا ہے اور شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔"

جہاں تک اصولِ دین و ایمان کے تسلیم کرنے اور کفر و شرک کو رد کرنے کا تعلق ہے وہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ میں موجود ہے اور مدلل طریقہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ کیونکہ کوئی دعوت بغیر دلیل کے نہیں ہوتی۔ کوئی بھی داعی جب کسی چیز کی طرف بلاتا ہے تو اپنی دعوت اور پیغام کو احسن طریقہ سے پیش کرتا ہے اور اعتراضات اور شبہات کا ازالہ کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا زمانہ وہ زمانہ تھا جس میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں اختلاف کے باوجود اصول ، دین اور عقائدِ دین میں فنی باریکیاں پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن جب تابعین کا زمانہ شروع ہوا اور بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی اس وقت اس علم کو ایک فن کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے انتقال کے بعد تک یہ فن اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس پر فلسفیانہ رنگ چڑھنے لگا تھا کیونکہ عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور کے زمانے میں یونانی فلسفہ کا عربی میں

ترجمہ کے اس کو موضوع بنایا جا چکا تھا۔ تبع تابعین کے زمانے تک یونانی فلسفہ کی اصطلاحات عام استعمال میں آنے لگیں تھیں۔ اس آندھی کا مقابلہ کرنے کے لئے اور اس کے مضر اثرات کو سمجھنے والے علماء نے اس کا توڑ کرنے کے لئے کتابیں تصنیف لیں اور ان کے ساتھ مذاکرے اور مناظرے کئے۔ جس سے اس فن کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا۔ دین میں جو فروعات پیدا ہوئیں اس سے کچھ فرق نہیں پڑا لیکن اصولِ دین میں اور اسلام کی لوازمات میں اختلاف ہونے لگا جن کی وجہ سے فرقے بننے لگے۔ ان فرقہ بندیوں کی اصل وجہ گروہ بندی، فرقہ سازی کی بنیادیں، خواہشات اور اتباعِ نفس پر قائم ہوئیں ورنہ دین میں رائے کا مختلف ہونا مذموم نہیں اس کو برا نہیں کہا گیا۔ لیکن اختلافِ رائے اگر بغض وحسد، نفاق اور دشمنی کی بنیاد پر ہو تو یہ قابلِ مذمت ہے اس چیز کو روکا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے!

اقیموا الصلوٰۃ و لا تفرقوا

دین کو قائم کرو اور تفریق پیدا نہ کرو

تاریخ اسلام میں حضرت عمر فاروقؓ کے بعد تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ ایسا سانحہ تھا جہاں سے اختلافات شروع ہو گئے اور مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جنگ صفین اور جنگ جمل جیسے سنگین واقعات ہوئے۔ یہی سیاسی اختلافات بڑھتے بڑھتے فرقہ بندیوں کا روپ اختیار کر گئے۔ چنانچہ شیعہ فرقہ وہ پہلا فرقہ ہے جس نے اہل حق سے کٹ کر اپنا جدا دین بنا لیا اور اپنی مرضی کے اصول اور قواعد بنا لئے۔

صحابہ کرام ؓ کا فقہ میں مقام

تمام صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور نظر کرم سے سے فیض یاب ہوئے اور تمام کے تمام متقی، عادل، سچے اور اور جلیل القدر تھے۔ لیکن قرآن و حدیث کی فہم اور تفقہ فی الدین میں ان کے مختلف درجات ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو مختلف قبائل کی طرف دین کی تعلیمات سکھانے کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ ان کے علاوہ خلفاء راشدین کے زمانے میں بھی مختلف صحابہ کرامؓ دین سکھانے کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجے جاتے رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مختلف شہروں میں پھیل گئے ان میں سے ہر ایک وہاں کا پیشوا بن گیا۔ مسائل پیش آنے پر لوگ ان سے پوچھتے تھے تو ہر صحابی نے اپنے حافظہ یا استنباط سے مسائل کا جواب دیا یا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔

(حجۃ اللہ بالغہ)

دین اسلام میں دینی مسائل کی ترویج و اشاعت اور فتویٰ دینے کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کا ایک طبقہ بہت نمایاں ہے جن کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان حضرات میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ شامل ہیں۔

ان کے بعد صحابہ کرامؓ کا دوسرا طبقہ جن کے فتاویٰ پہلے طبقہ کی نسبت کم ہیں۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، ام المومنین ام سلمہؓ، معاذ بن جبلؓ، طلحہؓ، زبیر بن عوامؓ، انس بن مالکؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابوموسیٰ الاشعریؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سلمان فارسیؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابوسعید خدریؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، امیر معاویہؓ، عبادہ بن صامتؓ، عمران بن حصینؓ اور ابوبکرہؓ شامل ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول پر حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید کو ترجیح دی۔ ان دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دور صحابہ میں فقیہ صحابہ اجتہاد کیا کرتے تھے اور دوسرے لوگ ان کی تقلید کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے فقہ کے بارے میں جلیل القدر تابعی امام مسروقؒ فرماتے ہیں! میں نے صحابہ کرامؓ کی صحبت سے فیض پایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ سب صحابہ کرامؓ کا علم سمٹ کر ان چھ صحابہ کی طرف پلٹتا ہے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت زید بن ثابتؓ۔ پھر میں نے ان چھ حضرات سے فیض حاصل کیا تو دیکھا کہ ان سب کا علم حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم پر ختم ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد: ج۲ ص۲۵، تذکرہ الحفاظ: ج۱ ص۲۴)

حضرت علی المرتضیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے انتقال کے بعد کوفہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے شاگرد فقہ کا درس دے رہے ہیں اور چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی ہیں جن سے طلباء ان کا درس لکھ رہے ہیں۔ انہوں کے خوش ہو کر فرمایا! اللہ ابن مسعود ؓ پر رحمت فرمائے، وہ ان لوگوں کو کوفہ کے روشن چراغ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔

(مناقب للموفق :ص ۳۸۵)

اس زمانے میں سات مقامات ایسے تھے جہاں دین کی تعلیم کے لئے بڑی بڑی درسگاہیں اور دارالافتاء قائم تھے۔ ان میں جید تابعی تدریس و تعلیم کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے تھے وہ سات مقامات یہ ہیں:

۱) مدینہ منورہ، ۲) مکہ مکرمہ،

۳) کوفہ، ۴) بصرہ

۵) دمشق، ۶) مصر

۷) یمن

اکابرین کے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے بارے میں اقوال

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ میری مدد نہ فرماتے تو میں بھی ایک عام آدمی ہوتا۔ (تاریخ بغداد)

امام ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں! جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ کہا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی تعریف کی ہے۔ ثقہ کہنے والے اور تعریف کرنے والوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ ہے جو ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ (جامع بیان العلم:۲/۱۴۹)

امام ابن عبدالبرؒ اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے استاد امام حماد بن ابی سلیمانؒ نے فرمایا کہ ابوحنیفہؒ رات کو زندہ کرنے والے ہیں اور اس کو قائم رکھنے والے ہیں۔ یعنی ساری رات عبادتِ الٰہی میں گزار دیتے ہیں۔

امام حسن بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ نعمان بن ثابتؒ ابوحنیفہ سمجھدار عالم ہیں اور علم میں مضبوط ہیں۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی ہے تو پھر آپ کسی اور طرف توجہ نہیں کرتے۔

(الانتقاء:ص۱۹۹)

حضرت قاسم بن معن ؒ کی رائے:

حجر بن عبد الجبار فرماتے ہیں: قاسم بن معن ؒ بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود ؓ سے کہا گیا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہیں ابو حنیفہ ؒ کے غلاموں میں شمار کیا جائے۔ تو انہوں نے کہا کہ ابو حنیفہ ؒ سے زیادہ نفع بخش کسی کی محفل نہیں۔

امام مالک ؒ کا قول:

احمد بن صباغ ؒ فرماتے ہیں میں نے محمد بن ادریس شافعی ؒ (امام شافعی) سے سنا کہ امام مالک ؒ سے پوچھا گیا کیا آپ نے امام ابو حنیفہ ؒ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا! ہاں! وہ ایسے شخص تھے کہ وہ اگر تم ان سے اس پیالے کے بارے میں کلام کرو کہ یہ سونے کا ہے تو وہ اس کو دلائل سے سونے کا ثابت کر دیں گے۔

امام مالک ؒ ہر سال حج کے موقع پر امام ابو حنیفہ ؒ کا مدینہ منورہ میں انتظار کرتے تھے۔ جب امام صاحب مدینہ پہنچتے تو ہمیشہ ان کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔ (انوار الباری: ج۱ ص۱۰۲)

سعید بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے فضیل بن عیاض ؒ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو حنیفہ ؒ ایک ایسے فقیہ تھے جو اپنے فقہ کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ اپنے تقویٰ کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ کثیر المال تھے جو کوئی ان کے پاس آتا اس پر فضل و احسان فرماتے۔ رات دن تعلیم دینے کی مشقت پر صبر کرنے والے، کثرت سے روزے رکھنے والے، کم گو انسان تھے۔ اگر ان سے کسی حلال وحرام

کے بارے میں سوال کیا جاتا تو حق کی دلیل سے ثابت کرتے۔ بادشاہوں کی طرف سے ملنے والے ہدایاء و وظائف سے دور بھاگتے تھے۔ جب ان کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جو میں کوئی صحیح حدیث ہوتو اس کو اتباع کرتے اگرچہ وہ کسی صحابی یا تابعی سے ہی منقول ہو ورنہ حکمت سے قیاس کرتے۔

ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ جو فقہ سیکھنا چاہے اسے امام ابوحنیفہؒ اوران کے اصحاب کو لازم پکڑنا چاہیئے۔ کیونکہ سب لوگ فقہ میں انہی کے تابع ہیں۔

وکیعؒ کی امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں رائے:

وکیعؒ فرماتے ہیں! خدا کی قسم! امام ابوحنیفہؒ بڑے صاحبِ امامت تھے اوران کے دل میں اللہ پاک کی بڑے عظمت و کبریائی تھی۔ وہ ایسی راہ پر تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہر حال میں راضی تھا۔ اگر وہ اللہ کی راہ میں تلوار اٹھاتے تو بھی امکان یہی تھا کہ اللہ ان پر رحم فرماتا اوران سے راضی ہوتا۔ اللہ نیک لوگوں سے راضی ہوتا ہےاور وہ انہی میں سے تھے۔

امام احمد بن حنبل ؒ

امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ؒ تقویٰ، زہد اور ایثارِ آخرت کے مقام پر ہیں کہ کوئی دوسرا اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب منصور نے انہیں عہدہ قضاء پیش کیا تو انہوں نے قبول نہ کیا جس کی وجہ سے ان کو کوڑے لگائے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے اور ان سے راضی ہو۔

امام ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں حضرت ابوداؤد ؒ کی رائے:

بشر بن حارث (بشر حافی ؒ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد ؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں کوئی زبان نہیں کھول سکتا سوائے دو آدمیوں کے۔ ایک وہ جوان کے علم سے حسد کرتا ہو اور دوسرا جاہل جو ان کے علم کی قدر کو نہ پہچانتا ہو۔ (تاریخ بغداد)

حسن بن عمارہ ؒ

امام صاحب ؒ کے زمانہ میں قاضی تھے۔ بہت عبادت گزار، عابد و زاہد تھے۔ امام صاحب کے انتقال پر انہوں نے امام صاحب ؒ کو غسل دیا تھا اور نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ خطیب بغدادی نے عبداللہ بن مبارک ؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن عمارہ ؒ کو امام اعظم ؒ کے رکاب پکڑے ہوئے امام صاحب سے

بات کرتے ہوئے دیکھا اور یہ کہتے سنا! اللہ کی قسم! آپ سے زیادہ بلیغ، غور وفکر کرنے والا اور حاضر جواب کسی اور کو نہیں پایا۔ بے شک آپ اپنے وقت کے تمام فقہاء کے سردار ہیں۔ جو لوگ آپ کو طعن کرتے ہیں وہ سراسر حسد کی وجہ سے ہے۔

(عقود الجمان: ص۲۰۴)

زہیر بن معاویہؒ

علی بن حقد فرناتے ہیں کہ ہم زہیر بن معاویہؒ مجلس میں تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا تو زہیر نے پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ ابوحنیفہؒ کی مجلس سے۔ اس پر حضرت زہیرؒ نے فرمایا کہ تمہارا امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک دن کا جانا ہمارے پاس ایک مہینہ آنے سے زیادہ بہتر و نفع بخش ہے۔

(الانتقاء: ص۱۳۲، الجواہر المضیئہ: ص۱/۲۴۵)

حضرت مجدد الف الثانیؒ:

امام ربانی حضرت مجدد الف الثانی شیخ احمد سرہندیؒ اپنے مکتوبات میں جابجا امام اعظم ابوحنیفہؒ اور فقہ حنفی کی تعریف کرتے ہیں۔

ایک مکتوب میں لکھتے ہیں!

مسئلہ توحید میں سراج الامۃ رئیس الموحدین امام ابوحنیفہؒ کا نظریہ نہایت

بلند، روشن اور سلجھا ہوا ہے۔ ان کا ہر مسئلہ شرک کی رگِ جاں پر ایک کاری ضرب کا کام دیتا ہے۔ حنفی مذہب نے شرک کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ امام صاحب نے توحید کے مسائل جن کا ذکر کتبِ فقہ میں موجود ہے نہایت وضاحت اور صفائی سے بیان کیا ہے بلکہ شرک کے تمام چور دروازے بند کر دئے ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف الثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد وہ اس شریعت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں اور ہوسکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجتہدات کو ان کی باریکی اور ماخذ کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے انکار کر دیں۔ ان کے اجتہادات کو کتاب وسنت کے خلاف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا حال امام اعظم ابوحنیفہ کوفیؒ کے حال کی طرح ہے۔ حضرت امام نے اپنی ورع اور تقویٰ کی برکت اور سنتِ مبارکہ کی متابعت کی بدولت اجتہاد میں اور مسائل کے استنباط میں ایسا بلند مرتبہ پایا ہے کہ دوسرے افراد اس کو سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ آپ کے اجتہادات کو سمجھ نہ آنے کی وجہ سے کتاب وسنت کے خلاف سمجھ لیا اور یہ سب کچھ اس بنا پر ہوا کہ یہ لوگ آپ کے علم کی حقیقت اور درایت کو نہیں سمجھ سکے ہیں۔ امام شافعیؒ کی فراست کو جو فقاہت کے کرشمہ سے دریافت کر گئے ان کے اس قول سے سمجھنا چاہیئے جو انہوں نے کہا کہ تمام فقہاء

ابوحنیفہ ؒ کے محتاج ہیں۔ افسوس ہے ان کی کوتاہ بینیوں کی جرأت پر کہ وہ اپنی کوتاہی کو دوسروں کی طرف نسبت کرتے ہیں۔

اگر کوئی کوتاہ بین اس جماعت پر کوتاہی کا الزام عائد کرتا ہے۔ پناہ بہ خدا! تو میری زبان پر یہ آئے گا۔ ''دنیا بھر کے تمام شیر ایک لڑی سے بندھے ہوئے ہیں، بھلا لومڑی اپنی چالاکی سے اس لڑی کو کیا توڑے گی۔''

حضرت عیسیٰؑ کو جو مناسبت حضرت امام اعظم ؒ سے ہے ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت خواجہ محمد پارساؒ (حضرت خواجہ بہاالدین نقشبند بخاریؒ کے بڑے خلیفہ) نے '' فصولِ ستہ '' میں لکھا ہے کہ '' حضرت عیسیٰؑ نازل ہونے کے بعد امام ابوحنیفہ ؒ کے مذہب پر عمل کریں گے۔'' کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی شان اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے کہ وہ علماء امت کی تقلید کریں۔ لہٰذا تکلف اور تعصب کی ملاوٹ کے بغیر یہ کہا جاتا ہے کہ اس مذہبِ حنفی کی نورانیت، کشفی نظر سے ایک عظیم دریا کی طرح ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے سب مذاہب مثلِ حوض اور نالیوں کے نظر آتے ہیں۔ ہم جب ظاہری احوال دیکھتے ہیں کہ اہلِ اسلام کی بڑی اکثریت ابوحنیفہ ؒ کی پیروی کرنے والوں کی ہے اور یہ مذہب پیروی کرنے والوں کی کثرت کے باوجود اپنے اصول اور فروع میں تمام مذاہب سے ممتاز ہے۔ مسائل کے استنباط میں ان کا علیحدہ طریقہ ہے اور یہ معاملہ اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ سنت کی پیروی کرنے میں امام ابوحنیفہ سب سے آگے ہیں۔ آپ مرسل حدیث کو مسند حدیث کی طرح شایانِ متابعت جانتے ہیں۔

آپ مرسل حدیث کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ دوسرے آئمہ کا یہ حال نہیں ہے۔ باوجود اس کے آپ کے مخالفین آپ کو صاحبِ رائے قرار دیتے ہیں۔ آپ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے بے ادبی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایسی صورت میں ہورہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے علم اور کمال اور ورع اور تقویٰ کا سب کا اعتراف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کو بُرا نہ کہیں اور اسلام کی بڑی جماعت کی دل آزاری نہ کریں۔

﴿ يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُوا نُورَ اللّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ﴾

(سورۃ التوبہ ۔ ۳۲)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں

دین کے بزرگوں کو اصحابِ رائے کہنے والی جماعت کا اگر یہ خیال ہے کہ یہ بزرگانِ دین اپنی رائے سے حکم کرتے ہیں اور کتاب وسنت کی پیروی نہیں کرتے تو اس صورت میں اسلام کا سوادِ اعظم گمراہ اور بدعتی ہوا، بلکہ اسلام کی جماعت سے خارج ہوا۔ ایسا غلط اعتقاد وہی شخص کرسکتا ہے جو جاہل ہو اور اسے اپنی جہالت کی خبر بھی نہ ہو۔ یا پھر وہ زندیق ہے اور اس کا مطلب آدھے دین کا باطل کرنا ہے۔ چند ناقصوں نے چند احادیث کو رٹ لیا ہے اور شریعت کو ان احادیث پر منحصر سمجھ لیا ہے اور وہ ان احادیث شریفہ کا انکار کرتے ہیں جن کا علم ان کو نہیں ہے۔

ان کی مثال اس کیڑے کی ہے جو پتھر میں چھپا ہوا ہے۔ اس کی زمین بھی وہی پتھر ہے اور اس کا آسمان بھی وہی پتھر ہے۔

افسوس اور ہزار افسوس ان لوگوں کی بیہودہ تعصّبات اور فاسد نظریات پر، فقہ کے بانی حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ فقہ کے تین حصے ان کے لئے مسلم ہیں اور ایک حصہ جو چوتھائی ہے اس میں باقی علماء سب شریک ہیں۔ آپ فقہی گھر کے مالک ہیں اور سب آپ کی عیال ہیں۔ حنفی مذہب سے میرا یہ تعلق اور التزام ہوتے ہوئے امام شافعیؒ سے مجھ کو ایک طرح کی محبت ہے اور میں ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ چنانچہ بعض اعمالِ نافلہ میں ان کی تقلید کر لیتا ہوں۔ میں کیا کروں ابوحنیفہؒ کا مقابلہ میں دوسروں کے باوجود ان کے علم اور کمالِ تقویٰ کے بچوں کی طرح سمجھتا ہوں، معاملہ پروردگار کے سپرد ہے۔

(مکتوبات دفتر دوم؛ مکتوب ۵۵)

حضرت ابن جریجؒ

حضرت ابن جریجؒ کو جب امام ابوحنیفہؒ کے علم، تقویٰ اور حفاظت دین وعلم کی خبر ملی تو فرمایا کہ ان کے علم میں بلند شان ہوگی۔ ایک دن کسی نے ان کے سامنے ان کا کچھ تذکرہ تنقیدی انداز سے کر دیا تو فرمایا کہ خاموش رہو بے شک وہ بہت بڑے فقیہہ ہیں۔

محدث مسعر بن کدامؒ

محدث مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ جس نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنایا، مجھے امید ہے کہ اس پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ اس نے اس میں کوئی افراط سے کام لیا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ حضرت آپ نے باقی لوگوں کی رائے کو چھوڑ کر صرف امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو کیوں لے لیا۔ فرمایا! زیادہ صحیح ہونے کی وجہ سے، تم اس سے بہتر کسی کی رائے لے آؤ تو میں اس کی طرف راغب ہو جاؤں گا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فقہ میں معروف، تقویٰ میں مشہور، وسعت مال والے تھے۔ اپنے ہم مجلسوں پر خوب خرچ کرتے تھے۔ دن رات دین کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ کم گو تھے، حلال وحرام کے مسائل کا جواب حق کے بغیر نہیں دیتے تھے۔ حکومت اور حکومتی عہدوں سے دور بھاگنے والے تھے۔

امام شعبہ بن حجاجؒ (متوفی ۱۶۰ھ)

امام شعبہؒ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ

امام ابوحنیفہ ؒ حسن الفہم اور جید الحفظ تھے۔ لوگوں نے آپ سے اس چیز پر جھگڑا کیا جس کے وہ زیادہ جاننے والے تھے۔ اللہ کی قسم! وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا جلد بدلہ پائیں گے۔ امام شعبہ ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کے لئے رحمت کی دعا کیا کرتے تھے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ ؒ کے بارے میں امام اوزاعی ؒ کی رائے

عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں میں ملک شام میں امام اوزاعی ؒ کے پاس گیا اور بیروت میں ان سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھ سے کہا! اے خراسانی! یہ کون بدعتی ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور ابوحنیفہ کی کنیت رکھتا ہے۔ میں نے اس وقت انہیں کوئی جواب نہیں دیا اور اپنی قیام گاہ میں واپس آ کر امام ابوحنیفہ ؒ کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔ تین دن تک ان کو پڑھ کر ان میں سے اچھے اچھے مسائل نکالے۔

تیسرے دن میں امام اوزاعی ؒ کے پاس گیا اور مسائل کی کتاب میرے ہاتھ میں تھی۔ امام اوزاعی ؒ نے پوچھا یہ کون سی کتاب ہے۔ میں نے ان کو کتاب دے دی۔ انہوں نے اس کو دیکھنا شروع کیا اور ایک مسئلہ پر ان کی نظر پڑی جس میں میں نے قال النعمان لکھا تھا۔ اذان ہو گئی تھی، اقامت کا وقت قریب ہو گیا تھا، اور انہوں نے امامت کرانی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے کھڑے کھڑے کتاب کے ابتدائی حصہ کو پڑھا پھر کتاب آستین میں رکھ کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر سے اس کتاب کو پڑھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی۔ پھر مجھ سے پوچھا! اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے

کیا کہ یہ ایک شیخ ہیں جن سے میں نے عراق میں ملاقات کی ہے۔ امام اوزاعیؒ نے کہا! یہ بہت اونچے مشائخ میں سے ہیں تم جا کران سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔ اس پر میں نے کہا! یہی ابوحنیفہؒ ہیں جن کے پاس جانے سے آپ نے مجھے منع کیا تھا۔

خطیب بغدادی کی روایت یہیں تک ہے۔ '' عقود الجمان '' میں یہ بھی ہے کہ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن مبارکؒ نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی مکہ میں ملاقات ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ امام اوزاعی مسائل پر امام ابوحنیفہؒ سے گفتگو کر رہے ہیں اور ابوحنیفہؒ ان کو زیادہ وضاحت اور دلائل سے بیان کر رہے ہیں جن کو میں نے لکھا تھا۔ اس کے بعد میں امام اوزاعی سے ملا تو انہوں نے اعتراف کیا! '' ابوحنیفہ کے علم کی گہرائی اور ذہانت پر رشک ہو رہا ہے۔ میں بڑی غلط فہمی میں تھا۔ تم ان سے مل کر ضرور علم حاصل کرو۔''

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۸۸ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۳۸، عقود الجمان ص ۱۹۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ:

حضرت شاہ صاحبؒ '' فیوض الحرمین ''میں تحریر فرماتے ہیں! مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے۔ اس طریقہ مسنونہ کے جو کہ مدوّن کیا گیا بخاری اور اس نے اصحاب کے زمانے میں۔ (فیوض الحرمین: ص ۱۳۶)

قاضی شریک نخعی فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ خاموش مزاج، مفکر و مدبر، فقہ میں دقیق نظر رکھنے والے، علمی و عملی باریک استنباط کرنے والے اور لطیف بحث کرنے والے تھے۔ (الخیرات الحسان: ص ۱۱۵)

عیسیٰ بن یونسؒ نے فرمایا! جو شخص بھی امام ابوحنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی ہرگز تصدیق نہ کرو۔ خدا کی قسم! میں نے ان سے افضل ان سے زیادہ متقی اور ان سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان: ص ۱۱۱)

ابن خلدونؒ نے فرمایا! امام ابوحنیفہؒ علم حدیث کے بڑے مجتہدین میں سے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ ان کے مذہب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ان کا رد و قبول کیا جاتا ہے۔ (مقدمہ: ص ۴۴۵)

امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ امام اعظمؒ عراق کے فقیہہ ہیں اور اسلام کے اماموں میں سے اور بڑی شخصیات میں سے ایک ہیں۔

(البدایہ والنہایہ: ج ۱۰ ص ۱۰۷)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ عابد و زاہد اور عارف باللہ تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور اپنے علم سے صرف اس کی رضا چاہتے تھے۔

(احیاء العلوم: ج ا ص ۹۸)

ایک مرتبہ معافی موصلیؒ اپنے حلقۂ درس میں تعلیم دے رہے تھے اس دوران فرمایا! امام ابوحنیفہؒ میں دس باتیں ایسی تھیں کہ ایک بھی کسی شخص میں ہوں تو

وہ اپنے وقت کا رئیس اور قبیلے کا سردار ہو۔ وہ دس باتیں یہ ہیں:

۱۔ پرہیز گاری

۲۔ سچ بولنا

۳۔ عفت و پاکیزگی

۴۔ لوگوں کی خاطر مدارات کرنا

۵۔ سچی محبت کرنا

۶۔ اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا

۷۔ زیادہ تر خاموش رہنا

۸۔ ٹھیک اور مناسب بات کہنا

۹۔ ضرورتمندوں اور عاجزوں کی مدد کرنا

۱۰۔ دوست و دشمن کی تمیز کئے بغیر لوگوں کی مدد کرنا

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان: ص ۱۴۲)

حضرت ابو حنیفہ ؒ کا مقام

حضرت علی ہجویری ؒ کا کہنا ہے کہ ایک روز میں شام میں سفر کر رہا تھا۔ میں حضرت بلال ؓ کے روضہ پر پہنچا۔ وہاں میں آرام کرنے بیٹھ گیا اس دوران میری آنکھ لگ گئی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظّمہ میں دیکھا۔ اتنے میں سرور دو عالم ﷺ بنی شیبہ کے دروازے سے تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جس طرح بچے کو لیا جاتا ہے۔ میں فرط محبت سے بے قرار ہو کر آپ ﷺ کی طرف دوڑا اور آپ ﷺ کے پائے مبارک پر بوسہ دیا۔ میں بہت حیران تھا کہ یہ بوڑھا شخص کون ہے کہ حضور ﷺ نے قوت باطنی سے میری اس حیرت کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تمہارے امام ہیں۔ ابو حنیفہ ؒ۔ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شریعت کے قائم کرنے والے احکامات کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں اور حضور ﷺ کو ان سے جو ربط اور محبت ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ سے خطا ممکن نہیں ہے اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ ؒ سے بھی خطا صادر نہیں ہوئی۔ یہ نکتہ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(کشف المحجوب)

خطیب بغدادی امام اعظمؒ کا مقام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

نعمان بن ثابت ابوحنیفہؒ تیمی اصحابِ رائے کے امام اور عراق کے فقیہہ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا، عطاء بن رباحؒ، ابواسحاق سبیعیؒ، محارب بن دثارؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، ہیثم بن حبیب الصوافؒ، قیس بن مسلمؒ، محمد بن منکدرؒ، نافعؒ بن مولیٰ ابن عمرؓ، ہشام بن عروہؒ، یزید بن الفقیرؒ، سماک بن حربؒ، علقمہ بن مرثدؒ، عطیہ بن العرفیؒ، عبدالعزیز بن رفیعؒ، عبدالکریم ابوامیہؒ وغیرہ سے احادیث سنی ہیں۔

ابوحنیفہؒ سے ابویحیٰی الحمانیؒ، ہیثم بن بشیرؒ، عباد بن عوامؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، وکیع بن جراحؒ، یزید بن ہارونؒ، علی بن عاصمؒ، یحیٰی بن نصر بن حاجبؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، عمرو بن محمد العنقزیؒ، ہوزہ بن خلیفہؒ، ابوعبدالرحمٰن المقرئؒ، عبدالرزاق بن ہمامؒ اور دوسرے بزرگوں نے روایت کی ہیں۔

اسمٰعیل بن حماد نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ سفیان ثوریؒ کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوگیا اور ہم تعزیت کے سلسلہ میں ان کے پاس گئے۔ مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ لوگوں میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے۔ اسی دوران ابوحنیفہ اپنی جماعت کے ساتھ آئے۔ ان کو دیکھ کے سفیان ثوری اپنی جگہ سے سرکے اور پھر کھڑے ہوگئے اور امام ابوحنیفہ سے معانقہ کیا۔ ان کو اپنی جگہ پر

بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گئے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ مجھے سفیان پر غصہ آیا اور عبداللہ بن ادریس سے کہا! تم پر افسوس ہے، کیا تم نہیں دیکھتے۔ ہم بیٹھے رہے یہاں تک کہ لوگ چلے گئے۔ میں نے ابن ادریس سے کہا کہ تم نہ اٹھو تا کہ ہم کو اس کیفیت کی وجہ معلوم ہو۔ میں نے سفیان ثوری کو خطاب کرتے ہوئے کہا! اے ابوعبداللہ! میں نے تم کو آج ایسا فعل کرتے ہوئے دیکھا جس کو ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون سا فعل ہے۔ میں نے کہا کہ تمہارے پاس ابوحنیفہ آئے تو تم ان کے واسطے کھڑے ہوئے اور تم نے ان کو اپنی جگہ بٹھایا اور تم نے ان کی خوب عزت افزائی کی۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک تمہارا یہ فعل منکر و خراب ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس میں کیا برائی ہے۔ وہ ایک ایسے شخص ہیں کہ علم میں ان کا ایک مقام ہے اگر میں ان کے علم کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے کھڑا ہوتا۔ اور اگر ان کی عمر کا لحاظ نہ کرتے ہوئے کھڑا ہوتا تو ان کے فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ اور اگر ان کے فقہ کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو ان کے ورع (دین میں متشابہات سے بچنا) کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ سفیان ثوری نے مجھ کو حیرت میں ڈال کے لاجواب کر دیا۔

(سوانح امام اعظم ابوحنیفہؒ: ص ۱۸۸)

ابو وہب بن مزاحم فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو سب سے بڑا عبادت گزار انسان

دیکھا، سب سے بڑا متقی، سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہ دیکھا۔

ابن مبارکؒ سے علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ فقہ میں ہمارے امام ابوحنیفہؒ ہیں اور حدیث میں سفیان ثوریؒ ہیں۔ جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

یحییٰ بن سعید القطانؒ فن رجال کے امام ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور علی بن المدینیؒ آپ کے درس میں عصر سے مغرب تک کھڑے ہو کر احادیث کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ آپ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں اور اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا! واللہ خدا گواہ ہے ہم جھوٹ نہیں بولتے! ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ کسی کو صائبِ رائے نہیں دیکھا۔ ہم نے اکثر ان کے اقوال اخذ کئے ہیں۔ واللہ ہم امام صاحب کی مجلس میں شریک رہے ہیں۔ میں نے جب بھی ان کے چہرے کی طرف دیکھا ہے تو یقین ہو گیا کہ وہ اللہ کے خوف اور خشیت سے پوری طرح لبریز ہیں۔ خدائے بزرگ کی قسم امام صاحب اس امت میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

(کتاب تعلیم انوار الباری، حدائق الحنیفہ)

یحییٰ بن معینؒ جرح وتعدیل کے مشہور امام ہیں۔ فرماتے ہیں!

قرأۃ امام حمزہ کی اور فقہ امام ابوحنیفہؒ کا، اس پر میں نے تمام انسانوں کا اتفاق پایا ہے۔

مکی بن ابراہیمؒ امام بخاری کے استاد ہیں وہ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ

اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم، زاہد تھے۔ میں کوفہ کے علماء کی مجلس میں بیٹھا ہوں۔ میں نے ان میں سے امام صاحب سے زیادہ خوفِ خدا اور کسی میں نہیں پایا۔

امام احمد بن حنبلؒ جو فقہ کے آئمہ اربعہ میں سے ہیں اور جرح و تعدیل کے ماہر تھے فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ زہد و تقویٰ اور علم میں اس جگہ ہیں کہ کوئی اس مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔

امام شعرانیؒ ایک بہت بڑے محدث اور اپنے وقت کے امام ہیں فرماتے ہیں! ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ہم ایسے امام اعظم پر اعتراض کریں جس کی جلالت وقدر، علم و ورع پر سب کا اتفاق ہے۔ امام صاحب پر کسی طرح بھی اعتراض مناسب نہیں کیونکہ وہ آئمہ میں سب سے بڑے مرتبہ پر ہیں۔ ان کا مذہب سب سے پہلے تحریری شکل میں آیا۔ ان کی اسنادِ حدیث بھی دوسرے آئمہ کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تر ہے۔

(حدائق الحنیفہ)

امام مزنیؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں!

علم کے چار حصوں میں سے تین حصہ تو امام ابوحنیفہؒ کے لئے خاص ہیں اور ایک حصہ باقی تمام علماء کے لئے رکھا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ عالم اسلام میں بہت مشہور عالم ہیں۔ پاک و ہند میں ان کو شیخ الاسلام کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شروع میں یہ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد تھے لیکن بعد میں انہوں نے تقلید کو چھوڑ کر آزاد روش اختیار کر لی۔ امام ابوحنیفہؒ

کے بارے میں فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ سے اگرچہ بعض لوگوں کو اختلاف رہا ہے لیکن ان کے فہم وفقہ میں کوئی شک نہیں کرسکتا۔ کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل کے لئے ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جو بالکل جھوٹ ہیں۔

(حدائق الحنیفہ)

عبداللہ بن مبارکؒ کا لقب امیر المومنین فی الحدیث ہے، آپ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ بخاری اور مسلم میں آپ کی سند سے سینکڑوں احادیث موجود ہیں۔ امام بخاریؒ نے آپ کے متعلق اپنے رسالہ رفع یدین میں فرمایا کہ عبداللہ بن مبارکؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں!

☆ وہ شخص محروم رہا جس کو امام ابوحنیفہؒ کے علم سے حصہ نہ ملا۔

☆ خدا اس شخص کا برا کرے جو ہمارے شیخ ابوحنیفہؒ کا ذکر برائی سے کرے۔ اگر امام صاحب تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے تو وہ بھی ان کا اتباع کرتے۔

☆ اگر میں امام صاحب سے ملاقات نہ کرتا تو میں حدیث کے نقالوں کی طرح ہوتا۔

☆ اگر مجھے افراط کا لم کا الزام نہ دیا جائے تو میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔

(مناقب للموفق: ص ۲۰۰)

امام ابو یوسف ؒ خلافت عباسیہ میں چیف جسٹس کے عہدے ہر فائز تھے، آپ امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد تھے فرماتے ہیں! میری آرزو ہے کہ مجھے جمال ابن ابی لیلیٰ کا، زہد مسعر بن کدام ؒ کا اور فقہ امام ابوحنیفہ ؒ کا مل جائے۔ فرماتے ہیں کہ رائے تو امام ابوحنیفہ ؒ کی ہی ہے ہم تو ان کی عیال ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے علم پر سب کو اتفاق ہے اور ہماری مثال ان کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے نہر فرات کے مقابلہ میں چھوٹے نالے کی۔

(مناقب للموفق: ج ۲ ص ۴۲)

سفیان بن عیینہ ؒ مشہور محدث ہیں، امام بخاری ؒ اور امام حمیدی ؒ کے استاد ہیں، امام ابوحنیفہ ؒ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں!

دو چیزیں ایسی تھیں کہ ابتداء میں جس کے متعلق میرا یہ خیال تھا کہ وہ کوفہ کے پل سے آگے نہ بڑھ سکیں گی، حمزہ کی قرأت اور امام ابوحنیفہ کا فقہ مگر یہ دونوں آفاق میں پہنچ چکی ہیں۔ (انوار الباری: ج ۱ ص ۱۰۳)

امام شافعی فقہ کے مسلک کے امام ہیں، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد ؒ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں! سب کے سب فقہ میں امام ابوحنیفہ ؒ کی عیال ہیں۔ جو شخص امام ابوحنیفہ ؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ ماہر عالم نہیں بن سکتا۔

(انوار الباری: ج ۱ ص ۱۰۳)

مسعر بن کدام ؒ محدثین میں نہایت اونچے مقام پر ہیں۔ صحاح ستہ میں آپ کی سند سے روایات موجود ہیں۔ امام شعبہ ؒ اور امام سفیان ثوری ؒ آپ کو

میزانِ عدل کہا کرتے تھے۔ مسعر بن کدام ؒ فرماتے ہیں! جو شخص اپنے اور اللہ تعالٰی کے درمیان امام ابوحنیفہ ؒ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے مذہب پر چلے گا تو میں امید کرتا ہوں کہ اس کو کوئی خوف نہیں ہوگا۔

(حدائق الحنیفہ :ص۷۹)

ابن مقاتل بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک ؒ سے سنا کہ اگر میں کسی شخص سے ابوحنیفہ ؒ کی مذمت سنتا ہوں ، میں نہیں چاہتا کہ اس کو دیکھوں یا اس کے پاس بیٹھوں کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالٰی کے عذابوں میں سے کوئی عذاب اس پر نازل نہ ہو جائے اور اس کی لپیٹ میں کہیں میں بھی نہ آ جاؤں۔ اللہ تعالٰی پوری طرح جانتا ہے کہ میں اس فضول بات کرنے والے سے بیزار ہوں۔ جو شخص بھی ابوحنیفہ ؒ کی تعریف کرتا ہے وہ اس سے برتر ہیں۔

قسم ہے اللہ کی! آپ اللہ تعالٰی سے بہت ڈرتے تھے۔ اپنی زبان کی حفاظت کرتے تھے۔ آپ کا کھانا اور پینا حلال اور پاک تھا۔ قسم ہے اللہ کی! آپ کا علم بہت زیادہ تھا اور خوب پھیلا ہوا تھا۔ (ابوزہرہ مصریؒ)

امام ابوحنیفہؒ کی عبادت گزاری

اسد بن عمیر فرماتے ہیں: امام اعظمؒ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی اور اکثر راتوں میں ایک رکعت میں پورا قرآن کریم تلاوت کر لیتے تھے۔ ان کے پڑوسی ان کے رونے کی آواز سنتے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اللہ ان کی حالت پر رحم فرمائے۔ یہ بات بھی خوب یاد ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے ستر ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم فرمایا لیا تھا۔ قید کے دوران انہوں نے سات ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا۔

خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں کہ چار بزرگ ہستیوں نے ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کیا ہے:

۱۔ حضرت عثمان بن عفانؓ

۲۔ حضرت تمیم داریؓ

۳۔ حضرت سعید بن جبیرؓ

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ

(تاریخ بغداد: ج۱۳ ص۳۵۱)(اخبار ابی حنیفہؒ واصحاب ص۴۵)

علی بن یزید صدائی فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان مبارک میں امام ابوحنیفہؒ کو ساٹھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے دیکھا۔ ایک قرآن رات بھر میں

پڑھتے اور ایک قرآن دن میں مکمل فرماتے۔ (مناقب ابی حنیفہؒ ص ۲۰۷)

ایک بار امام اعظمؒ کہیں جارہے تھے کہ راستے میں آپ نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ''یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جو تمام رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور سوتے نہیں ہیں''۔ آپؒ نے امام ابو یوسفؒ سے فرمایا! سبحان اللہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کی شان نہیں دیکھتے کہ اس نے ہمارے لئے اس قسم کا چرچا کردیا ہے اور کیا یہ بری بات نہیں کہ لوگ ہمارے متعلق وہ بات کہیں جو ہم میں نہ ہو۔ لہٰذا ہمیں لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہیئے۔ خدا کی قسم! میرے بارے میں لوگ وہ بات نہیں کہیں گے جو میں نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ تمام رات عبادت ودعا اور آہ وزاری میں گزارنے لگے۔ (الخیرات الحسان: ص ۱۱۸)

امام مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں! میں نے امام اعظمؒ کو دن میں کبھی بغیر روزے کے نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی رات میں سوتے ہوئے پایا البتہ ظہر سے قبل آپؒ کچھ دیر آرام کرلیا کرتے تھے۔ آپ کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔

ابو حفصؒ نے امام اعظمؒ کا یہ معمول بیان فرمایا ہے کہ آپؒ روزآنہ عشاء کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور پھر کچھ وقت گزار کر مسجد میں آتے اور اسی طرح رات بھر عبادت کرتے اور فجر کی اذان سے پہلے گھر چلے جاتے تھے اور پھر فجر کی نماز کے لئے دوبارہ تشریف لاتے تھے۔ اس طرح عام لوگوں کو یہ تاثر دیتے کہ وہ ساری رات گھر پر رہے ہیں۔ (مناقب للموفق: ص ۲۶۰)

امام ابوحنیفہؒ تہجد کی نماز کے لئے بہترین کپڑے پہنا کرتے تھے اور اس کو خوشبو میں بسا لیا کرتے تھے۔ آپؒ ہمیشہ باوضو رہتے تھے، ایسا کوئی نماز کا وقت نہیں آیا کہ آپؒ وضو سے نہ ہوں۔

مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے ایک قاری کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو مجھے بہت اچھا معلوم ہوا اور میں سننے کے لئے بیٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ قاری ایک منزل پڑھ کے ختم کر دے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیا۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو وہ ابوحنیفہؒ تھے۔ (ماخوذ از موفق و علامہ ذہبی)

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے پچپن (۵۵) حج کئے۔ پہلا حج آپ کے اپنے والد کے ساتھ ۹۶ھ میں کیا۔ امام اعظمؒ ۱۳۰ھ سے ۱۳۷ھ تک مکہ معظّمہ میں رہے اس کے بعد ابوجعفر المنصور کے دور میں کوفہ واپس آ گئے۔ امام بخاری نے حدیث حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ سفر کوفہ کے کئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے معمولات

آپؒ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ جاتے اور ارد گرد شاگردوں کا مجمع ہوتا تھا۔ درس کا سلسلہ شروع فرماتے۔ درمیان میں اگر باہر سے آنے والا کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب دیتے۔ اس کے بعد مجلس تدوینِ فقہ منعقد ہوتی جس مین بڑے بڑے علماء شریک ہوتے۔ نماز ظہر پڑھ کر آپؒ گھر تشریف لے جاتے اور ظہر سے عصر تک آرام فرماتے۔ تھوڑی دیر کے لئے آپ اپنے دکان پر بھی تشریف لے جاتے۔ اسی وقت آپ مریضوں کی عیادت بھی کرتے اور دوستوں سے ملاقات بھی کرتے۔ مغرب کی نماز کے بعد پھر پڑھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ سردیوں میں عشاء کی نماز سے پہلے کچھ دیر سو جاتے پھر عشاء کی نماز پڑھتے اور اس کے بعد پوری رات نہیں سوتے تھے۔

یوسف بن خالد سمتیؒ امام اعظمؒ کے شاگرد ہے۔ آپ فرماتے ہیں!

امام اعظمؒ ہر پیر، جمعرات اور جمعہ کی رات کو مغرب اور عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا حلقہ جامع مسجد میں صبح کی نماز سے ظہر کی نماز تک اور عشاء کی نماز سے تہائی رات تک رہا کرتا تھا۔ اپنی مسجد میں عصر کے بعد سے مغرب تک آپ کا حلقہ ہوتا تھا۔ ظہر سے عصر تک اپنے گھر میں رہتے تھے۔ آپ پہلی نماز (عصر کی نماز) میں جلدی کرتے تھے اور مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے تھے۔ عشاء کی نماز میں جلدی کرتے تھے اور فجر کی نماز میں تاخیر کرتے تھے۔ ہفتہ کا

دن ان کے اپنے ذاتی کاموں کے لئے مختص تھا۔ اس دن نہ مجلس میں بیٹھتے اور نہ بازار جاتے تھے۔ گھر کے اسباب اور سامان کا بندوبست کرتے تھے۔ اپنی دوکان پر چاشت کے وقت سے ظہر کے وقت تک بیٹھتے تھے۔ جمعہ کے دن آپ اپنے تمام احباب کو اپنے گھر میں دعوت پر بلاتے تھے۔ ان کے لئے کھانا پکواتے تھے اور مشروبات کا بندوبست کرتے تھے۔ کھانا ہمارے ساتھ نہیں کھاتے تھے لیکن مشروبات میں ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ امام صاحب فرماتے تھے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کھانا اس لئے نہیں کھاتا کہ آپ لوگ تکلف نہ کریں۔ امام صاحبؒ طرح طرح کے میوے لوگوں کو پیش فرماتے تھے اور کھلا کر خوش ہوتے تھے۔ آپ اپنے نفس میں بہت سخی تھے۔

(مناقب للموفق)

امامِ اعظمؒ کا تقویٰ

علماء اسلام نے تقویٰ کے تین درجہ بتائے ہیں:

۱) ادنیٰ ۲) اوسط ۳) اعلیٰ

ادنیٰ درجہ کا تقویٰ ایمان لانا ہے اس کی وجہ سے دوزخ کے عذاب سے رہائی ملے گی۔ اوسط درجہ یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دے جس کے ارتکاب سے آدمی گناہ گار بن جائے۔ اور اعلیٰ درجہ کا تقویٰ یہ ہے کہ باطن کو ہر اس چیز سے محفوظ کر لے جو ما سوا اللہ میں مشغول کرے۔ یہ تقویٰ کا حقیقی درجہ ہے جو امام اعظمؒ کو حاصل تھا۔

حضرت مجدد الف الثانیؒ فرماتے ہیں! ممنوعات سے پرہیز کرنا یا باز رہنا ہی حقیقی تقویٰ ہے اور یہ دین کی بنیاد ہے۔ (مکتوب ۹ دفتر سوم)

حامد بن آدم فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ سے زیادہ متقی نہیں دیکھا۔ (تاریخ بغداد)

یزید بن مکیتؒ فرماتے ہیں! علی بن حسنؒ نے ایک رات عشاء کی دوسری رکعت میں "سورۃ الزلزال" پڑھی۔ امام صاحب ان کے بالکل پیچھے کھڑے تھے۔ جب نماز مکمل ہوگئی اور لوگ چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ سوچ میں گم بیٹھے ہیں اور گہری سانس لے رہے ہیں۔ میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر مسجد سے باہر نکلا اور چراغ جلتا چھوڑ دیا اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔

فجر میں جب میں مسجد میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ کہہ رہے تھے۔ اے وہ ذات! جو چھوٹی سی بھلائی کا بدلہ دے گا اور چھوٹی سی بُرائی پر پکڑے گا۔ اپنے بندے نعمان کو آگ سے نجات عطا فرما اور ان باتوں سے بچا جو اس کی برائی سے قریب کر دیں اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل فرما۔

میں نے اذان دی تو اسی وقت چراغ بھڑکا اور آپ اس کے پاس کھڑے تھے۔ جب میں ان کے پاس گیا تو آپ نے کہا! تم چراغ لے جانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں نے تو صبح کی اذان دی ہے۔ آپ نے فرمایا! جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو کسی سے نہ کہنا۔ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں یہاں تک کہ فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی اور آپ نے اسی عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

امام احمد بن حنبلؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں! وہ تو علم و تقویٰ، زہد اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ ایسے مرتبہ پر تھے جسے کوئی نہیں پا سکتا۔ انہیں اس بات پر کوڑے مارے گئے کہ قاضی کا عہدہ قبول کریں لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ (شامی ج ا ص ۵۶)

حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' میں امام ابو حنیفہؒ کے خوفِ خدا اور مراقبہ کے بارے میں اسد بن عمروؒ کی روایت لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے رونے کی آواز رات میں سنی جاتی تھی یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر ترس کھاتے تھے۔ وکیعؒ فرماتے ہیں! بخدا آپ بہت دیانت دار تھے،

خدا کی کبریائی اور جلالت آپ کے قلب میں گھر کر گئی تھی۔ آپ اپنے رب کی خوشنودی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے چاہے تلواروں سے ان کے ٹکڑے کر دئے جائیں۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے اور امام اعظمؒ واقعی ابرار میں سے تھے۔

امام ابو یحییٰ نیشاپوریؒ فرماتے ہیں! میں نے ساری رات امام اعظمؒ کو نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے دیکھا ہے۔ میں دیکھتا کہ آپؒ کے آنسو مصلے پر بارش کے قطروں کی طرح ٹپک رہے ہیں۔ (مناقب للموفق:ص ۲۵۶)

امام اعظمؒ فرماتے تھے کہ اگر لوگ اپنے معاملات میں درست رہتے تو میں کسی کو فتویٰ نہ دیتا۔ مجھے اس سے بڑھ کر کوئی خوف نہیں کہ میں اپنے کسی فتویٰ کی وجہ سے کہیں دوزخ میں نہ چلا جاؤں۔ اس لئے میں فتویٰ دینے سے پہلے ہزار بار سوچتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے درتا ہوں۔ (مناقب للموفق ص ۲۲۱)

آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا اس قدر خوف رہتا تھا کہ ایک مرتبہ کسی شخص سے گفتگو فرما رہے تھے کہ اس شخص نے کہا! اللہ سے ڈرو۔ یہ سننا تھا کہ امام صاحب کا چہرا زرد پڑ گیا۔ آپ نے سر جھکا لیا اور فرمایا! اللہ تمہیں جزائے خیر دے، ہر وقت لوگوں کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی انہیں خدا کی یاد دلائے۔

(سوانح امام اعظمؒ:ص ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں! میں نے امام اعظمؒ سے زیادہ متقی کسی کو نہیں دیکھا۔ تم ایسے شخص کی کیا بات کرتے ہو جس کے سامنے کثیر مال

پیش کیا گیا اور اس نے مال کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ اس پر کوڑے مارے گئے مگر اس نے صبر کیا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر مصائب کو برداشت کیا مگر مال و متاع قبول نہیں کیا۔ دوسروں کی طرح عہدہ، مال اور دنیا کی کبھی تمنا اور آرزو نہیں کی حالانکہ لوگ ان چیزوں کے لئے بہت محنت اور کوششیں کرتے ہیں۔ آپ ان تمام علماء کے برعکس تھے جنہیں ہم مال وانعام کے لئے دوڑتا ہوا دیکھتے ہیں۔ وہ دنیا کے طالب ہیں اور دنیا ان سے بھاگتی ہے جبکہ امام اعظمؒ دنیا سے دور بھاگتے تھے اور دنیا ان کے پیچھے آتی تھی۔ (مناقب للموفق:ص ۲۲۸)

حضرت مکی بن ابراہیمؒ فرماتے تھے کہ میں کوفہ والوں کے ساتھ رہا ہوں لیکن میں نے امام اعظمؒ سے زیادہ متقی کوئی نہیں دیکھا۔

امام اعظمؒ کے تقویٰ کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک بار کوفہ میں کچھ بکریاں چوری ہو گئیں تو آپ نے دریافت کیا کہ بکری کی زیادہ سے زیادہ عمر کتنی ہوتی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ سات سال تو سات سال آپؒ نے بکری کا گوشت نہیں کھایا کہ کہیں چوری کی بکری کا گوشت جسم میں نہ چلا جائے۔ انہی دنوں آپ نے ایک فوجی کو دیکھا کہ گوشت کھا کر اس کا فضلہ کوفہ کی نہر میں پھینک دیا تو آپ نے مچھلی کی طبعی عمر کے بارے میں دریافت کیا اور پھر اتنے سال تک مچھلی کے گوشت سے پرہیز کیا۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۰۰)

امام رازی شافعیؒ لکھتے ہیں! ایک مرتبہ امام اعظمؒ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں آپؒ کی جوتی میں کچھ نجاست لگ گئی۔ آپ نے نجاست دور کرنے کے لئے جوتی کو جھاڑا تو کچھ نجاست اڑ کر ایک مکان کی دیوار پر لگ گئی۔ آپ پریشان ہو گئے کہ اگر نجاست یوں ہی چھوڑ دی تو دیوار خراب ہو جائے گی اور اس کو کھرچ کر صاف کیا تو دیوار کی مٹی بھی ساتھ اتر جائے گی اور اس سے مالک مکان کا نقصان ہوگا۔ چنانچہ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا جو صاحبِ خانہ باہر آئے تو اتفاق سے وہ ایک مجوسی تھا اور آپ کا مقروض تھا۔ وہ یہ سمجھا کہ آپ قرض واپس لینے آئے ہیں۔ پریشان ہو کر عذر پیش کرنے لگا۔ آپؒ نے فرمایا کہ قرض کو چھوڑو میں تو اس الجھن میں ہوں کہ تمہاری دیوار کیسے صاف کروں۔ پھر پورا واقعہ بتایا۔ وہ مجوسی آپ کی احتیاط اور تقویٰ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور بے ساختہ بولا۔ آپ دیوار بعد میں صاف کیجئے گا پہلے کلمہ پڑھا کر میرا دل صاف کر دیں۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

(تفسیر کبیر زیر آیت مالکِ یوم الدین)

احمد بن بکیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبشرؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جیسا قیام اللیل اور صائم النہار نہیں دیکھا۔

ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا کے دروازے ہمارے لئے بھی کھلے اور امام ابو حنیفہؒ کے لئے بھی۔ لیکن امام صاحب نے آخرت کو اختیار کیا اور ہم نے دنیا کو۔ (مناقب للموفق)

ایک شخص مسجد کے ایک کونے میں کھڑا ہوکر امام صاحب کو برا بھلا کہنے لگا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے ساتھیوں کو اس سے بات کرنے سے منع کردیا اور خود بھی اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا اور اپنے درس میں مصروف رہے۔ درس سے فارغ ہوکر امام صاحب گھر جانے کے لئے چلے تو وہ شخص آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جب امام صاحب اپنے گھر کے قریب پہنچے تو اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا! یہ میرا گھر ہے۔ اگر کچھ اور کہنا ہے تو کہہ لو پھر میں اپنے گھر چلا جاؤں گا۔ وہ شخص شرمندہ ہوکر رہ گیا

مقروض کے سائے میں بیٹھنے سے پرہیز

ابوالقاسم قشیریؒ نے اپنے رسالہ کے ''باب التقویٰ'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے قرض دار کے درخت کے سائے میں بیٹھنے سے بھی بچتے تھے اور فرماتے تھے! جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے۔

یزید بن ہارونؒ کا قول ہے کہ میں نے کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ پرہیزگار نہیں پایا۔ میں نے ایک دن ان کو ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے دیکھا۔ میں نے کہا! حضور اس سائے میں تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مالک مکان پر میرا قرض ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس سے نفع حاصل کروں اور اس کے مکان کے سائے میں بیٹھوں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے اس مکان کے سائے میں بیٹھنے

سے اجتناب کیا تو کسی نے اس کا سبب پوچھا؟ آپ نے فرمایا! مالک مکان پر میرا قرض ہے۔ یہ میں پسند نہیں کرتا کہ اس کے مکان کے سائے میں بھی بیٹھوں کہ یہ بھی نفع حاصل کرنے کا سبب ہے۔ مگر میں اور لوگوں کو اس بات پر واجب نہیں سمجھتا۔ لیکن ایک عالم کے لئے ضروری ہے کہ جس بات کی طرف لوگوں کو بلائے اس سے زیادہ خود عمل کرے۔ (الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۰۱)

امام صاحبؒ کا صحابی کے قول کو قیاس پر ترجیح

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں! امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جب کسی مسئلہ میں نبی کریم ﷺ کی حدیث موجود ہو تو وہ میرے لئے سب سے اہم ہے۔ اور جب کوئی بات اصحابِ رسول سے منقول ہو تو ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے باہر نہیں جاتے اور اگر کوئی بات تابعی سے منقول ہو تو پھر اپنے قیاس سے اس کا تقابل کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک

کوفہ میں امام صاحب کا ایک پڑوسی رہتا تھا جس کا نام اسکاف تھا۔ وہ سارا دن کام کرتا تھا اور رات کو گھر آتا تھا۔ کبھی گوشت لے کر آتا اور پکا کر کھاتا تھا، کبھی مچھلی لاتا اور بھون کر کھاتا۔ شراب پیتا تھا اور جب شراب کا نشہ زیادہ چڑھ جاتا

ہوا شعار کہنا شروع کر دیتا تھا۔

اضاعونی و ا ی اضاعوا لیوم کریھة و سداد ثغر

'' انہوں نے مجھے ضائع کر دیا اور انہوں نے ایک ایسے نوجوان کو ضائع کیا ہے
جس سے حالتِ جنگ میں سرحدوں کی حفاظت کا کام لیا جا سکتا تھا ''

وہ شراب پیتا رہتا اور اس شعر کو دہراتا رہتا حتیٰ کہ سو جاتا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہر رات اس کی اس آواز کو سنتے۔ امام صاحب خود تو ساری رات نماز پڑھتے اور عبادت کرتے تھے۔ ایک رات جب امام صاحب نے اس کی آواز نہ سنی تو دوسرے دن اس کے بارے میں پوچھا تو آپؒ کو بتایا گیا کہ اس کو خلیفہ کے سپاہی پکڑ کر لے گئے ہیں اور وہ قید خانہ میں بند ہے۔

امام صاحب اپنے خچر پر خلیفہ کے دربار پہنچے اور حاضری کی اجازت چاہی۔ خلیفہ نے کہا کہ ان کو اجازت ہے۔ ان کو عزت کے ساتھ اندر لایا جائے اور ان کو سواری سے اترنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ امیر نے اپنی مجلس جاری رکھی، جب امام صاحبؒ کو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا۔ آپؒ نے فرمایا! میرا ایک پڑوسی ہے جس کا نام اسکاف ہے اس کو آپ کے سپاہیوں نے گرفتار کر لیا ہے اسے چھوڑ دیا جائے۔ امیر نے حکم دیا کہ اس رات کے سب قیدی چھوڑ دیئے جائیں۔ امام صاحب اپنے ساتھ اپنے پڑوسی کو لے کر چلے۔ راستے میں امام صاحب نے اس سے کہا! ''**یا فتی اضعنک** '' (اے نوجوان! کیا ہم نے تجھے ضائع کر دیا) اس نے کہا! نہیں بلکہ آپ نے میری حفاظت کی

اور رعایت کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو پڑوسی کے حقوق ادا کرنے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے بعد وہ شخص تائب ہو گیا اور پھر کبھی ایسا گناہ نہیں کیا۔

(تاریخ بغداد)

صالحی نے اس حکایت میں اتنا اضافہ کیا کہ وہ امام صاحب کی مجلس میں بیٹھنے لگا اور بڑے درجہ کا فقیہ بن گیا۔ (تبییض الصحیفہ: ص ۱۳۶)

حسن بن زیادؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے مجلس میں اپنے ایک شاگرد کو دیکھا کہ جس نے بہت پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب مجلس ختم ہوئی تو امام صاحبؒ نے انہیں روک لیا۔ جب سب لوگ چلے گئے اور وہ اکیلے رہ گئے تو امام صاحب نے انہیں ایک بڑی رقم دی اور فرمایا کہ یہ رقم لے لو اور اس سے اپنی حالت درست کرلو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں مالدار ہوں، نعمتیں گھر میں موجود ہیں، اور مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! کیا تمہیں وہ حدیث نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے بندے پر اپنی نعمتوں کا مشاہدہ فرمائیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ﴾

(مستدرک الحاکم: ۵ / ۴۰۶۳)

تمہیں اپنی حالت بدلنی چاہیئے تاکہ تمہارے دوست تمہیں دیکھ کر غمزدہ نہ ہوں۔

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۷۸ بحوالہ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ ص ۱۷)

ایک مرتبہ امام اعظمؒ راستے میں جارہے تھے کہ غلطی سے ان کا پاؤں ایک بچہ کے پاؤں پر پڑ گیا۔ اس بچہ نے کہا! اے شیخ! کیا تو روز قیامت کے بدلے سے نہیں ڈرتا؟ یہ سننا تھا کہ امام صاحب پر غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو آپؒ سے کہا گیا کہ اس جملہ کا اتنا اثر لیا آپ نے۔ آپؒ نے فرمایا! مجھے ڈر ہے کہ یہ جملہ من جانب اللہ اس کے دل میں ڈالا گیا ہے۔

(ملفوظات امام ابوحنیفہؒ از مفتی محمود اشرف عثمانی)

قسم کھانے پر صدقہ

حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے نفس پر لازم کرلیا تھا کہ اگر گفتگو میں سچی بات پر بھی خدا کی قسم کھائیں گے تو ایک درہم صدقہ کریں گے۔ ایک مرتبہ قسم کھائی تو ایک درہم صدقہ کیا۔ اسی طرح اپنے نفس کو سزا دیتے اور قسم کھانے سے اجتناب فرماتے اور اگر کبھی قسم کھاتے تو فوراً ایک درہم صدقہ کرتے۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۹۸)

گھر کے اخراجات

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ پر دنیا (انعام و ہدایہ) پیش کی جاتی ہے اور آپ بیوی بچوں والے ہیں آپ کو بھی روپیہ پیسے کی ضرورت

ہوتی ہے پھر بھی آپ قبول نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! میرے اہل و عیال کا ذمہ دار اللہ ہے۔ ہمارا مہینہ بھر کا خرچ دو درہم ہے۔ ہمیں اولاد کے لئے ایسا مال جمع کرنے کا کیا فائدہ۔ جبکہ ان لوگوں کی اطاعت اور معصیت کا سوال ہم سے کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی روزی ہمارے لئے صبح و شام آ جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی!

وَفِيْ السَّمَاء رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ O

(سورۃ الذاریات۔ ۲۲)

آسمان میں تمہارا رزق اور وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۹۹)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ملفوظات

☆ فرمایا! کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ ﷺ یا اجماعِ صحابہ کے خلاف اپنی رائے پیش کرے۔ ہاں جن مسائل میں صحابہ کرامؓ کے ایک سے زیادہ اقوال ہیں ان میں وہ قول اختیار کرے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہو اور یہی اجتہاد ہے۔

☆ فرمایا! اگر دین میں تنگی ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی فتویٰ نہ دیتا۔ جن چیزوں کی بدولت جہنم میں جانے کا خوف ہوسکتا ہے اس میں سب سے خوفناک چیز فتویٰ ہے۔

☆ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا۔ میں نے کبھی کسی پر لعنت نہیں کی۔ میں نے کسی مسلمان یا ذمی کافر پر کبھی ظلم نہیں کیا اور میں نے کبھی کسی کو دھوکہ دیا نہ کسی سے خیانت کی ہے۔

☆ فرمایا! جو وقت سے پہلے بڑا بننے کا خواہش مند ہوتا ہے ذلیل ہو جاتا ہے۔

☆ فرمایا! اگر علماء اولیاء اللہ نہیں تو پھر دنیا و آخرت میں کوئی ولی اللہ نہیں۔

☆ فرمایا! جسے اس کا علم حرام چیزوں سے نہ روکے وہ خسارے میں ہے۔

☆ ایک شخص نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے پوچھا تفقہ حاصل کرنے کے لئے کون سی چیز مددگار ہے۔ فرمایا! یکسوئی اختیار کرنا۔ اس نے پوچھا کہ یکسوئی کیسے حاصل ہوگی؟ فرمایا! غیر متعلق چیزوں سے تعلق کم کرنے سے۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیسے کم ہوں گی؟ فرمایا! جس چیز کی جتنی ضرورت ہو اس سے زیادہ نہ لو۔

☆ ایک شخص نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات اور جنگ صفین کے مقتولین کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا! ''جب اللہ تعالیٰ مجھے اپنے سامنے کھڑا کرے گا تو اس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کرے گا۔ ہاں! جن چیزوں کا مجھے مکلّف کیا گیا ہے مجھ سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ لہٰذا میں انہی میں مشغول رہنا چاہتا ہوں۔''

☆ فرمایا! مجھے ان لوگوں پر حیرانی ہوتی ہے جو دین کے بارے میں محض اندازے سے بات کرتے ہیں۔

☆ فرمایا! جو شخص دنیا کے لئے علم سیکھتا ہے وہ علم کی برکت سے محروم رہتا ہے۔ اسے علم کا اثر و رسوخ حاصل نہیں ہوتا نہ مخلوقِ خدا کو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ اور جو شخص علم دین دین کے لئے سیکھتا ہے۔ اسے علم کی برکات نصیب ہوتی ہیں۔ اسے علم میں رسوخ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ علم حاصل کرنے والے اس کے علم سے نفع اٹھاتے ہیں۔

☆ فرمایا! جو حدیث تو پڑھے مگر انہیں سمجھتا نہ ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو دواؤں کو اپنے پاس جمع تو کرلے مگر اس کے آثار و خواص (اور طریق استعمال)

سے پوری طرح واقف نہ ہو۔

☆ جب آپ کے سامنے کسی کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے! کسی کی ایسی بات ہمارے سامنے نقل مت کرو جو اسے پسند نہ ہو۔ جس نے ہمارے بارے میں کوئی غلط بات کہی اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے اور جس نے ہمارے لئے کوئی اچھا کلمہ کہا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

☆ فرمایا! دین میں تفقہ حاصل کرو لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ خود انہیں تمہارا محتاج کر دیں گے۔

☆ فرمایا! اپنے لئے گناہوں کے انبار اور اپنے وارثوں کے لئے مال و دولت جمع مت کرو۔

☆ مشہور تابعی اور محدث امام اعمشؒ سے چند مسائل کے بارے میں سوال کیا گیا۔ وہاں امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی موجود تھے۔ حضرت اعمشؒ نے امام صاحب سے کہا کہ آپ جواب دیجئے۔ امام صاحب نے جواب دئے تو انہوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ مسائل کہاں سے اخذ کئے۔ فرمایا! انہی احادیث سے جو میں نے آپ سے روایت کی ہیں۔ پھر وہ احادیث سنائیں تو انہوں نے کہا! مجھے اندازہ نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر اس طرح سے بھی علم حاصل کریں گے۔ پھر امام اعمش نے فرمایا! اے فقہاء کرام! تم طبیب ہو ہم تو صرف دوا فروش ہیں۔ اور اے ابوحنیفہ! تم نے یہ دونوں حصے جمع کئے ہیں۔

☆ فرمایا! میں نے گناہوں میں ذلت محسوس کی تو انہیں شرافت کے

خیال سے چھوڑ دیا۔ پھر یہی شرافت دینداری (یعنی تقویٰ) میں تبدیل ہوگئی۔

☆ فرمایا! جس کا علم اسے حرام کاموں سے اور اللہ عزوجل کی نافرمانی سے نہ روکے وہ خسارے میں ہے۔

☆ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ۹۶ھ میں جب میری عمر ۱۶ سال تھی ۔ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ حج پر گیا۔ وہاں ایک جگہ دیکھا کہ ایک بزرگ کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ والد نے بتایا کہ یہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن حارث بن جزءؒ ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کے گرد لوگ کیوں جمع ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث سننے کے لئے۔ پھر میرے والد صاحب نے مجھے آگے کر دیا مگر راستہ تنگ تھا تو میرے والد صاحب خود آگے بڑھے اور راستہ بنانے لگے۔ یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے سنا کہ وہ فرمارہے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص دین میں تفقہ حاصل کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تفکرات کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور ایسی جگہ سے اسے عطا کرتا ہے کہ جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ (اخبار ابی حنیفہ للصیمری ۴/)

☆ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں نے (مشہور صحابی) حضرت انس بن مالکؓ کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے! نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والے کو نیکی کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مدد کو بہت پسند فرماتے ہیں۔

☆ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ بہت سخی تھے اور اپنے جاننے والوں پر بہت احسان کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی ان کے احسان کا شکریہ ادا کرتا تو فرماتے کہ تم میرا شکریہ ادا کر رہے ہو حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو پہنچایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے! میں نہ تمہیں کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ تم سے کسی چیز کو روکتا ہوں۔ بلکہ میں تو خزانچی ہوں جہاں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا جاتا ہے وہاں میں خرچ کر دیتا ہوں۔

☆ علماء دین کے واقعات بیان کرنا اور ان کی مجلسوں میں بیٹھنا میرے نزدیک بہت سے فقہی مباحث سے بہتر ہے کیونکہ ان کے اقوال و مجالس ان کے آداب و اخلاق ہیں۔

☆ کوئی شدید ضرورت پیش آئے تو پوری کئے بغیر کھانا نہ کھاؤ۔ کیونکہ کھانا عقل پر بھاری پن پیدا کرتا ہے۔

☆ سب سے بڑی عبادت اللہ پر ایمان ہے اور سب سے بڑی گناہ کفر ہے۔

☆ جب کوئی عورت اپنی جگہ سے اٹھ کر جائے تو جب تک وہ جگہ گرم ہے نہ بیٹھو۔

☆ میں نے ابتداء میں گناہ کے کام ذلت و رسوائی کے خوف سے چھوڑے اور آخر میں یہ عمل دین و دیانت بن گیا۔

تجارت میں پاکیزگی

امام اعظمؒ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تجارت بہت وسیع تھی، لاکھوں کا لین دین تھا۔ عراق، شام، ایران اور عرب کے دور دراز کے علاقوں میں مال سپلائی کیا جاتا تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں آپ کو مختلف شہروں اور بازاروں میں آنا جانا رہتا تھا۔ اکثر شہر میں آپ کے نمائندے مقرر تھے۔ بڑے بڑے سوداگروں سے لین دین رہتا تھا۔ اتنے وسیع کاروبار کے باوجود دیانت اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک دانہ بھی ان کی آمدنی میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شریک حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس تجارت کا مال بھیجا جس میں ایک کپڑا عیب دار تھا۔ آپ نے انہیں یہ پیغام بھی دے دیا کہ جب اس کو بیچیں تو عیب کو ضرور بیان کریں۔ انہوں نے کپڑا بیچ دیا لیکن غلطی سے اس کا عیب بتانا بھول گئے اور یہ بھی یاد نہیں رہا کہ وہ کپڑا کس کو بیچا ہے۔ جب امام ابوحنیفہؒ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؒ نے پوری رقم صدقہ کر دی جو تیس ہزار درہم تھی۔ اس کے علاوہ اس شریک سے بھی علیحدگی اختیار کر لی۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۹۸)

چار صفات جن کی وجہ سے ماہر تاجر بنے:

۱۔ آپ کا نفس غنی تھا، لالچ کا اثر کسی وقت بھی ظاہر نہ ہوا۔

۲۔ آپ نہایت درجہ امانت دار تھے۔

۳۔ آپ معاف اور درگزر کرنے والے تھے۔

۴۔ آپ شریعت کے احکام پر سختی سے عمل کرنے والے تھے۔

آپ کی تجارت کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تجارت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی تجارت کی مثال پیش کی اور آپ انہی کے طریقوں پر چلے جن پر سلف و صالحین کا عمل تھا۔ آپ مال خریدتے وقت بھی اسی طرح امانت داری کے طریقے پر عمل کرتے تھے جس طرح بیچنے کے وقت رہا کرتے تھے۔

(سوانح بے بہائے امام اعظمؒ: ص ۶۹)

امام ابوحنیفہؒ کے پاس ایک عورت ایک ریشمی کپڑا لائی جس کو وہ سو درہم میں بیچ رہی تھی۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ سو درہم سے زیادہ کا ہے۔ تم کیا قیمت لو گی۔ اس نے ایک ایک سو کر کے بڑھانا شروع کیا اور چار سو تک پہنچ گئی۔ آپؒ نے فرمایا! یہ اس سے بھی زیادہ کا ہے۔ اس نے کہا! کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! کسی مرد کو بلاؤ۔ وہ ایک آدمی کو بلا کر لائی۔ آپ نے اس سے اس کپڑے کا سودا کیا اور وہ کپڑا اس سے پانچ سو درہم میں خریدا۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۰۰)

امام اعظمؒ کبھی کسی بیچنے والے کی غفلت اور لاعلمی سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ آپ ان کی بھلائی کے لئے بہترین راہنمائی فرماتے۔ آپ اپنے احباب یا کسی غریب خریدار سے نفع بھی نہیں لیا کرتے تھے، بلکہ اپنے نفع میں سے بھی اس کو دے دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بوڑھی عورت آپ کے پاس آئی اور اور اپنی غربت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا! یہ کپڑا جتنے میں آپ کو پڑا ہے اسی دام پر میرے ہاتھ فروخت کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم چار درہم میں یہ لے لو۔ وہ بولی، میں بوڑھی عورت ہوں میرا انداق کیوں اڑاتے ہو۔ (کیونکہ یہ قیمت بہت کم ہے) امام صاحبؒ نے فرمایا! میں نے دو کپڑے خریدے تھے ان میں سے ایک کپڑے کو دونوں کی قیمت خرید سے چار درہم کم میں فروخت کر چکا ہوں۔ اب یہ دوسرا کپڑا ہے جو مجھے چار درہم میں پڑا ہے۔ اس لئے تم چار درہم میں لے لو۔

سفیان بن زیاد بغدادی فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کا ورع (یعنی مشتبہ چیزوں سے اجتناب) انتہا درجہ کا تھا۔ وہ ریشمی کپڑے کے تاجر تھے۔ بڑی گہری نظر سے خرید وفروخت کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ کا ایک شخص کپڑا خریدنے کے لئے آپ کی دوکان پر پہنچا اور وہاں سے اپنی پسند کا ایک قیمتی کپڑا ایک ہزار درہم میں خریدا اور مدینہ منورہ روانہ ہو گیا۔ چند روز بعد امام صاحب کو اس کپڑے کی تلاش ہوئی۔ خادم نے بتایا کہ وہ کپڑا میں نے فروخت کر دیا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تم

نے کتنے میں وہ کپڑا فروخت کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ مدینہ منورہ کا ایک شخص آیا تھا اور ایک ہزار درہم میں وہ کپڑا خرید کر لے گیا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ تم میری دوکان میں بیٹھ کر لوگوں کو لوٹتے ہو۔ آپ نے اس کو دوکان سے ہٹا دیا اور رقم لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ وہاں وہ کپڑا پہنے ہوئے شخص کو ڈھونڈ لیا۔ آپ نے اس سے بات کی اور اس کو چھ سو درہم دے کر واپس کوفہ آئے۔

(استاد ابوزہرہ مصریؒ)

امام ابوحنیفہؒ کی حیرت انگیز ذہانت

ایک شخص نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی بیوی سے بات نہیں کروں گا جب تک وہ مجھ سے بات نہ کرے۔ اور اس نے بھی قسم کھائی ہے کہ وہ مجھ سے بات نہیں کرے گی یہاں تک کہ میں اس سے بات نہ کروں۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ تم بات کر سکتے ہو تم دونوں میں سے کسی کی قسم نہیں ٹوٹی۔

یہ بات جب سفیان ثوریؒ کو پہنچی تو غصہ ہونے لگے اور امام ابوحنیفہؒ سے کہنے لگے۔ آپ حرام چیزوں کو حلال کرتے ہیں، آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے بتایا۔

آپؒ نے فرمایا! مرد کی قسم کھانے کے بعد جب عورت نے قسم کھانے کی بات کی تو مرد کی قسم پوری ہوگئی۔ پھر جب اس شخص نے اس عورت سے بات کی تو نہ مرد کی قسم ٹوٹی اور نہ عورت کی۔ اس لئے کہ اس عورت نے اس سے کلام کرلیا اور اس شخص نے اس عورت سے اس کے بعد کلام کیا تو دونوں کی قسم پوری ہوگئی۔

یہ سن کر سفیان ثوریؒ نے کہا! آپ کے لئے ایسے علوم کھولے جاتے ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۲۰)

ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی پانی کا پیالہ اٹھائے لا رہی تھی۔ اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے اس پیالے سے پانی پیا تو تجھے تین طلاق، اگر اسے زمین پر گرایا تو تجھے تین طلاق اور اگر کسی اور کو پینے کو دیا تو بھی تجھے تین طلاق۔ جب غصہ دور ہوا تو خوب پچھتایا اور علماء کے پاس دوڑا۔ علماء نے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی مگر کوئی جواب نہ بن پایا۔ آخر کار وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا! اس پیالے میں کپڑا ڈال کر بھیگو لو۔ اس طرح تمہاری شرط بھی پوری ہو جائے گی اور وہ عورت طلاق سے بچ جائے گی۔

افسوس ناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ

امام ابوحنیفہؒ سے ایک عالم نے دریافت کیا کہ " آپ کو کبھی اپنے کسی اجتہاد پر افسوس اور پشیمانی بھی ہوئی ہے۔ آپؒ نے فرمایا! ہاں! ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک حاملہ عورت مر گئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے۔ کیا کرنا چاہیئے۔ میں نے ان سے کہا کہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے۔ لیکن بعد میں مجھے اپنے اجتہاد پر افسوس ہوا کیونکہ بچہ کو زندہ نکالنے کا مجھے علم نہیں تھا۔ تاہم ایک مردہ عورت کو تکلیف دینے کے فتویٰ پر مجھے افسوس رہا۔ پوچھنے والے عالم نے کہا! یہ اجتہاد تو قابل افسوس نہیں بلکہ اس میں تو اللہ تعالیٰ کا فضل شامل رہا کیونکہ آپ کے اس اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر اس مرتبہ پر پہنچنے والا بچہ میں ہی ہوں۔ (حدائق الحنیفہ ص ۷۰)

انوکھا سوال

آپؒ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے ایک مرتبہ آپ سے عجیب قسم کا سوال کیا: کہنے لگا: آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو جنت کا امیدوار نہ ہو، نہ دوزخ سے ڈرتا ہو نہ پروردگار سے، مردار کھاتا ہو، بے رکوع و سجود نماز پڑھتا ہو، بن دیکھی بات پر گواہی دیتا ہو، سچی بات کو ناپسند کرتا ہو، فتنہ کو دوست رکھتا ہو، رحمت سے بھاگتا ہو، یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہو؟ آپ نے فرمایا! کیا تمہیں اس شخص کا علم ہے؟ اس نے کہا! نہیں! مگر میں نے اس سے زیادہ برا کسی کو نہیں دیکھا اس لئے آپ سے سوال کیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا! ایسے شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایسا شخص بہت برا ہے، یہ صفت کافر کی ہے۔ یہ جواب سن کر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا سچا دوست ہے۔ اس کے بعد سوال کرنے والے شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں اس سوال کا جواب دے دوں تو تم میری برائیاں کرنے سے باز آجاؤ گے اور اس چیز سے بچو گے جو تمہیں نقصان پہنچا رہی ہے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا!

وہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا بلکہ رب جنت کی امید رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ اپنی بادشاہت میں کسی پر ظلم کرے۔ مردہ مچھلی کھاتا ہے، جنازے کی نماز پڑھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی درود پڑھتا ہے۔ ان دیکھی بات پر گواہی دینے کہ یہ معنی ہیں کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور موت کو ناپسند کرتا ہے جو برحق ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمابرداری کرے اور مال و اولاد فتنہ ہیں جن کو یہ دوست رکھتا ہے۔ رحمت بارش ہے۔ یہود کی اس بات کی تصدیق کرتا ہے " لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ " (عیسائی بالکل گمراہی پر ہیں) اور نصاریٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے " لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ " (یہود بالکل گمراہی پر ہیں)۔

جب اس شخص نے یہ پُرمغز جواب سنا تو کھڑا ہوا اور امام ابو حنیفہؒ کے سر مبارک کا بوسہ لیا اور کہا! " میں قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔"

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۰۶)

گواہوں کی شہادت کا مسئلہ

ایک دفعہ ایک شخص نے مرتے وقت امام اعظمؒ کی غیر موجودگی میں ان کے لئے وصیت کی۔ امام ابو حنیفہ نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا اور شہادت پیش کی کی فلاں شخص نے مرتے وقت میرے لئے وصیت کی ہے۔ قاضی ابن شبرمہ نے یہ سن کر امام صاحب سے سوال کیا کہ امام صاحب اس بات پر حلف اٹھا کر تصدیق کریں کہ گواہوں نے ٹھیک شہادت دی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ وصیت کے وقت میں حاضر نہیں تھا اس لئے مجھ پر حلف عائد نہیں ہوتا۔ قاضی ابن شبرمہ نے کہا! امام صاحب! آپ کی قیاس آرائیاں گمراہ کن ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا

کہ اگر کسی نابینا آدمی کا سر زخمی کر دیا جائے اور واقعہ کی شہادت کے لئے دو گواہ پیش کئے جائیں تو کیا نابینا سے حلف لیا جائے گا کہ وہ سچی شہادت پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ بیچارہ تو دیکھ بھی نہیں سکتا۔ یہ سن کے قاضی ابن شبرمہ نے امام صاحب کے حق میں فیصلہ دے دیا اور ساتھ ہی وصیت بھی نافذ کر دی۔

(امام اعظمؒ از استاد الزہرہ مصری)

حضرت عثمان غنیؓ کے دشمن کی توبہ کا واقعہ

کوفہ میں ایک شخص نعوذ باللہ حضرت عثمان بن عفانؓ کو یہودی کہا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ امام اعظمؒ نے اس کے پاس جا کر اس سے کہا! میں تمہاری لڑکی کے لئے شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ لڑکا نہایت شریف، مالدار، حافظ قرآن، سخی اور عبادت گزار ہے اور خوف خدا رکھتا ہے۔ نماز روزے کا سخت پابند ہے۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا! میں تو اس سے کم حیثیت والے شوہر پر بھی راضی تھا۔ یہ رشتہ تو بہت خوب ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا! مگر ایک بات ہے۔ وہ یہ کہ لڑکا یہودی ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص غصہ میں آ گیا اور شدت سے اس رشتہ سے انکار کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپ ایک یہودی سے میری بیٹی کا نکاح کرانا چاہتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا! تمہارے خیال کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کی شادیاں یہودی سے کی تھیں۔

یہ سنتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے دل میں حق کھول دیا اور اس نے فوراً استغفار کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عزم کر لیا۔

(سیرت ائمہ اربعہ ص ۸۳، بحوالہ تاریخ بغداد ۳۶۴/۱۳)

بھولی ہوئی بات یاد کرنے کی ترکیب

ایک مرتبہ ایک شخص اپنا مال کہیں دفن کر کے بھول گیا۔ پھر امام اعظم ؒ کی خدمت میں اس بارے میں مشورہ کرنے کے لئے آیا۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے ہاں! ایک مشورہ ہے کہ تم جاؤ اور صبح تک نماز پڑھتے رہو تم کو یاد آ جائے گا۔ چنانچہ اس شخص نے نماز پڑھنی شروع کر دی ابھی چوتھائی رات بھی نہ گزری تھی کہ اسے یاد آ گیا اور وہ نماز چھوڑ کر سکون سے سو گیا۔ اگلی صبح وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ شیطان تجھے رات بھر نماز پڑھنے کبھی نہ دے گا۔ لیکن مجھے تم پر بھی افسوس ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے پوری رات نماز کیوں نہیں پڑھی۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۲۱)

چور کا نام بتانے پر بیوی کو طلاق

ایک دن امام اعظمؒ کے پاس ایک نہایت ہی پریشان حال اور رنجیدہ شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت! رات کے وقت میرے گھر میں چور داخل ہو گئے۔ ان سے جس قدر مال اٹھایا جا سکا اٹھا کر لے گئے۔ چوروں میں سے ایک کو میں نے پہچان لیا۔ وہ میرے محلے کا رہائشی تھا اور ہماری مسجد میں نماز پڑھتا تھا۔ اس چور کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ وہ آگے بڑھا اور مجھے رسیوں سے جکڑ لیا اور مجھ سے قسم لی کہ اگر میں نے راز افشا کیا تو میری بیوی پر تین طلاق۔ پھر اس بات کا حلف لیا کہ اگر تم نے میرا نام لیا تو میرے گھر کا تمام سامان اور مال شہر کے غرباء میں تقسیم ہو گا۔ پھر اس نے کہا کہ میں اس کا نام بھی زبان سے نہ نکالوں اور نہ اشارے سے کسی کو بتاؤں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس قسم اور حلف کے بعد میں نے اس کا نام کسی پر ظاہر کر دیا تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ میں اس واقعہ کو اللہ کو گواہ بنا کر سچ کہتا ہوں۔

امام اعظمؒ نے فرمایا! اب تم جاؤ اور میرے پاس کسی ایسے آدمی کو بھیجو جس پر تم کو سب سے زیادہ اعتماد ہو۔ اس نے جا کر اپنے بھائی کو بھیج دیا۔ امام صاحب نے اس کے بھائی سے کہا کہ تم حاکم وقت کے پاس جاؤ اور سارا قصہ بیان کرو اور اپنے بھائی کی پریشانی اور مجبوری کا بھی ذکر کرو اور کہو کہ وہ پولیس بھیج دیں۔ پولیس حکم دے کہ وہ مسجد کے دروازے سے تمام نمازی ایک ایک کر کے ان کے سامنے سے گزرتے جائیں۔ تم اپنے بھائی کو دروازے پر کھڑا کر دو۔ ہر آدمی گزرتا جائے

اور پولیس پوچھتی جائے کہ یہ تمہارا چور ہے۔ تمہارا بھائی نہیں کہتا جائے لیکن جب اصل چور گزرے تو تمہارا بھائی خاموش کھڑا رہے۔ کوئی بات نہ کرے اور نہ کوئی اشارہ کرے۔ اس شخص کو پولیس گرفتار کر لے گی اور حاکم کے سامنے پیش کر دے گی۔ انہوں نے اس طرح کیا جیسا امام اعظمؒ نے فرمایا تھا۔ ان کی اس ذہانت نے چور کو پکڑ وا دیا، اس کا سارا سامان مل گیا اور اس کی بیوی کو طلاق بھی نہیں ہوئی۔

(امام اعظمؒ ص ۴۹)

کوفہ میں قتل عام روکنا

ضحاک بن قیس شیبانی حروری خارجیوں کا کمانڈر تھا۔ وہ عراق کے مختلف شہروں پر حملہ کرتا اور مسلمانوں کا قتل عام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے سپاہیوں کو لے کر کوفہ میں آ پہنچا اور جامع مسجد کوفہ میں بیٹھ گیا اور فرمان جاری کر دیا کہ کوفہ کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قید کر دیا جائے۔ اس وقت امام اعظمؒ مسجد میں تشریف لائے اور ضحاک سے کہا کہ میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ ضحاک نے پوچھا؟ کیا بات ہے۔ آپ نے کہا کہ تم لوگوں کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ یہ سب مرتد ہیں اور مرتد کی یہی سزا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! ارتداد تو ایک دین سے دوسرے دین کو اختیار کرنے کا نام ہے۔ تم بتاؤ کہ وہ پہلے کس دین پر تھے اور اب کس دین پر ہیں۔ کیا وہ پہلے والے دین پر نہیں ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ اپنا سوال دہرائیے۔ آپؒ نے فرمایا! وہ لوگ پہلے کس دین پر

تھے جسے چھوڑ کر اب دوسرا دین اختیار کیا ہے۔ ضحاک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے کہا کہ واقعی یہ میری غلطی ہے۔ اس نے لشکر کو حکم دیا کہ تلواریں میان میں رکھ لو اور کسی کو قتل نہ کیا جائے۔ یہ امام صاحب کی ذہانت تھی جس کی وجہ سے کوفہ شہر قتل عام سے بچ گیا۔ (امام اعظمؒ ص ۵۰)

نبوت کی دلیل

امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے کہا کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں اپنی نبوت کی دلیل پیش کروں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جو اس سے نبوت کی دلیل طلب کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی تکذیب کی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

(الخیرات الحسان)

امام مالکؒ کے بارے میں سوال

امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے کہا کہ آپ نے مدینہ منورہ کے علماء کو کیسا پایا۔ آپ نے فرمایا! ان میں ایک گورے رنگ کا آدمی کامیاب ہوا ہے یعنی امام مالکؒ، کیونکہ وہ نیکی اور فراست میں سچے ہیں۔ امام مالکؒ ہی علم اور فلاح کے کمال کو پہنچے ہیں۔ اہل مدینہ میں ان کے زمانے میں کوئی دوسرا ان کے درجہ کو نہیں پہنچا۔

سانپ کے کاٹے پر دیت

ایک دن ایک مجلس میں امام ابوحنیفہ ؒ، سفیان ثوری ؒ، قاضی ابن ابی لیلیٰ ؒ، موجود تھے۔ ایک آدمی نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ ایک مجلس میں ایک سانپ آ گیا اور ایک شخص کے اوپر چڑھنے لگا اس نے خوفزدہ ہو کر اس کو جھٹکا تو وہ دوسرے شخص پر چلا گیا۔ دوسرے نے اسے جھٹکا تو وہ تیسرے کے اوپر جا گرا۔ بالآخر وہ سانپ نے آخری آدمی کو ڈس لیا اور وہ مر گیا۔ سوال یہ ہے کہ دیت کس پر آئے گی؟ اس کے جواب میں مختلف لوگوں نے مختلف جواب دئے۔ کسی نے کیا کہ پہلے شخص پر دیت آئے گی، کسی نے کہا کہ سب پر دیت آئے گی، کسی نے کہا کہ آخری آدمی پر دیت آئے گی۔ امام صاحب سب کے جواب سنتے رہے اور مسکراتے رہے۔ آخر میں جب امام صاحب سے اس کا جواب پوچھا تو انھوں نے فرمایا! جب پہلے آدمی نے دوسرے پر سانپ کو جھٹکا اور وہ محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہو گیا۔ اسی طرح یکہ بعد دیگرے سب بری ہوتے گئے۔ ہاں صرف آخری آدمی سے پہلے آدمی کے بارے میں کلام ہے۔ اگر اس کے جھٹکتے ہی سانپ نے کاٹ لیا تو اس پر دیت آئے گی اور اگر کچھ وقفہ کے بعد کاٹا تو یہ آدمی بھی بری الذمہ ہو گیا۔ کیونکہ اس آدمی نے اپنے حفاظت میں جلدی نہیں کی اور تیزی سے کام نہیں کیا اس لئے اس میں غفلت پائی گئی۔ اس غفلت کی وجہ سے وہ خود قصور وار ہے اور کسی پر دیت نہیں ہے۔ اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور امام صاحب کی تعریف کی۔

(سیرۃ النعمان: ص ۵۷)

دلہنیں بدل جانے کا واقعہ

صمیری نے لکھا ہے کہ وکیع نے بیان کیا ہے کہ ایک ولیمہ کی دعوت میں ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، مسعرؒ، مالک بن مغولؒ، جعفر بن زیادؒ، احمرؒ اور حسن بن صالحؒ مدعو تھے۔ کوفہ کے اشراف اور معززین کا اجتماع تھا۔ صاحب خانہ کے دو بیٹوں کی شادیاں ایک شخص کی دو بیٹیوں کے ساتھ ہوئیں تھیں۔ وہ شخص گھبرایا ہوا آیا اور اس نے کہا! ہم ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ گھر میں غلطی سے رات کو دلہنیں بدل گئیں اور انہوں نے اپنے شوہر کے بھائی کے ساتھ رات گزار لی۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ میرے نزدیک دونوں افراد پر شب باشی کرنے کی وجہ سے مہر واجب ہے۔ اور وہ عورت اپنے شوہر کے پاس واپس چلی جائے (یعنی جس سے نکاح ہوا ہے)۔ لوگوں نے سفیان ثوریؒ کی بات سنی اور پسند کیا۔ امام ابوحنیفہؒ خاموش بیٹھے رہے۔ مسعرؒ نے ان سے کہا! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ سفیان ثوریؒ نے کہا کہ اس بات کے علاوہ اور کیا کہیں گے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا! دونوں لڑکوں کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں آئے۔ امام صاحب نے ان میں سے ہر ایک سے الگ الگ دریافت کیا۔ کیا تم کو وہ عورت پسند ہے جس کے ساتھ تم نے رات گزاری ہے۔ ان دونوں نے ہاں میں جواب دیا۔ آپ نے ہر ایک سے کہا کہ اس عورت کا نام کیا ہے جس کا نکاح تمہارے ساتھ ہوا تھا جو تمہارے بھائی کے پاس گئی ہے۔ دونوں نے لڑکی اور اس کے باپ کا نام بتایا۔ آپ نے ان دونوں سے کہا کہ اب تم ان کو طلاق دے

دو۔ چنانچہ دونوں نے طلاق دے دی۔ پھر آپ نے خطبہ پڑھ کر ہر ایک کا نکاح اس عورت سے کر دیا جو رات کو اس کے پاس رہی تھی۔ آپ نے دونوں لڑکوں کے والد سے کہا کہ دعوتِ ولیمہ کی تجدید کرو۔

ابو حنیفہؒ کا فتویٰ سن کر سب حیران رہ گئے۔ مسعرؒ نے اٹھ کر امام ابو حنیفہؒ منہ چوم لیا اور کہا کہ تم لوگ مجھے ابو حنیفہؒ کی محبت پر ملامت کرتے ہو۔

مور کی چوری

امام صاحبؒ کے پڑوسی کا مور چوری ہو گیا۔ اس نے امام صاحب سے شکایت کی، امام صاحبؒ نے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا کہ کسی سے ذکر نہ کرے۔ جب اگلے روز نماز کے لئے لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ اس بات کی شرم کرنی چاہیئے کہ جو اپنے پڑوسی کا مور چوری کرتا ہے اور پھر نماز پڑھنے آجاتا ہے حالانکہ مور کا پر کا اثر اس کے سر پر ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ امام صاحب نے اس شخص سے کہا کہ اے فلاں! اس کا مور واپس کر دے تو اس نے چوری کیا ہوا مور واپس کر دیا۔ (الخیرات الحسان)

میراث میں حصہ

امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ اس نے چھ سو دینار چھوڑے ہیں لیکن مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے پوچھا! تمہاری میراث کس نے تقسیم کی ہے۔ اس نے کہا کہ داؤد طائیؒ نے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے صرف اتنا ہی حصہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس سے پوچھا! کیا تیرے بھائی نے دو بیٹیاں، ماں، بیوی، بارہ بھائی، اور ایک بہن پیچھے چھوڑے ہیں۔ اس نے کہا! بالکل۔ فرمایا! دو تہائی یعنی چارسو بیٹیوں کا، چھٹا حصہ یعنی سو دینار ماں کا، ایک ثمن یعنی ۷۵ بیوی کا، باقی بچے ۲۵ دینار، چونکہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہوتا ہے اس لئے ان کو دو دو دینار ملے اور تمہارے لئے ایک دینار ہے۔

ابوبکرؓ و عمرؓ

امام ابوحنیفہؒ کے پوتے اسمٰعیل بن حمادؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلّہ میں ایک چکی پیسنے والا رہتا تھا جو نہایت غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اس نے ایک مرتبہ یہ حرکت کی کہ اپنے دو خچروں میں ایک کا نام (معاذ اللہ) ابوبکر رکھا اور دوسرے کا نام عمر رکھا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہی عرصہ بعد ان ہی میں سے ایک نے اسے دولتیاں مار کر ہلاک کر دیا۔ میرے دادا امام ابوحنیفہؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے

حاضرین محفل سے فرمایا کہ ذرا جا کر دیکھو جس خچر نے اسے قتل کیا ہے وہ ہوگا جس کا نام اس نے عمر رکھا تھا۔ لوگوں نے جا کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ واقعی وہ وہی خچر تھا۔

(حیوۃ الحیوان)

امام اعظمؒ کی عزت پر حملہ

عبدالرحمٰن صفوری شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض علماء نے بیان کیا کہ ایک بار امام ابوحنیفہؒ کے حاسدون نے چاہا کہ ان کی شہرت اور عزت کو داغدار کریں۔ اس ارادے سے ایک عورت کو کچھ دے دلا کر اس بات پر راضی کر لیا کہ ابوحنیفہؒ کو رات کے وقت اپنے گھر بلائے اور لوگوں پر ظاہر کرے کہ انہوں نے اس کی آبروریزی کا ارادہ کیا تھا۔ چنانچہ جب پچھلی رات کو امام صاحب نماز کے ارادہ سے جامع مسجد کی طرف جا رہے تھے تو وہ عورت ان کے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی ہ میرا خاوند سخت بیمار ہے اور وہ چاہتا ہے کہ کچھ وصیت کر دے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وصیت سے پہلے اس کا انتقال نہ ہو جائے۔ ذرا آپ میرے ساتھ چلئے۔ چنانچہ آپ اس کے ہمراہ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس نے دروازہ بند کر دیا اور چلانے لگی۔ حاسدین جو تاک میں تھے آ پہنچے۔ امام صاحب اور اس عورت کو گرفتار کر کے حاکم کے پاس لے گئے۔ حاکم نے حکم دیا کہ طلوع آفتاب تک ان دونوں کو قید رکھو۔

امام صاحب قید خانے میں نماز پڑھنے لگے اس عورت کو بہت شرمندگی

ہوئی کہ اس نے ایک شریف آدمی پر اتنا گھناؤنا الزام لگا دیا۔ اس نے امام صاحب کو سب کچھ بتا دیا جو حاسدوں نے ان کے خلاف پلان بنایا تھا۔ امام صاحب نے اس سے کہا کہ داروغہ جیل سے کہہ کہ مجھے حاجت درپیش ہے میں ابھی لوٹ کر آتی ہوں۔ یہ کہہ کے میری بیوی کے پاس جاؤ اور ان کو تمام ماجرہ بیان کر دو اور ان سے کہو کہ وہ اسی وقت میرے پاس چلی آئیں اور تم راستے میں سے اپنے گھر چلی جانا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اور امام صاحب کی بیوی قید خانہ میں آ گئیں۔

جب سورج طلوع ہوا تو حاکم نے امام صاحب اور عورت کو طلب کیا۔

امام صاحب سے کہا کہ تمہیں ایک اجنبیہ کے ساتھ خلوت میں رہنا کس طرح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ فلاں صاحب کو میرے پاس بلوا دیجئے یعنی اپنی سسر کو بلا لیا۔ جب وہ آئے تو آپ نے اپنی بیوی کا منہ کھول کر انہیں دکھا دیا۔ اور پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر پہچان کر کہا کہ یہ میری بیٹی ہے۔ میں نے امام صاحب کے ساتھ اس کا نکاح کیا ہے۔ یہ سن کے حاکم نے انہیں باعزت بری کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کی نظروں میں گرنے سے بچا لیا۔

امانت واپس لینے کی ترکیب

ایک دفعہ ایک شخص نے حج پر جانے سے پہلے کسی کے پاس کچھ امانت رکھوائی اور حج پر چلا گیا۔ جب واپس آیا اور اس شخص سے اپنی امانت واپس لینے کا مطالبہ کیا تو وہ امانت دینے سے مکر گیا۔ وہ شخص سیدھا امام صاحب کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں شخص کے پاس میں نے حج پر جانے سے پہلے امانت رکھوائی تھی اب وہ واپس دینے سے انکار کر رہا ہے۔ امام صاحب نے اس سے فرمایا کہ اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ چنانچہ امام صاحب نے اس شخص کو بلایا جو امانت دینے سے انکار کر رہا تھا اور اس سے تنہائی میں لے جا کر کہا۔ ان دنوں حکومت کے کچھ لوگ میرے پاس مشورہ کرنے آئے تھے کہ کون شخص قضاء کی اہلیت رکھتا ہے اگر آپ اس کی سفارش کریں تو اس کو وہ عہدہ دے دیا جائے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمہارا نام دے دوں۔ وہ خوشی سے عہدہ لینے کے لئے تیار ہو گیا لیکن امام صاحب کے سامنے تکلفاً منع کرنے لگا۔ امام صاحب نے اس کو رخصت کیا اور سائل کو بلایا کہ اب تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہاری امانت واپس کر دے گا۔ چنانچہ یہ شخص پھر اس کے پاس گیا اور اس سے امانت واپس کرنے کے لئے کہا۔ اس نے یہ خیال کیا کہ کہیں میری بد دیانتی کی شہرت نہ ہو جائے اور یہ عہدہ میرے ہاتھ سے چلا جائے فوراً امانت واپس کر دی بعد میں وہ امام صاحب ؒ کے پاس آیا کہ عہدے کے بارے میں معلوم کر سکے تو امام صاحب ؒ نے اس سے کہا کہ یہ عہدہ تمہارے مرتبہ سے کم ہے میں اس سے بڑے عہدے کو خیال میں رکھوں گا۔ (اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصمیری: ص ۴۰)

دفن خزانہ مل گیا

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کچھ مال گھر میں دفن کیا تھا۔ اب وہ جگہ بھول گیا ہوں کہ کہاں دفن کیا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا۔

امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اس کے گھر چلو۔ وہ آدمی سب کو لے کر اپنے گھر پر آ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تم سوتے کہاں ہو اور کپڑے کہاں رکھتے ہو۔ وہ آدمی ایک کمرے میں لے گیا۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا اگر یہ گھر آپ لوگوں کا ہوتا اور آپ کو کچھ دفن کرنا ہوتا تو آپ کہاں دفن کرتے۔ ایک نے کہا یہاں، دوسرے نے کہا وہاں اس طرح پانچ جگہوں کی نشاندہی ہوگئی۔ امام صاحب نے ان جگہ پر کھودنے کا حکم دیا۔ تیسری جگہ کھودنے پر مال نکل آیا۔ امام صاحبؒ نے اس شخص سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارا مال لوٹا دیا۔

(عقود الجمان: ص ۲۵۷)

طلاق سے بچنے کی ترکیب

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے بیٹے حماد کی ماں کے علاوہ ایک اور عورت سے نکاح کرلیا۔ جب حماد کی ماں کو پتہ چلا تو انہوں نے اصرار کیا کہ دوسری بیوی کو طلاق دے دو اور خود امام صاحب سے الگ ہوگئیں۔ امام صاحبؒ نے ایسی ترکیب کی کہ حماد کی ماں کو یقین ہوگیا کہ ہر نئی بیوی کو طلاق پڑ گئی اور انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ امام صاحب نے دوسری بیوی سے کہا کہ تم میرے گھر ام حماد کے پاس آنا۔ میں وہاں ہی ہوں گا اور آکر یہ مسئلہ پوچھنا کہ جب کسی شخص نے دوسری عورت سے نکاح کرلیا تو پہلی عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو چھوڑ دے۔ ام حماد اپنی سوکن کو پہچانتی نہیں تھیں۔ امام ساحبؒ کے کہنے کے مطابق وہ آئیں اور یہی سوال کیا۔ امام صاحبؒ نے جواب دیا کہ اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے شوہر کو چھوڑے۔ حماد کی ماں یہ باتیں سن رہیں تھیں۔ کہنے لگیں کہ جب تک اپنی نئی بیوی کو طلاق نہیں دو گے میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گی۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ میری ہر وہ بیوی جو اس گھر کے باہر ہے اسے تین طلاق۔ بس پھر کیا تھا ام حماد خوش ہوگئیں اور امام صاحبؒ سے معافی مانگنے لگیں۔ امام صاحبؒ نے اپنی نئی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی کیونکہ وہ اس وقت ان کے گھر میں موجود تھیں۔ (تذکرۃ النعمان: ص ۲۵۱)

رومی وزیر سے مناظرہ

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا وزیر بھیجا کہ خلیفہ وہاں کے علماء وفضلاء کو جمع کر کے اس کے تین سوالات کا تسلی بخش جواب دیں ورنہ وہ ان پر خراج لگا دے گا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کئے۔ مختلف علماء نے ان کے جوابات دئے لیکن وہ تسلی بخش نہیں تھے۔ آخر میں امام ابوحنیفہؒ نے جواب دینے کی اجازت چاہی۔

امام ابوحنیفہؒ نے رومی وزیر سے کہا کہ تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) ہوں۔ اس لئے منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ بات مناسب ہے۔

اس پر وزیر منبر سے اتر آیا اور امام صاحبؒ اس کی جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اس ڈرامائی صورت حال سے مجلس کا ماحول بدل گیا۔

امام ابوحنیفہؒ نے رومی وزیر سے کہا کہ سوال پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہؒ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابو حنیفہؒ: تو پھر محض حسابی عدد ''ایک'' کا یہ حال ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے۔

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابو حنیفہؒ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا رخ کس طرف ہے۔

رومی وزیر: چاروں طرف

امام ابو حنیفہؒ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کی کوئی خاص سمت معین نہیں کی جا سکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اس اصلی نور یعنی خدا کے لئے کوئی خاص رخ کیسے معین ہو سکتا ہے۔

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابو حنیفہؒ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمہیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور علماء کا مجمع امام ابو حنیفہؒ کی حاضر جوابی اور دلائل پر حیران رہ گئے۔

(گلہائے رنگا رنگ: ص ۷۹، بحوالہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا از منشی محبوب عالم)

امام اعمشؒ اور ان کی بیوی کا قصہ

سعید بن یحییٰؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں امام اعمشؒ اور ان کی بیوی کے درمیان سخت کلامی ہوگئی۔ اس عورت نے قسم کھائی کہ وہ اپنے خاوند سے بات نہیں کرے گی۔ امام اعمشؒ کو بھی غصہ آگیا اور انہوں نے بھی قسم کھائی کہ اگر آج اس نے مجھ سے بات نہیں کی تو اسے طلاق ہے۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو امام اعمشؒ نادم ہوئے اور اس قسم سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ رات کو ہی اپنے شاگرد امام ابوحنیفہؒ کے پاس حاضر ہوئے اور رات کو بے وقت ان کے پاس آنے کی معذرت کرنے لگے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ عذر کو چھوڑیں حکم کریں کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور تمام معاملہ کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اور عرض کیا کہ ان اس مشکل سے نکلنے کے لئے کوئی حل بتائیں۔

امام صاحبؒ نے گھر کے قریب والی مسجد کے مؤذن کو بلایا اور اس سے کہا کہ آج صبح فجر کی اذان سحر ہونے سے پہلے دے دینا۔ حالانکہ شریعت کا حکم ہے کہ اذان سحر ہونے سے پہلے نہیں دینی چاہیئے۔ لیکن امام صاحب نے امام اعمش کو طلاق سے بچانے کے لئے یہ طریقہ اپنایا۔ جب مؤذن نے قبل از وقت فجر کی اذان دی تو امام اعمشؒ کی بیوی یہ سمجھیں کہ صبح ہوگئی اور طلاق واقع ہوگئی ہے کیونکہ رات ختم ہوگئی ہے اور اگلا دن شروع ہوگیا ہے۔ بیوی نے کہا!

”الحمد للّٰہ الذی اراحنی منک یا سیئی الاخلاق“

تمام تعریفیں محض اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے تم جیسے
سخت مزاج شخص سے راحت بخشی۔

امام اعمش ؒ نے کہا کہ اتنی صبح نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ ؒ پر رحم فرمائے انہوں نے بہت عمدہ حیلہ پر دلالت فرمائی ہے۔ (مناقب ابی حنیفہ ؒ)

امام اعمش ؒ بہت بڑے محدث تھے۔ ان کا شمار نامی گرامی محدثین میں ہوتا تھا۔ لیکن مسئلہ پوچھنے کے لئے ایک فقیہہ کے دروازے پر حاضر ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ پورے دین پر عمل کرنے کے لئے فقہ کی بہت ضرورت ہے۔

یہ مقولہ کہا گیا ہے کہ

"محدثین قول شناس رسول ﷺ ہیں اور فقہاء مزاج شناس رسول ﷺ ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ تمام محدثین کسی نہ کسی امام مجتہد کی تقلید کرتے ہیں۔

امام ابو یوسف ؒ کے مسئلہ کا حل

عبید بن اسحاق ؒ نے روایت کہ ہے کہ ایک دفعہ امام ابو یوسف ؒ اور ان کی بیوی کے کچھ نا چاتی ہو گئی۔ جس کے نتیجہ میں ان کی بیوی ناراض ہو گئیں اور ان سے بات کرنا چھوڑ دی۔ امام یوسف ؒ بھی غصہ میں تھے انہوں نے کہہ دیا کہ اگر میرے ساتھ بات نہیں کی تو تین طلاق۔ اب امام یوسف ؒ کو فکر ہوئی اور کوشش کرنے لگے کہ ان کی بیوی ان سے بات کرے۔ لیکن وہ بالکل خاموش تھی۔ امام یوسف ؒ بہت مغموم تھے وہ اٹھ کر امام ابوحنیفہ ؒ کے پاس چلے گئے۔ جا کے ان کے گھر کا دروازہ

کھٹکھٹایا رات کا وقت تھا۔ امام صاحب سوچنے لگے کہ اس وقت کون ہوسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جب امام یوسفؒ کو دیکھا تو امام یوسفؒ صفائیاں پیش کرنے لگے۔ امام اعظم نے کہا کہ اس کو چھوڑ و مسئلہ بتاؤ کے کیا ہے۔ انہوں نے تمام قصہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ اس کا آسان حل ہے۔ امام صاحب چراغ اٹھا کر لائے اور ایک بہت خوبصورت لباس لائے کو خوشبو سے معطر تھا۔ وہ لباس امام ابو یوسفؒ کو پہنایا، ان کے بدن پر خوشبو لگائی اور کہا کہ اب گھر جاؤ اور اپنی بیوی سے کہو کہ اگر تم مجھ سے بات نہیں کرتی ہو تو کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے علاوہ مجھے کوئی اور بیوی نہیں ملے گی۔

جب امام ابو یوسفؒ کی بیوی نے ان کا زرق برق لباس دیکھا اور ان کے پاس سے خوشبوئیں مہک رہیں تھیں تو سمجھیں کہ یہ دوسرا نکاح کرنے کی تیاری کر کے آئے ہیں۔ تو فوراً بول اٹھیں اور کہا کہ اے سرتاج! فلاں بات اس طرح ہے کہ۔۔۔ (یعنی آپ سے بات کرنے لگیں)۔ اس طرح امام ابو یوسفؒ اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کی فراست سے اپنی قسم سے بری ہو گئے۔

(مناقب ابی حنیفہؒ)

حقدار کی وصیت

عبید بن اسحاقؒ بیان فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں ایک آدمی جو مرنے کے قریب تھا۔ اس نے وصیت کرنا چاہی اور ایک جان پہچان کے شخص کو بلایا اور ایک تھیلی ہزار دینار کی اس کو دی اور اس سے کہا کہ اسے محفوظ رکھنا اور جب میرا بچہ جوان ہو جائے تو جو تو پسند کرے اس کو اس تھیلی میں سے دے دینا۔ جب بچہ جوان ہوا تو اس کو اس شخص نے خالی تھیلی دے دی اور دینار خود رکھ لئے اور کہا کہ تیرے والد نے ایسے ہی وصیت کی تھی کہ جب میرا بچہ جوان ہو جائے تو تجھے اس تھیلی سے جو پسند ہوا سے دے دینا۔ لہٰذا میں تیرے لئے یہ تھیلی پسند کرتا ہوں۔ جو بچہ اس شخص کی چالاکی پر حیران ہو گیا اس کی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے علماء سے مسئلہ کا حل پوچھا تو انہوں نے کہا کہ تیرے والد کی وصیت کے مطابق وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اس دوران وہ نوجوان امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا قصہ بیان کیا۔ امام صاحب نے فرمایا ہ تمہارے باپ نے ایک لطیف طریقہ سے وصیت کی ہے تمہارا باپ بڑی حکمت والا ہے۔ امام صاحبؒ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ مرنے والے نے یوں کہا تھا کہ جو تجھے اس میں سے پسند ہو وہ میرے بیٹے کو دے دینا۔ اس نے کہا ہاں! اسی طرح مجھے اس نے حکم دیا تھا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا! اب تو دینار پسند کرتا ہے اور خالی تھیلی پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا جو چیز تجھے پسند ہے وصیت کے مطابق وہ اس کے بیٹے کو دینی ہو گی۔ اس لئے کہ تھیلی تجھے پسند نہیں اور دینار تجھے پسند ہیں۔ اس لئے اسے دینار دو

اور تھیلی اپنے پاس رکھو۔ اس طرح امام صاحب نے اس نوجوان کو اس کا حق (دینار) دلا دئے۔ (مناقب ابی حنیفہؒ)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بصیرت

امام ابو یوسفؒ کے والدان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کی والدہ نے روزگار کے کئے ایک دھوبی کے پاس ملازم رکھ دیا تھا۔ لیکن انہیں پڑھنے کا بہت شوق تھا، یہ امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگے۔ والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا اور درس میں جانے سے روک دیا۔ آپ کی ذہانت اور شوق کی وجہ سے امام صاحبؒ کی آپ پر خاص توجہ تھی۔ جب کئی دن بعد آپ درس میں پہنچے تو امام صاحب نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی؟ انہوں نے سارا ماجرہ بیان کر دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے درس کے بعد انہیں بلایا اور ایک تھیلی ان کے حوالے کی جس میں سو درہم تھے۔ اور فرمایا کہ اسی سے کام چلاؤ اور جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا۔ امام ابو یوسف خود فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے بعد کبھی بھی امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی میں درہم ختم ہو چکے ہیں۔ ہمیشہ جب بھی پیسے ختم ہونے لگتے امام صاحب خود ہی مزید پیسے عطا فرما دیتے۔ جیسے انہیں ختم ہونے کا الہام ہو جاتا ہے۔

ان کی والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ یہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے انہیں کوئی ہنر

سیکھنا چاہیئے جس کو ذریعہ معاش بنا سکیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ یہ بچہ یتیم ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس کو درس میں آنے سے رو کیئے۔ اس پر امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ '' یہ تو پستہ کے روغن میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے '' والدہ نے اسے مذاق سمجھا اور چلی گئیں۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علم کی بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ میں قاضی القضاء (چیف جسٹس) کے منصب تک جا پہنچا۔ میں ہارون رشید کے دسترخوان پر خلیفہ کے ساتھ کھانا کھاتا۔ ایک دفعہ میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا اور کہا کہ یہ بڑی خاص چیز ہے جو ہمارے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے۔ میں نے پوچھا! امیر المومنین! یہ کیا ہے! انہوں نے کہا کہ یہ پستہ کے روغن میں بنا ہوا فالودہ ہے۔ یہ سن کر میں حیران رہ گیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہارون رشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے سارا قصہ سنایا۔ وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا اور کہنے لگا۔

'' اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے، وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھ لیتے تھے جو چشمِ سر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔''

(تاریخ بغداد ۱۴/۲۴۵)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں! ایک مرتبہ مجھے کسی کام سے کوفہ سے باہر جانا پڑا۔ وہاں ایک شخص نے مجھ سے ایک سوال پوچھ لیا کہ یہ بتایئے کہ اگر دریائے

فرات کے کنارے شراب کا گھڑا ٹوٹ جائے اور کوئی شخص اس سمت میں بیٹھا وضو کر رہا ہو جس سمت میں پانی بہتا ہے تو اس شخص کے وضو کا کیا ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ میں نے اپنے خادم سے کہا کہ چلو اس شہر سے نکل چلتے ہیں جہاں مسئلے کا جواب نہ آئے اور کوئی راہنمائی کرنے والا بھی نہ ہو۔ چنانچہ کوفہ آ کر مسئلہ امام اعظمؒ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا! اس کا جواب نہایت آسان ہے۔ اگر بہتے ہوئے پانی سے شراب کی بو آ رہی ہو اور پانی کا ذائقہ بھی بدلا ہوا ہو تو وضو جائز نہیں ورنہ کوئی حرج نہیں۔

شریک نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ زیادہ تر خاموش رہتے تھے۔ آپ زیادہ تر فکر میں رہا کرتے تھے۔ لوگوں سے بات کم کیا کرتے تھے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کو علمِ باطن حاصل تھا۔ آپ دین کی مہمات میں مصروف رہتے تھے۔ جس شخص کو خاموشی اور زہد مل جائے اس کو علمِ کامل مل گیا۔ اگر ہم اس کے مناقب اور فضائل کی تشریح کریں تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔ آپ عالم تھے، پرہیزگار تھے، زاہد تھے، عبادت گزار تھے، شریعت کے علوم کے امام تھے۔ اگرچہ ہم نے اپنی کتاب مشکلات میں ان سے کوئی روایت نہیں لی ہے لیکن رسالہ میں ان کا ذکر کر کے ان کے مرتبہ کی بلندی اور ان کے علم کی کثرت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

قاضی صاحب کی غلطی کی نشاندہی

کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ ایک دن عدالت سے فارغ ہو کر جا رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک پاگل عورت کسی شخص سے جھگڑا کر رہی ہے اور گفتگو کے دوران اس نے اس شخص کو '' اے زانی اور زانیہ کے بیٹے '' کہہ دیا۔ قاضی صاحب نے اس عورت کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت میں اس کے خلاف یہ فیصلہ دیا کہ اس عورت کو مسجد میں کھڑا کر کے درے لگائے جائیں اور دو حدیں ماریں۔ یہ بات امام اعظم ؒ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا! ابن ابی لیلیٰ نے اس فیصلہ میں کئی غلطیاں کی ہیں اور اس بات کی اطلاع قاضی ابن ابی لیلیٰ کو پہنچائی۔ قاضی صاحب نے دوبارہ عدالت لگائی۔ امام صاحب ؒ نے عدالت میں کہا کہ آپ کا فیصلہ آئین عدالت کے خلاف ہے۔ اس شخص کے ماں باپ کو گالیوں پر حد جاری کی گئی حالانکہ مدعی وہ شخص نہیں بلکہ اس کے والدین کو ہونا چاہیئے۔ ایک ساتھ دو حدیں نافذ کی گئیں حالانکہ ایک ساتھ دو حدیں نافذ نہیں ہوتیں۔ عورت کو کھڑا کر کے حد قائم کی گئی حالانکہ عورت کو کھڑا کر کے حد نافذ نہیں کی جاسکتی۔ پاگل عورت پر حد قائم نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ عقل سے معذور ہے۔ مسجد میں حد قائم کی حالانکہ مسجد میں حد قائم نہیں کی جاسکتی۔ علی بن عیسیٰ ؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ؒ کی فقہی بصیرت پر تمام لوگ حیران ہو گئے۔

حق کے لئے تعمیل حکم صحیح ہے

ابوالعباس طوسی امام اعظم ؒ کے مخالفین میں سے تھا۔ امام صاحب اس کے خیالات کو جانتے تھے۔ ایک دن امام ابوحنیفہ ؒ خلیفہ ابوجعفر المنصور کے دربار میں بیٹھے ہوئے تھے اور بے شمار لوگ موجود تھے۔ طوسی نے کہا کہ آج میں ابوحنیفہ کو قتل کرا دوں گا۔ وہ امام صاحب سے مخاطب ہوا۔ امیر المومنین کبھی ہم میں سے کسی کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کسی کو قتل کر دے اور ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ واقعی مجرم ہے یا نہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں خلیفہ کا حکم ماننا چاہیئے یا نہیں۔

امام اعظم ؒ نے فرمایا! اے ابوالعباس! امیر المومنین حق کا حکم دیتے ہیں یا باطل کا۔ اس نے مجبوراً کہا کہ حق کا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر حق کی تعمیل میں پوچھنا کیسا۔ طوسی امام صاحب کو جس جال میں پھنسانا چاہتا تھا۔ آپ کی حاضر جوابی سے خود اس جال میں پھنس گیا۔

بد دین سے مکالمہ

کوفہ میں ایک بوڑھا رافضی رہتا تھا جو ہر وقت امام اعظم ؒ کی دل آزاری اور طعن و تشنیع کرتا رہتا تھا۔ وہ ”شیطان الطاق“ کے نام سے مشہور تھا۔ بڑا باتونی تھا اور بات سے بات نکالنے والا تھا۔ ایک دن امام اعظم ؒ حمام میں داخل ہوئے وہ رافضی بھی وہاں پہنچ گیا اور آپ سے کہنے لگا۔ ابوحنیفہ! تمہارے استاد

فوت ہو گئے، شکر ہے ہم نے ان سے نجات پائی۔ (حضرت حمادؒ کو فوت ہوئے ایک ماہ کا عرصہ گزرا تھا) امام صاحبؒ نے فرمایا! ہمارے استاد تو فوت ہوتے رہتے ہیں مگر تمہارا استاد ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ''مِنَ الْمُنْظَرِیْن'' کہہ کر مہلت دی ہے۔ وہ قیامت تک نہیں مرے گا یعنی شیطان۔

مناظرہ قراءۃ خلف الامام

ایک دن بہت سے لوگ جمع ہو کر آئے کہ قراءۃ خلف الامام کے مسئلہ پر امام صاحب سے گفتگو کریں گے۔ امام صاحب نے کہا کہ اتنے آدمیوں کے ساتھ میں اکیلا کس طرح بات کر سکتا ہوں۔ آپ اس مجمع میں سے کسی کو منتخب کر لیں جو سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے۔

لوگوں نے اس بات کو منظور کر لیا۔ امام صاحب نے کہا! آپ نے یہ تسلیم کیا تو بحث کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کی طرف سے بحث کا مختار بنا دیا اسی طرح امام نماز میں تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأۃ کا کفیل ہوتا ہے۔ (سیرۃ النعمان ص ۷۰)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام صاحب نے ایک شرعی مسئلہ کو صرف عقلی دلیل سے طے کیا۔ بلکہ حقیقت میں آپ نے اس حدیث کی تشریح کی ہے جس کو خود امام صاحب صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔

(من صلی خلف الامام فقرائة الامام قرأة)

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے

(سنن البیہقی ۱۱۲/۲، رقم ۳۰۱۱، الموطا لامام محمد ۱۹۴/۱ رقم ۱۱۷)

طاقتور ترین صحابی کون؟

امام ابو حنیفہ ؒ کوفہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک رافضی جو "شیطان الطاق" کے نام سے مشہور تھا آ گیا اور آپ سے پوچھنے لگا۔ ابوحنیفہ! تمام لوگوں میں طاقتور ترین انسان کون ہے۔ آپ ؒ نے فرمایا! ہمارے عقیدے میں حضرت علی ؓ اور تمہارے عقیدہ میں حضرت ابوبکر ؓ۔ رافضی نے کہا کہ یہ تو الٹی بات ہے۔ آپ ؒ نے فرمایا کہ یہ الٹی بات نہیں ہے بلکہ سچی بات ہے۔ حضرت علی ؓ کو اس لئے بہادر کہتا ہوں کہ انہوں نے حضرت ابوبکر ؓ کے اعلانِ خلافت کے بعد انہیں حق دار خلیفہ تسلیم کر کے ان سے رضا ورغبت بیعت کر لی۔

تم شیعہ کہتے ہو کہ حضرت علی ؓ حق پر تھے اور ساتھ ہی یہ کہتے ہو کہ حضرت ابوبکر ؓ نے ان سے حق چھین لیا تھا۔ حضرت علی میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اپنا حق ان سے لیتے۔ اس طرح تمہارے نزدیک حضرت ابوبکر ؓ زیادہ طاقت ور تھے جو حضرت علی ؓ پر غالب رہے۔ رافضی آپ کا جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا اور مسجد سے کھسک گیا۔

جواب کی حکمت

ایک دن امام ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب کے ہمراہ کوفہ سے باہر جا رہے تھے کہ راستہ میں قاضی ابن ابی لیلیٰ مل گئے۔ انہوں نے سلام کیا اور امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ جب یہ لوگ ایک باغ میں پہنچے تو وہاں کچھ گانے والی عورتوں کے گانے کی آواز آئی، یہ عورتیں بدنام سمجھی جاتی تھیں۔ عورتوں نے انہیں دیکھا تو خاموش ہوگئیں۔ حضرت ابوحنیفہؒ نے فرمایا! ''احسنتن'' (تم نے خوش کر دیا)۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے امام صاحب کے یہ الفاظ یاد رکھے تاکہ کبھی کسی محفل میں انہیں شرمسار کرنے کے لئے بیان کئے جائیں۔ ایک دن عدالت میں کسی گواہی کے لئے امام ابوحنیفہؒ کو بلایا گیا۔ امام صاحبؒ نے تحریری گواہی عدالت میں داخل کی جسے قاضی ابن ابی لیلیٰ نے مسترد کر دی اور کہا کہ آپ نے گانے بجانے والی عورتوں کو ''احسنتن'' (تم نے خوش کر دیا) کہا تھا اور ان فاحشہ عورتوں کو داد دی تھی۔ امام صاحبؒ نے دریافت کیا! میں نے انہیں کب ''احسنتن'' کہا تھا، جب وہ گا رہی تھیں یا جب انہوں نے گانا بند کر دیا تھا اور خاموش ہوگئیں تھیں۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ جب وہ خاموش ہوگئیں تھیں۔ آپؒ نے فرمایا! اللہ اکبر! میں نے تو انہیں ''احسنتن'' ان کے خاموش ہونے اور گانا بند کر دینے پر کہا تھا نہ کے ان کے گانا گانے پر۔ یہ بات سنتے ہی قاضی ابن ابی لیلیٰ نے آپ کی گواہی خاموشی سے قبول کر لی۔

رفع یدین کے بارے میں امام ابوحنیفہ ؒ کا قول

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ ؒ اور امام اوزاعی ؒ میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اور یہ علمی گفتگو اہل علم اور قارئین کے سامنے ہو رہی تھی۔ امام اوزاعی ؒ نے فرمایا! آخر کیا وجہ ہے کہ آپ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے۔ امام اعظم ؒ نے فرمایا! اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔ امام اوزاعی ؒ نے فرمایا! آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے حالانکہ زہری سے سالم نے اور سالم سے ان کے والد عبداللہ بن عمر ؓ نے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے وقت، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کی کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! ہم سے حماد نے اور ان سے ابراہیم نے اور ان سے علقمہ اور اسود نے عبداللہ بن مسعود ؓ کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کا عمل نقل کیا ہے کہ آپ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی ؒ نے فرمایا! میں آپ کو زہری عن سالم عن ابن عمر ؓ کی روایت بیان کر رہا ہوں اور آپ حماد عن ابراہیم کی روایت پیش کر رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ۔ علقمہ بھی فقہ میں ابن عمر ؓ سے کم نہیں اگرچہ ابن عمر کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ اسود بھی ایک صاحب فضیلت بزرگ ہیں اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں۔

(قد نقل ھذا القصۃ الشیخ احمد علی السھارن فوری ؒ فی تعلیق البخاری: ۱۰۲/۱)

خارجیوں سے مناظرہ

حماد بن ابو حنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام ابو حنیفہ ؒ کی علمی صلاحیت کی خبریں خوارج کو پہنچیں اور انہیں معلوم ہوا کہ آپ نسق کی وجہ سے اہل قبلہ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے تو ان کے ستر آدمی ایک وفد کی صورت میں امام صاحب کے پاس آئے۔ اس وقت آپ کے پاس لوگوں کا ایک بڑا ہجوم تھا اور آپ کے پاس بیٹھنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ خارجیوں نے چلاّ کر کہا! ہم لوگ ایک ملت ہیں، آپ اپنے لوگوں کو کہیں کہ وہ ہمیں ملاقات کے لئے قریب آنے کا موقع دیں۔

جب یہ لوگ امام اعظم ؒ کے قریب پہنچے تو سب نے میانوں سے تلواریں نکال لیں اور کہا کہ تم اس امت کے دشمن ہو، تم اس امت کے شیطان ہو۔ ہمارے نزدیک ستر آدمیوں کے قتل کرنے سے تم جیسے تنہا شخص کو قتل کر دینا زیادہ بہتر ہے لیکن ہم قتل کرتے وقت ظلم نہیں کریں گے۔

امام صاحب ؒ نے فرمایا کہ تم مجھے انصاف دینا چاہتے ہو۔ اگر یہ بات درست ہے تو پہلے اپنی تلواریں میان میں رکھ لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم انہیں میانوں میں کیوں رکھیں ہم تو انہیں آپ کے خون سے رنگنے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا! چلو! تم اپنا سوال کرو۔ وہ کہنے لگے کہ مسجد کے دروازے پر دو جنازے آئے، ایک ایسا شخص نے جس نے شراب کے نشہ میں دھت ہو کر جان دے دی۔ دوسری ایک عورت کی لاش ہے جس نے زنا کیا ہے اور اس کے پیٹ میں حرام کی اولاد ہے۔ اس نے شرمساری سے بچنے لے لئے خودکشی کی ہے۔ کیا آپ ان کی نمازِ جنازہ

پڑھیں گے؟ امام صاحبؒ نے پوچھا؟ کیا وہ دونوں مرنے والے یہودی تھے؟ انہوں نے کہا! نہیں۔ فرمایا! کیا وہ نصرانی تھے؟ کہا نہیں۔ فرمایا! کیا وہ مجوسی تھے؟ کہا نہیں۔ تو فرمایا کہ وہ کس دین اور کس مذہب پر تھے؟ کہنے لگے اس دین پر جس کی تم گوائی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا! تم خود گواہی دے رہے ہو کہ وہ ملت اسلام پر تھے۔ اب یہ بتاؤ کہ ان کا ایمان تہائی تھا یا چوتھائی تھا یا پانچواں حصہ تھا؟ وہ کہنے لگے ایمان کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔ آپ نے فرامایا! عجیب بات ہے کہ تم خود ہی اقرار کرتے ہو کہ وہ مومن تھے پھر پوچھتے ہو کہ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں۔ انہوں نے جھینپ کر کہا کہ ہمارا سوال یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں یا دوزخی؟

آپؒ نے فرمایا کہ جب تم ان کے مومن ہونے کا اقرار کرتے ہو پھر بھی سوال کرنے سے باز نہیں آتے تو سنو! میں ان کے بارے میں وہی کہوں گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں کہا تھا جو جرم میں حد سے بڑھ گئی تھی۔

فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيم O

(سورۃ ابراہیم ۔ ۳۶)

پس جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بے شک تو بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ O

(سورۃ المائدہ ۔ ۱۱۸)

اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔

میں ان سے حضرت نوح علیہ السلام کے فرمان کے مطابق سلوک کروں گا۔ انہوں نے فرمایا تھا!

قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْأَرْذَلُونَ (111) قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (112) إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَى رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ (113) وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ (114) إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (115)

(سورۃ الشعراء: ۱۱۵ ۔ ۱۱۱)

وہ بولے! کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی (معاشرے کے) انتہائی نچلے اور حقیر (طبقہ کے) لوگ کر رہے ہیں۔ (نوح علیہ السلام نے) فرمایا! میرے علم کو ان کے (پیشہ ورانہ) کاموں سے کیا سروکار؟ ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ہی ذمہ ہے کاش تم سمجھتے۔ اور میں مومنوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ میں تو فقط کھلا ڈرانے والا ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ کے ان زبردست دلائل کے سامنے خوارج نے ہتھیار ڈال دئے اور مجلس میں اعلان کیا کہ آج ہم ان تمام باطل نظریات اور فاسد خیالات سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں جس پر اب تک ہم عمل پیرا تھے۔ ہم آپؒ کے نظریات کی روشنی میں اسلام کو اختیار کرتے ہیں۔

حضرت قتادہؒ سے مذاکرہ

حضرت قتادہؒ کوفہ آئے تو لوگوں نے درس کی ایک مجلس منعقد کی بہت بڑا مجمع تھا۔ امام ابوحنیفہؒ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ قتادہؒ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ مجھ سے فقہ کا کوئی سوال پوچھیں۔ امام صاحبؒ کھڑے ہو گئے اور فرمایا! اے ابوالخطاب! اگر کوئی شخص سفر میں جائے اور پھر اس کی کوئی خبر نہ ملے اس کی بیوی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ چار سال تک انتظار کرے۔ اگر اس کا شوہر واپس آ جائے تو بہتر ورنہ عدت گزار کے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لے۔ امام صاحبؒ نے پوچھا کہ اگر اس کے بیوی دوسرا نکاح کر لے اور چار سال کے بعد اس کا شوہر واپس آ جائے اور اپنی بیوی کو کہے! اے زانیہ! تو نے کیوں نکاح کر لیا جبکہ میں ابھی زندہ ہوں۔ پھر اس کا دوسرا شوہر کہے کہ اے زانیہ! تو نے کیوں نکاح کیا جبکہ تیرا شوہر تیرے سامنے کھڑا ہے۔ بتایئے یہ عورت کیا کرے؟ کس کی منکوحہ ٹھہرے گی اور کس کے ساتھ کون لعان کرے گا۔

قتادہؒ نے کہا! کیا یہ صورت پیش بھی آئی ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا! نہیں! لیکن علماء کو پہلے سے تیار رہنا چاہیئے تا کہ وقت پر تر ددنہ ہو۔

یہ سن کر قتادہؒ نے فرمایا! ان مسائل کو چھوڑو اور مجھ سے قرآن کی کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کرو۔ امام صاحبؒ پھر کھڑے ہوئے اور کہا!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

﴿ قَالَ الَّذِیۡ عِندَہُ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتَابِ أَنَا آتِیۡکَ بِہِ قَبۡلَ أَن یَرۡتَدَّ إِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ﴾

(سورۃ النمل ۔ ۴۰)

ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے (یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے)

امام صاحبؒ نے پوچھا! اس آیت میں کون شخص مراد ہے؟ قتادہؒ نے فرمایا! آصف بن برخیا، جو اسم اعظم جانتے تھے۔ امام صاحبؒ نے پوچھا! کیا حضرت سلیمان علیہ السلام اسم اعظم جانتے تھے؟ فرمایا! نہیں۔ امام صاحبؒ نے کہا کہ کیا ایک نبی کے دربار میں ان کا ایک امتی ان سے بڑھ کر کتاب کا علم رکھتا ہے؟ یہ سن کر قتادہؒ کا موڈ کچھ خراب ہو گیا اور کہا! مجھ سے علم الکلام کے بارے میں سوال کریں۔

امام صاحب ؒ پھر کھڑے ہو گئے اور کہا! کیا آپ مومن ہیں؟ انہوں نے فرمایا! ان شاء اللہ! میں مومن ہوں۔ امام صاحب ؒ نے پوچھا! آپ نے ان شاء اللہ کیوں کہا۔ ایمان تو یقین کا نام ہے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ آیت

وَالَّذِیُ أَطُمَعُ أَن یَغُفِرَ لِیُ خَطِیُئَتِیُ یَوُمَ الدِّیُنِ O

(سورۃ الشعراء ۔ ۸۲)

اور اسی سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ قیامت وہ میری خطائیں معاف کر دے گا۔

امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا! جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا تھا! ''اولم تؤمن'' (کیا آپ اس پر یقین نہیں رکھتے) تو انہوں نے جواب میں ''بلٰی'' کہا تھا (ہاں میں مومن ہوں)۔ آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تقلید کیوں نہیں کی؟ قتادہ ؒ اس بات پر لا جواب ہو گئے اور مجلس چھوڑ کر چلے گئے۔

آیت کی تفسیر

ایک مرتبہ امام عطاء بن ابن رباح ؒ کے پاس امام ابوحنیفہ ؒ تشریف لائے اور اس آیت کے بارے میں سوال کیا۔

﴿ وَ آتَیْنَاہُ أَھْلَہُ وَمِثْلَھُم مَّعَھُم ﴾

(سورۃ الانبیاء ۔ ۸۴)

اور ہم نے ان کو ان کے اہل وعیال (بھی) عطا فرمائے اور

ان کے ساتھ اتنے ہی اور

اس کا کیا مطلب ہے؟ عطاء بن ابن رباح ؒ نے کہا! اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے اہل وعیال واپس کر دئے اور ان کے ساتھ اور اولاد عطا فرمائی۔

امام اعظم ؒ نے پوچھا! کیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ایسی اولاد عطا فرماتا ہے جو اس کی پشت سے نہ ہو۔ اس پر انہوں نے فرمایا! اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے، اس بارے میں آپ کیا جانتے ہیں۔ امام صاحب ؒ نے فرمایا! میرے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی بیوی اور اولاد جوان کی صلبی اولاد ہے واپس کر دی اور ساتھ ساتھ ان کی اولاد کے اجر جیسا اجر و ثواب عطا کیا۔ حضرت عطاء نے فرمایا! یہ بہترین تفسیر ہے۔

مردم شناسی

امام صاحبؒ ایک جگہ تشریف رکھتے تھے کہ ایک آدمی وہاں آپ کے سامنے سے گزرا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ یہ شخص مسافر ہے اور اجنبی ہے۔ وہ شخص تھوڑی دور گیا تو اما مصاحبؒ نے فرمایا کہ اس کی آستین میں کوئی کھانے کی میٹھی چیز ہے۔ جب وہ تھوڑا اور آگے چلا تو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ بچوں کو پڑھاتا ہے۔

امام صاحب کے شاگرد اس کے پیچھے ہو لئے۔ انھوں نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ مسافر ہے اور یہاں اجنبی ہے۔ اس کی آستین میں کشمش ہے اور وہ بچوں کو پڑھاتا ہے۔ شاگردوں نے واپس آ کے امام صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کو یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔ آپؒ نے فرمایا! میں نے دیکھا کہ یہ شخص دائیں بائیں دیکھ رہا ہے جس طرح مسافر اور اجنبی دیکھتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مکھیاں اس کی آستین پر آ رہی ہیں تو میں سمجھ گیا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے اور میں نے دیکھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھ رہا ہے تو میں سمجھ گیا کہ یہ بچوں کا استاد و معلم ہے۔

(مناقب ابی حنیفہ للموفق: ص ۱/۱۶۳)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا کردار و اخلاق

امام اعظمؒ میانہ قد، خوبصورت، خوش گفتار اور شیریں لہجے والے تھے۔ آپؒ کی گفتگو فصیح و بلیغ اور واضح ہوتی تھی۔

ابونعیمؒ کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کا چہرہ اچھا، کپڑے اچھے، خوشبو اچھی، مجلس اچھی ہوتی تھی۔ آپ بہت کرم کرنے والے اور رفیقوں کے بڑے غم خوار تھے۔

عمر بن حمادؒ کہتے ہیں کہ آپ خوبصورت اور خوش لباس تھے، کثرت سے خوشبو استعمال کرتے تھے، جب سامنے سے آتے یا گھر سے نکلتے تو آپؒ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی خوشبو پہنچ جاتی۔ (خطیب بغدادی ج ۱۳ ص ۳۳۰)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے حضر سفیان ثوریؒ سے کہا! امام ابوحنیفہؒ غیبت کرنے سے کوسوں دور تھے۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ انہوں نے اپنے کسی مخالف کی غیبت کی ہو۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا! اللہ کی قسم! وہ بہت عقلمند تھے، وہ اپنی نیکیوں پر ایسا کوئی عمل مسلط نہیں کرنا چاہتے تھے جو ان کی نیکیوں کو ضائع کردے۔

حضرت شریکؒ نے فرمایا! امام ابوحنیفہؒ نہایت خاموش طبع، بہت عقلمند اور ذہین، لوگوں سے کم بحث کرنے والے اور کم بولنے والے تھے۔

حضرت ضمرہؓ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ زبان کے سچے تھے، انہوں نے کبھی کسی کا ذکر برائی سے نہیں کیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ لوگ آپ پر اعتراض کرتے ہیں اور آپ کسی پر اعتراض نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا! یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابو یوسفؒ سے کہا! آپ امام ابوحنیفہؒ کے اوصاف بیان فرمایئے۔ انہوں نے کہا! اے امیر المومنین! اللہ عز و جل فرماتا ہے!

﴿ مَا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾

(سورۃ ق ۔ ۱۸)

کوئی بات منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار ہے

اس کے بعد فرمایا!

"میرا علم ان کے متعلق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ محارم الٰہی سے سخت پرہیز فرماتے تھے۔ بغیر علم کے دین کی باتوں میں کچھ نہ فرماتے۔ اس بات کو لازم پکڑتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ ہو۔ اپنے زمانے کے دنیاداروں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ ان کی دنیاوی عزت میں برابری کا خیال دل میں نہ لاتے۔ زیادہ تر خاموش رہتے۔ علمی باتوں میں ہمیشہ غور و فکر فرماتے۔ فضول گو نہ تھے۔ جب کوئی مسئلہ ان سے پوچھا جاتا، اگر معلوم ہوتا تو جواب دیتے اور ٹھیک جواب دیتے اور اگر نہ معلوم ہوتا تو قیاس فرماتے اور اس کی

اتباع فرماتے۔ اپنے نفس اور دین کو بچاتے۔ علم و مال کو بہت خرچ فرماتے۔ اپنی ذات کے سوا تمام لوگوں سے مستغنی تھے۔ کبھی لالچ وطمع کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ غیبت سے بہت دور رہتے تھے۔ کسی کو بھلائی کے سوا یاد نہیں کرتے تھے۔

ہارون رشید نے یہ سن کر کہا! اچھوں کے یہی اخلاق ہیں۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۴۲)

امام زفرؒ فرماتے ہیں! مجھے امام اعظمؒ کی خدمت میں بیس سال سے زائد عرصہ گزارنے کی سعادت ملی۔ میں نے آپ سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ہمدرد اور شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اہل علم کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ آپ کے دن رات اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے وقف تھے۔ سارا دن تعلیم و تدریس میں گزرتا۔ باہر سے آنے والے مسائل کے جوابات لکھتے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل معلوم کرنے والوں کی راہنمائی فرماتے۔ جب مجلس میں ہوتے تو مجلس درس و تدریس کی ہوتی اور جب باہر نکلتے تو مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شرکت، مساکین کی خدمت، رشتہ داروں کی خبر گیری اور ملاقات کرنے والوں کی حاجت روائی میں مشغول ہو جاتے۔ رات عبادت میں گزارتے اور قرآن مجید کی خوبصورت انداز میں تلاوت فرماتے تھے۔ یہی معمولات زندگی بھر رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (مناقب للموفق ص ۴۰۰)

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں! میں بیس سال تک امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہا۔ اس مدت میں میں نے انہیں خلوت وجلوت میں ننگے سر یا پاؤں پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک بار میں نے ان سے عرض کیا! استاد محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں پھیلا لیا کریں تو اس میں کیا مضائقہ ہے۔ فرمایا! خلوت میں آداب کا لحاظ رکھنا جلوت کی بہ نسبت بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔ (حدائق الحنیفہ: ص۷۲)

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ کو علم وعمل، سخاوت وایثار اور دیگر قرآنی اخلاق سے مزین کر دیا تھا۔

(الخیرات الحسان ص۱۳۶)

معانی بن عمران موصلیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے اندر دس ایسی خصلتیں تھیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی میں ہو تو وہ قوم کا رئیس ہو اور اپنی قوم کی سرداری کرے۔

۱) پرہیزگاری

۲) سچائی

۳) فقہ

۴) لوگوں کی غمخواری

۵) ہمیشہ نفع دینے والی چیز کی طرف توجہ

۶) اکثر خاموش رہنا

۷) درست گوئی

۸) مصیبت زدہ کی مدد

۹) مروت

۱۰) صحیح غور وفکر

(عقود الجمان: ص ۲۷۵)

امام صاحبؒ کی زندگی اپنے ہم عصروں میں بالکل ممتاز تھی۔ آپ علمی و عملی ہر اعتبار سے ان ہر فوقیت رکھتے تھے۔ امام صاحب کے کارنامے خصوصاً فقہی خدمات میں انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔ امام صاحب کے اخلاق و عادات، عبادت و ریاضت، خوفِ خدا، سخاوت، ایماندار تاجرانہ خصوصیات، فن حدیث میں غیر معمولی مہارت یہ سب وہ امتیاز ہیں جو آپ کو دوسروں سے بلند کرتے ہیں۔ اس بات کا اعتراف صرف فقہ حنفی کے ماننے والے ہی نہیں بلکہ دوسرے فقہ کے آئمہ بھی اعتراف کرتے ہیں۔

علامہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ نے "عقود الجمان" میں امام صاحب کی گیارا خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱) امام صاحب کی پیدائش اس زمانے میں ہوئی جب بہت سے صحابہ کرامؓ حیات تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس زمانے کو نبی ﷺ کی زبانِ مبارک نے خیر کا زمانہ کہا ہے۔

۲) بعض صحابہ کرامؓ کی زیارت اور روایت کرنے کی سعادت امام صاحب کو نصیب ہوئی جس بناہر آپ کو تابعیت کا شرف حاصل ہے۔

۳) تابعین کے زمانے میں اور بڑے بڑے آئمہ کی حیات میں امام صاحب کو اجتہاد و افتاء کی خدمت انجام دینے کا موقعہ ملا جو بڑے شرف کی بات ہے۔

۴) بڑے بڑے آئمہ فقہاء و حدیث نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ یہ بھی آپ کے لئے بڑے فضیلت کی بات ہے۔

۵) چار ہزار اساتذہ سے آپ نے علم دین حاصل کیا۔

۶) آپ کو ایسے بلند پایہ شاگرد ملے جو دیگر آئمہ کو نصیب نہیں ہوئے۔ جن میں ہر شاگرد اپنی جگہ آفتاب و مہتاب تھا۔ جیسے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ وغیرہ۔

۷) امام اعظمؒ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہ و فتاویٰ کی تدوین کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ آپ ہی نے ابواب میں مسائل کو ترتیب دیا اور جزئیات اور مسائل کی تخریج فرمائی۔ اس بارے میں امتِ مسلمہ تاقیامت آپ کی موہون منت رہے گی اور یہ عظیم خدمت آپ کے لئے رفع درجات کا سبب بنتی رہے گی۔

۸) امام صاحب کا فقہی مسلک سارے عالم میں پھیل گیا۔ خاص طور ہر برصغیر (پاک و ہند)، روس، چین، برما میں غالب اکثریت نے

آپ کی پیروی کی اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

۹) آپ خود اپنی ذاتی کمائی سے اپنی اور اپنے متعلقین کی ضروریات پوری فرماتے تھے اور حکومت کے وظائف و مدد کے محتاج نہیں تھے۔ (بلکہ ان کی مدد کو پسند نہیں کرتے تھے)

۱۰) آپ کی وفات (شہادت) انتہائی مظلومیت کی حالت میں قیدخانہ میں زہر کی وجہ سے بحالت سجدہ میں ہوئی۔

۱۱) آپ اپنے دور میں ورع وتقویٰ اور کثرت عبادت میں دوسروں سے ممتاز تھے۔

(عقود الجمان: ص ۱۷۳۔۱۹۰)

امام ابوحنیفہؒ کا والدہ کے لئے احترام اور محبت

امام ابوحنیفہؒ کے والد آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ والدہ مدت تک حیات رہیں اور امام صاحب کو ان کی خدمت گزاری کا کافی موقع ملا۔ وہ مزاج کی شکی تھیں جیسا کہ عورتوں کا مزاج ہوتا ہے۔ واعظوں اور قصہ گویوں کے ساتھ نہایت عقیدت رکھتیں تھیں۔ کوفہ میں "عمرو بن زر" ایک مشہور واعظ تھے۔ آپ کی والدہ کو ان کے ساتھ خاص عقیدت تھی۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام صاحب کو حکم دیتیں کہ عمرو بن زر سے پوچھ کر آؤ۔ امام صاحب ان کے حکم کی تعمیل میں ان کے پاس جا کر مسئلہ پوچھتے۔ وہ عذر کرتے کہ آپ کے سامنے میں کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحب فرماتے کہ والدہ کا یہی حکم ہے۔ اکثر ایسا ہوتا عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا۔ وہ امام صاحب سے درخواست کرتے کہ آپ مجھ کو بتا دیں میں اسی کو آپ کے سامنے دہرادوں گا۔

کبھی کبھی اصرار کرتیں کہ میں خود ان کے پاس جا کر مسئلہ پوچھوں گی۔ والدہ خچر پر سوار ہوتیں اور امام صاحب ساتھ ساتھ پیدل چلتے۔ وہ خود مسئلہ بیان کرتیں اور اپنے کانوں سے جواب سنتیں تب انہیں تسلی ہوتی۔ ایک دفعہ انہوں نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا تو امام صاحب نے بتا دیا۔ وہ بولیں "تمہاری سند نہیں ہے۔ زرقہ واعظ تصدیق کریں گے تو مجھے اعتبار آ جائے گا۔ امام صاحب ان کو لے کر زرقہ کے پاس گئے اور صورت بیان کی۔ زرقہ نے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، آپ کیوں نہیں بتا دیتے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے

یہ بتایا ہے۔ زرقہ نے کہا! بالکل صحیح ہے۔ یہ سن کر ان کو تسکین ہوئی اور گھر واپس آ ئیں۔ (سیرۃ النعمان ص ۶۳)

جب امام اعظمؒ کو عباسی خلیفہ نے چیف جسٹس مقرر کرنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ جلاد روزآنہ آپ کو جیل سے نکال کر لوگوں کے سامنے کوڑے مارتا اور آپ کو مجبور کرتا کہ آپ اس عہدے کو قبول کر لیں۔ آپ کوڑے کھاتے اور انکار کرتے رہتے۔ ایک دن کوڑے کھاتے کھاتے رو پڑے۔ آپ سے وجہ پوچھی تو فرمایا! میں اپنی تکلیف کی وجہ سے نہیں رویا مجھے اپنی والدہ یاد آ گئیں کہ وہ میری جدائی میں کس قدر غمگین ہوں گی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب میری والدہ میرا خون آلود چہرا دیکھیں گی تو ان کو کتنا دکھ ہو گا۔

آپؒ فرماتے تھے کہ میں والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے ہر جمعہ کے دن بیس درہم خیرات کرتا ہوں اور اس بات کی میں نے منت مانی ہوئی ہے۔ دس درہم والد کے اور دس درہم والدہ کے لئے۔ ان مقررہ درہموں کے علاوہ آپ اپنے والدین کے لئے فقراء اور مساکین میں اور بھی چیزیں صدقہ کرتے رہتے تھے۔

(مناقب للموفق)

امام ابوحنیفہؒ کی حق گوئی اور بے باکی

امام ابوحنیفہؒ ہمیشہ اپنے ذاتی خیالات سے بلند ہو کر حق بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس بات سے غافل نہیں رہتے تھے کہ علم دین کا دوسرا نام حکم فقہ ہے۔ آپ حق کی پیروی کرتے اور بحث ومباحثہ میں حق کے ساتھ دلائل دیتے تھے اور اگر مدِ مقابل حق بات کہتا تو آپ بلا تامل اسے تسلیم کر لیتے تھے۔ اپنی رائے پر اڑتے نہیں تھے اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہو کر فرماتے تھے کہ اگر میری رائے میری سوچ اور غور وفکر کے مطابق بالکل ٹھیک ہے اور کوئی شخص اس سے بہتر رائے پیش کرتا ہے تو میں اسے قبول کر لیتا ہوں۔

امام اعظمؒ امراء اور حکام کے تحائف اور نذرانوں کے مخالف تھے اور قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ جو کسی کا احسان مند ہوتا ہے اس کے خلاف حق بات کرنے سے رک جاتا ہے۔ بقول شخصے! ''جو کسی کا کھاتا ہے وہ اس سے شرماتا ہے''۔ امام اعظمؒ حق گوئی اور بے باکی کے علم بردار تھے اس لئے آپ نے کبھی کسی دنیادار کا تحفہ یا نذرانہ قبول نہیں کیا۔

بنوامیہ کے دور کا گورنر خالد بن عبداللہ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھا تو تقریر میں ایسا مگن ہوا کہ ظہر کا آخری وقت آ گیا اور عصر کا وقت نہایت قریب ہو گیا۔ امام اعظمؒ نے گورنر کی طرف کنکریاں پھینکیں اور کہا! ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' نماز تو پڑھ لی گئی مگر اس گستاخی پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گورنر نے پوچھا! آپ نے ایسا

کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا! نماز کسی کا انتظار نہیں کرتی۔ اللہ کی کتاب اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا آپ پر زیادہ حق ہے۔ اگر آپ ہی اسے پامال کرتے رہے تو عوام کا کیا بنے گا۔ (مناقب للموفق ص ۱۳۱)

ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر المنصور اور اس کی بیوی میں کچھ رنجش ہو گئی۔ خاتون کو شکایت تھی کہ خلیفہ عدل نہیں کرتا۔ منصور نے کہا کسی کو منصف مقرر کر لو۔ بیوی نے امام صاحب کا نام لیا۔ اسی وقت امام صاحب کو بلا لیا گیا۔ خاتوں پردہ کے قریب بیٹھی کہ امام صاحب جو فیصلہ کریں وہ خود اپنے کانوں سے سنے۔

منصور نے پوچھا! شریعت کی رو سے مرد کتنی شادیاں کر سکتا ہے۔

امام صاحبؒ نے فرمایا! چار

منصور اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر بولا سنتی ہو۔

پردہ سے آواز آئی۔ ہاں سنا

امام صاحب نے منصور کی طرف مخاطب ہو کر کہا! مگر یہ اجازت اس شخص کے لئے ہے جو عدل کرنے پر قادر ہو۔ ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا ٹھیک نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

﴿ و ان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ ﴾

اگر تمہیں خوف ہو کہ بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو گے تو

نکاح میں ایک ہی عورت رکھو

یہ سن کر منصور چپ ہو گیا۔

امام صاحب گھر آئے تو ایک خادم پچاس ہزار درہم کے تھیلے لئے ہوئے حاضر ہوا کہ خاتون نے نذر بھیجی ہے اور کہا ہے کہ آپ کی کنیز آپ کو سلام کہتی ہے اور آپ کی حق گوئی کی نہایت مشکور ہے۔

امام صاحب نے رقم واپس کر دی اور خادم سے فرمایا کہ جا کر خاتون سے کہہ دینا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے کسی غرض سے نہیں کہا بلکہ یہ میرا فرض تھا۔

(سیرۃ النعمان ص ۵۸)

عہدہ قضاء قبول کرنے سے انکار

عبید اللہ عمرو الرقی فرماتے ہیں کہ جب ابن ابی ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ کا قاضی بننے کے لئے کہا تو آپؒ نے انکار کر دیا۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ اس نے ان کو ایک سو دس کوڑے مارے۔ روزآنہ دس کوڑے مارے جاتے تھے لیکن آپ انکار ہی کرتے رہتے تھے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میری والدہ کی جدائی کا غم مجھے ان کوڑوں کی مار سے زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ جب کبھی امام اعظمؒ کے ان کوڑوں کا ذکر کرتے تو رو پڑتے تھے۔ جبکہ خلقِ قرآن کے مسئلہ میں خود ان پر کوڑے برسائے گئے۔

(تاریخ بغداد)

صالحی نے اپنی کتاب "عقود الجمان" میں لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے دو مرتبہ امام صاحب کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ ایک مرتبہ جب ان کو بیت المال کا متولی بنانا چاہا اور دوسری مرتبہ جب ان کو کوفہ کا قاضی القضاء کا عہدہ دینا چاہا اور آپ نے انکار کیا۔

خلیفہ ابوجعفر المنصور نے امام اعظمؒ کو بغداد کے قاضی بننے پر مجبور کیا۔ آپ نے عذر کرتے ہوئے عہدہ قضاء لینے سے انکار کر دیا اور قسم کھا لی تا کہ خلیفہ دوبارہ ان کو کہنے کی جرأت نہ کرے۔ امام صاحب کو ۱۴۶ھ میں قید کیا گیا۔ اس وقت بغداد دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا۔ امام صاحب کی شہرت بھی دور دور پھیل گئی تھی۔ قید کی حالت میں ان کا اثر و مقبولیت کم ہونے کے بجائے اور زیادہ ہوگئی۔ خلیفہ بھی ان کے اس اثر ورسوخ سے متاثر تھا۔ انہوں نے قید خانے میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ بے شمار لوگوں نے ان سے قید خانہ میں تعلیم حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ کے بعض دشمنوں نے خلیفہ کو خفیہ طور پر یہ باور کرایا کہ امام صاحبؒ نے ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؒ کو خلافت عباسیہ سے بغاوت پر اکسایا ہے اور ان کی مالی امداد بھی کی ہے۔ ان وجوہات کی وجہ سے خلیفہ کو ان سے خطرہ رہتا تھا۔ اس نے آپ کو بے خبری میں زہر دلوا دیا۔ جب زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ نے سجدہ کیا اور اسی حالت میں آپؒ کا انتقال ہوگیا۔

عہدہ قضاء سے بچنے کے لئے حیلہ

محمد بن یحییٰ القصری فرماتے ہیں کہ خلیفہ ابوجعفر المنصور نے امام ابوحنیفہؒ ، سفیان ثوریؒ ، مسعر بن کدامؒ اور شریک نخعیؒ کو بلایا کہ ان کو قاضی القضاء کا عہدہ سپرد کرے۔

امام ابوحنیفہؒ بولے میں بتاؤں کہ کیا معاملہ ہوگا۔ فرمایا! کہ میرا معاملہ تو یہ ہے کہ میں حیلہ کر کے بچ جاؤں گا۔ اور مسعرؒ وہ تو ایسی حالت بنائے گا کہ خلیفہ سمجھے گا کہ یہ مجنون ہے، وہ بھی بچ جائے گا۔ اور سفیانؒ تو وہ بھاگ جائے گا۔ البتہ شریکؒ وہ اس میں مبتلا ہو جائے گا۔ پس جب یہ سب خلیفہ منصور کے پاس پیش ہوئے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے عرض کیا۔ میں تو عرب کی پیروی کرنے والا ہوں اور عرب میں سے نہیں ہوں۔ عرب اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ ان پر ایک غیر عرب قاضی مقرر ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ میرے اندر اس عہدے کی صلاحیت نہیں ہے۔ پس اگر میں اپنے قول میں سچا ہوں تو پھر میں اس عہدے کا اہل نہیں ہوں۔ اور اگر جھوٹا ہوں تو آپ کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ آپ ایک جھوٹے انسان کو مسلمانوں کی جانوں اور مالوں پر حاکم مقرر کریں۔ امام سفیان ثوریؒ کے پاس جب خلیفہ کا آدمی پہنچا تو انہوں نے کہا کہ یہاں ٹھہرو میں ایک کام سے فارغ ہو کر آتا ہوں۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ امام سفیان ثوریؒ باہر نکلے اور دریا پر پہنچ کر ایک کشتی میں سوار ہو گئے اور ملاح سے کہا کہ مجھے کشتی میں سوار کر کے پار پہنچا دے ورنہ میں ذبح کر دیا جاؤں گا۔ آپؒ نے رسول اللہ ﷺ کے اس قول سے

استدلال کیا!

" من جعل قاضيا فقد ذبح بغير سكين "

جس کو عہدہ قضاء پر فائز کیا گیا اس کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا

ملاح نے آپؒ کو ایک بوری کے نیچے چھپا دیا اور پار لے گیا۔

امام مسعرؒ جب خلیفہ کے پاس پیش ہوئے تو انہوں نے اس سے کہا، اپنا ہاتھ دکھاؤ کہ میں دیکھوں کہ تمہارا، تمہاری اورلاد اور تمہارے جانوروں کا کیا حال ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ اس کو نکال دو یہ تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ شریکؒ کوئی بہانہ نہ بنا سکے اور ان کو قاضی کے عہدے پر فائز کر دیا گیا۔

ابن خلکانؒ " تاریخ ابن خلکان " میں لکھتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ عالم باعمل، زاہد، متقی پرہیز گار اور اللہ کے حضور ہمیشہ تضرع وزاری کرنے والے شخص تھے۔ منصور نے ان کو عہدہ قضاء پر فائز کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے قسم کھائی کہ میں ایسا ضرور کروں گا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قسم کھائی کہ میں ہرگز اس عہدے کو قبول نہیں کروں گا۔

ربیع بن یونس حاجب اثری نے کہا کہ امیر المومنین نے قسم کھائی ہے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جواب دیا! امیر المومنین میری نسبت قسم کا کفارہ ادا کرنے میں زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا! اللہ سے ڈرو! یہ امانتیں انہی کے سپرد کرو جو خوفِ خدا رکھتے ہوں۔ رہ گیا میرا معاملہ تو میں تو اپنے آپ کو خوشی میں بھی قابو میں نہیں رکھ سکتا تو غصہ میں کیسے قابو میں رہ سکتا ہوں۔ خلیفہ کے مصاحبین میں

بہت سے ایسے ہیں جو اس کے لے یہ کام بہتر انداز میں کر سکتے ہیں۔ مجھ میں اس کی صلاحیت نہیں ہے۔ خلیفہ نے کہا! تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم میں اس کی صلاحیت ہے۔ آپ ؒ نے جواب دیا کہ آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا۔ آپ کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ عہدہ قضاء جو کہ ایک امانت ہے اس پر ایک جھوٹے شخص کو مقرر کر دیا جائے۔

خلیفہ ابوجعفر المنصور سے وظیفہ لینے سے انکار

مغیث بن بدیل ؒ کہتے ہیں کہ خارجہ بن مصعب ؒ نے فرمایا خلیفہ ابوجعفر المنصور نے امام ابوحنیفہ ؒ کے لئے دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا اور ان کو بلوایا کہ وہ آ کر لے لیں۔ انہوں نے مجھ سے مشورہ کیا کہ یہ ایسا شخص ہے کہ اگر میں اس کو یہ رقم لوٹا دوں تو یہ مجھ پر غصہ ہو گا اور قبول کر لوں تو میرے دینی معاملات میں دخل اندازی کرے گا جو مجھے پسند نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ رقم اس کی نظر میں کافی زیادہ ہے پس جب وہ آپ ؒ کو یہ رقم دینے کے لئے بلائے تو آپ کہہ دیجئے گا کہ میں امیر المومنین سے یہ رقم لینے کا متمنی نہیں ہوں۔ چنانچہ آپ ؒ نے انکار کر دیا۔

(تاریخ بغداد)

امام اعظم ؒ کی ایک خارجی سے گفتگو

ایک دفعہ ضحاک خارجی ، جو خارجیوں کا مشہور سردار تھا اور بنو امیہ کے زمانے میں کوفہ پر قابض ہو گیا تھا۔ امام صاحب کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا کہ '' توبہ کرو '' انہوں نے پوچھا کہ کس بات سے؟ ضحاک نے کہا! تمہارا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ؓ نے معاویہ ؓ کے جھگڑے میں ثالثی مان لی تھی۔ حالانکہ جب وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے کے کیا معنی ہیں۔

امام صاحب نے کہا! اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے اگر حق منظور ہے تو مجھے بات کرنے کی اجازت دو۔

ضحاک نے کہا کہ میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

امام صاحب نے فرمایا! اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو کیا علاج ہے۔

ضحاک نے کہا! ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں۔

چنانچہ ضحاک ہی کے ایک ساتھیوں میں سے ایک شخص کو منتخب کیا گیا کہ دونوں فریقوں کی صحیح اور غلط کا فیصلہ کرے۔ امام صاحب نے فرمایا! یہی تو حضرت علی ؓ نے کیا تھا۔ پھر ان پر کیوں الزام ہے۔

ضحاک دم بخود رہ گیا اور چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔

(سیرۃ النعمان ص ۷۰)

حوضِ کوثر کا جام

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپؒ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دائیں جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ ۔۔۔اس طرح یہاں تک کہ سترہ بزرگوں کو شمار کیا اور حوض کے آگے اپنے ایک پڑوسی کو دیکھا کہ اس کے سامنے برتن ہے ان سے پوچھا کہ " میں بھی حوضِ کوثر کا پانی پی لوں" اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ دریافت کرنے پر حضور اکرم ﷺ نے اجازت دے دی تو انہوں نے ایک پیالہ دیا آپ ﷺ نے پیا اور اپنے تمام اصحابؓ کو پلایا۔ مگر وہ پیالہ انگلی کی پور کے برابر بھی کم نہ ہوا اور وہ پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۷۰)

دنیا کا سب سے بڑا عالم

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس کو بے انتہا مقبولیت حاصل تھی۔ ابتداء میں تو صرف امام حمادؒ کے شاگرد شریک ہوتے تھے لیکن بعد میں آئمہ فن اور آپ کے اساتذہ بھی آپ کی درس کی مجلس میں شریک ہونے لگے۔ مثلاً معسر بن کدامؒ، امام اعمشؒ آپ کے درس میں باقائدگی سے شرکت کرتے۔

"الجواہر المضیئہ" میں لکھا ہے کہ امام اعظم کے درس میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، دمشق، بصرہ، واسط، موصل، جزیرہ، رقہ، نصیبین، رملہ، مصر، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، اہواز، کرمان، اصفہان، حلوان، استرآباد، ہمدان، رے، قومس، ذوامغان، طبرستان، جرجان، نیشاپور، سرخس، بخارا، سمرقند، کس، صنعاء، ترمذ، ہرات، نہستار، الزم، خوارزم، سیستان، مدائن، مصیصہ، حمس وغیرہ کے باشندے شریک رہتے تھے۔

ایک مرتبہ مقاتل بن سلیمانؒ کے حلقہ میں ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص آسمان سے اترا ہے اور اس نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں وہ شخص بغداد کے سب سے اونچے مینارے پر کھڑا ہوا اور آواز دی۔ "کیا عظیم چیز تھی جسے لوگ گم کر بیٹھے" مقاتلؒ نے کہا! اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو ضرور دنیا کا سب سے بڑا عالم انتقال کرے گا۔ چنانچہ کچھ دیر بعد امام ابوحنیفہؒ کے وصال کی اطلاع مل گئی۔ مقاتل نے یہ خبر سن کے" انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور فرمایا! افسوس کہ دنیا سے وہ شخص چل بسا جو امت محمدیہ سے مشکلات کو دور کرتا تھا۔

(الخیرات الحسان فی مناقب الامام ابی حنیفہ النعمان ص ۱۷۱)

امام اعظمؒ کا صبر و برداشت

امام اعظمؒ نہایت نرم طبیعت اور بردبار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ عظیم قوتِ برداشت اور بے پناہ صبر و تحمل کا پیکر تھے۔ ایک شخص نے آپ سے مناظرے کے دوران آپ کو بدعتی اور زندیق تک کہہ دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، وہ خوب جانتا ہے میرے بارے میں جو تم نے کہا وہ سچ نہیں ہے۔ میں تمہارے عقیدہ سے اتفاق نہیں کرتا۔ جب سے میں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ہے اس کے برابر کسی کو نہیں جانا۔ میں اس کی بخشش کا امیدوار ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آپ رو پڑے اور روتے روتے بے ہوش ہو کر گر گئے۔ جب ہوش آیا تو اس شخص نے کہا! مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا! جس جاہل نے بھی میرے بارے میں کچھ کہا وہ معاف ہے اور جو علم کے باوجود مجھ میں عیب بتائے وہ قصوروار ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۱۳۰)

ایک دفعہ مسجد خیف میں تشریف فرما تھے، شاگردوں اور عقیدت مندوں کا حلقہ تھا۔ ایک شخص نے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے مناسب جواب دیا۔ اس نے کہا کہ حسن بصریؒ نے اس کے خلاف بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا! حسن بصریؒ سے اس معاملہ میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا جس نے کپڑے سے منہ چھپا رکھا تھا کہنے لگا! اے زانیہ کے بیٹے! تم حسن بصری کو خطا کار اور غلط کہتے ہو۔ اس کی اس بیہودہ گوئی پر لوگ مشتعل ہو گئے اور اسے مارنا چاہا۔ لیکن امام صاحبؒ نے انہیں روک دیا اور سب کو خاموش کر کے بٹھا دیا۔ اس شخص سے نہایت تحمل اور

وقار کے ساتھ فرمایا! ہاں! حسن بصریؒ سے غلطی ہوئی ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ نے اس بارے میں حضور ﷺ سے روایت کی ہے وہ صحیح ہے۔

(مناقب للموفق ص ۲۹۸)

امام اعظم کی سخاوت

امام ابوحنیفہؒ کی وسیع تجارت کا مقصد صرف دولت کمانا نہیں تھا بلکہ اس سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا تھا۔ آپ نے اپنے احباب اور ملنے والوں کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ محدثین اور شیوخ کے لئے ایک حصہ مخصوص کیا ہوا تھا۔ شاگردوں میں جو ضرورت مند ہوتے ان کی گھریلو کفالت کرتے تھے تا کہ وہ پوری توجہ تعلیم پر دے سکیں۔ بہت سے لوگ جو مفلسی کی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے تھے آپ کی مدد کی بدولت بڑے بڑے مرتبوں پر پہنچے۔ ان میں امام ابو یوسفؒ کا نام بہت نمایاں ہے۔ امام صاحبؒ ہر سال مال تجارت میں سے استادوں اور محدثین کے لئے خوراک اور لباس خرید کر ان کی خدمت میں بھیجا کرتے اور نقد ہدایہ و نذرانہ بھی پیش کرتے تھے۔ آپ فرماتے کہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا یہ سب مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس نے اپنے فضل و کرم سے آپ حضرات کے لئے یہ مال مجھے عطا کیا ہے جو میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ (مناقب للموفق ص ۲۷۶)

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ کثرت سے صدقہ کرتے تھے۔ وہ مجھ کو اس کثرت سے تحفے ارسال کرتے کہ مجھے وحشت ہونے لگتی

تھی۔ میں نے ان کے بعض اصحاب سے اس بات کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا! اگر تم ان تحائف کو دیکھتے جو انہوں نے سعید بن ابی عروبہ ؒ کو بھیجے ہیں تو حیران ہو جاتے۔ امام اعظم ؒ محدثین سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپ نے کسی کو بھی نہیں چھوڑا جس کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو۔ (الخیرات الحسان ص ۱۳۵)

حضرت شریک ؒ فرماتے ہیں! جو شخص آپ سے پڑھتا تو آپ اس کو نان ونفقہ کی طرف سے بے نیاز کر دیا کرتے تھے بلکہ ان کے گھر والوں پر بھی خرچ کرتے تھے۔ جب وہ علم پڑھ لیتا تو آپ اس سے فرماتے! اب تم کو ایک بڑی دولت مل گئی ہے کیونکہ تم کو حلال وحرام کی پہچان ہو گئی ہے۔(الخیرات الحسان ص ۱۳۷)

علامہ ابن حجر مکی ؒ لکھتے ہیں کہ امام اعظم ؒ سب سے زیادہ اپنے اصحاب اور ہم نشینوں کی غم خواری اور ان کا اکرام کرنے والے تھے۔ آپ محتاجوں کا نکاح کرا دیتے اور تمام اخراجات خود برداشت کرتے۔ آپ ہر شخص کی طرف سے اس کے مرتبے کے مطابق خرچ بھیجتے تھے۔

جب آپ کے صاحبزادے حمادؒ نے اپنے استاد سے سورۃ فاتحہ بڑھی تو آپ نے استاد کو ایک ہزار درہم نذرانہ پیش کیا۔ وہ کہنے لگے حضور میں نے کون سا اتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اتنی بڑی رقم کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا کہ آپ نے میرے بیٹے کو جو دولت عنایت کی ہے اس کے سامنے تو یہ نذرانہ بہت حقیر ہے۔ بخدا اگر میرے پاس اس وقت اس سے زیادہ ہوتا تو وہ بھی پیش کر دیتا۔ (مناقب للموفق ص ۲۷۰)

علامہ موفق بن احمد مکیؒ تحریر فرماتے ہیں! کوفہ میں ایک مالدار شخص رہتا تھا۔ بڑا خوددار اور حیادار تھا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ وہ غریب محتاج ہو گیا۔ وہ بازار جا کر مزدوری کرتا، مشقت اٹھاتا اور صبر کرتا۔ ایک دن اس کی بچی نے بازار میں ککڑی دیکھی۔ گھر جا کر اپنی ماں سے ککڑی لینے کے لئے پیسے مانگے مگر ماں پیسے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی خواہش پوری نہ کر سکی۔ گھر کا سامان تھوڑا تھوڑا کر کے پہلے ہی بک گیا تھا، بچی رونے لگی۔ اس شخص نے امام اعظمؒ سے مدد لینے کا ارادہ کیا۔ وہ آپ کی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا مگر شرم وحیا اور خودداری کی وجہ سے زبان نہ کھول سکا۔ امام اعظمؒ نے اپنی فراست سے بھانپ لیا کہ اس شخص کو کوئی حاجت ہے مگر حیا کے باعث سوال نہیں کر رہا۔ جب وہ شخص وہاں سے اٹھ کر جانے لگا تو آپ نے ایک آدمی اس کے پیچھے روانہ کر دیا کہ اس کا حال معلوم کر کے بتائے۔ اس شخص نے گھر جا کر اپنی بیوی کو بتایا کہ میں شرم کے باعث اس بابرکت مجلس میں کچھ مانگ نہ سکا۔ امام اعظمؒ کے بھیجے ہوئے آدمی نے واپس آ کر امام صاحب کو سب حال بتایا۔ جب رات کا ایک حصہ گزر گیا تو امام صاحبؒ پانچ ہزار درہم کی ایک تھیلی لے کر اس کے گھر پہنچ گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر فرمایا! میں تمہارے دروازے پر ایک چیز رکھے جا رہا ہوں اسے لے لو۔ یہ فرما کر آپ واپس آ گئے۔ گھر والوں نے جب تھیلی کھولی تو اس میں پانچ ہزار درہم تھے اور ایک کاغذ کے پرزے پر یہ تحریر تھا۔

”تمہارے دروازے پر ابوحنیفہ یہ تھوڑی سی رقم لے کر آیا تھا یہ اس کی

حلال کی کمائی ہے اسے استعمال میں لاؤ اور واپس نہ کرنا " (مناقب للموفق ص ۲۸۱)

ایک مرتبہ امام صاحبؒ کے پاس بطور ہدیہ ایک ہزار جوڑی جوتے آئے آپ نے تمام اپنے دوستوں، پڑوسیوں، غرباء اور طالب علموں میں تقسیم کر دئے۔ اتفاق سے شام کو آپؒ کے بیٹے حماد کو ضرورت پیش آئی تو آپ نے اس کو بازار سے منگوا کر دئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ جب کسی آدمی کے پاس کوئی ہدیہ آئے تو اس کے ہمنشین اس کے شریک ہوتے ہیں۔

امام صاحب کی عادتِ شریفہ تھی کہ عیدین کے موقوں پر اپنے دوستوں اور ملنے جلنے والوں کے ہاں تحائف بھیجا کرتے تھے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتے تھے۔ غریب بچیوں کی شادیاں اپنے پاس سے کیا کرتے تھے۔ جب اپنے بچہ کے لئے کوئی چیز لاتے تو علماء و مشائخ اور پڑوسیوں کے لئے بھی اسی قدر لاتے۔ کاروبار میں جو نفع حاصل ہوتا وہ سب طلباء و علماء پر صرف کر دیتے تھے۔ اگر کوئی آپ کا شکریہ ادا کرتا تو اس کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ مبارک سنا دیتے کہ میں تو خازن ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے وہیں خرچ کر دیتا ہوں۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں چار ہزار درہم سے زیادہ کا کبھی مالک نہیں ہوا جو آیا خرچ کر دیا۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا ہے کہ کسی آدمی کو چار ہزار سے زیادہ پونجی رکھنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔

امانت داری

حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں! خدا کی قسم! امام ابو حنیفہؒ بہت ایماندار تھے۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کا خوف تھا۔ وہ اس کی رضا پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ (مناقب للموفق ص۲۳۳)

ایک دیہاتی نے آپ کے پاس ایک لاکھ ستر ہزار درہم بطور امانت رکھے اس دوران اس کا انتقال ہوگیا۔ اس نے کسی کو بتایا بھی نہ تھا کہ میں نے یہ رقم امام ابو حنیفہؒ کے پاس بطور امانت رکھوائی ہے۔ اس کے بچے نابالغ تھے، جب وہ بالغ ہوئے تو امام اعظمؒ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور ان کے والد کی ساری رقم ان کے حوالے کردی اور فرمایا! یہ تمہارے والد کی امانت تھی۔ آپؒ نے یہ امانت خفیہ طور پر لوٹائی تاکہ لوگوں کو اتنی بڑی رقم کا علم نہ ہو اور وہ انہیں تنگ نہ کریں۔

(مناقب للموفق ص۲۳۷)

امام اعظمؒ کے تقویٰ، امانت اور دیانت کی وجہ سے لوگ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ کچھ حاسدین اور مخالفین بھی تھے جو ہر وقت آپ کو بدنام کرنے اور آپ کا مقام گھٹانے کی فکر میں رہتے تھے۔ ایک بار ان حاسدین نے ایک شخص کے ذریعہ آپ کے پاس رقم کی ایک تھیلی امانتاً رکھوائی جس پر سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ حاسدوں کی بدگمانی یہ تھی کہ امام صاحب کچھ عرصہ بعد اس رقم کو اپنے کاروبار میں استعمال کرلیں گے اور پھر ان کو بدنام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ چنانچہ ایک منصوبہ بندی کے ساتھ ایک شخص نے کوفہ کے قاضی ابن ابی لیلیٰ

کے پاس دعویٰ دائر کیا کہ امام ابوحنیفہ نے فلاں شخص کا مال اپنے بیٹے کو دے دیا ہے حالانکہ یہ مال امانت کے طور پر رکھوایا گیا تھا۔ چنانچہ امام صاحب کو طلب کیا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ آپ پر الزام ہے کہ آپ نے فلاں شخص کی امانت اپنے کاروبار میں لگا دی ہے۔ آپؒ نے فرمایا! یہ الزام بالکل غلط ہے۔ اس کی امانت جوں کی توں میرے پاس محفوظ ہے۔ اگر آپ چاہیں تو سرکاری نمائندے بھیج کر تصدیق کر سکتے ہیں۔ وہ لوگ آئے تو آپ کے مال خانے میں وہ امانت ویسی ہی موجود پائی جس پر سرکاری مہر لگی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر سب کو ندامت ہوئی۔

ان کی ندامت اور حیرت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ امام اعظمؒ کے پاس اتنی کثیر امانتیں جمع تھیں جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھیں۔ محمد بن الفضلؒ فرماتے ہیں! جب امام صاحب کا انتقال ہوا تو ان کے پاس لوگوں کی پانچ کروڑ کی امانتیں تھیں۔ جنہیں ان کے بیٹے نے لوگوں کو واپس لوٹائیں۔

(مناقب للموفق ص ۲۳۴۔ ۲۳۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب نے لوگوں کی امانت کی حفاظت کے لئے ایک عظیم نظام قائم کیا ہوا تھا۔ دفتر، مال خانہ، ملازم، کھاتہ رجسٹر اور حساب و کتاب کرنے والے۔ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لوگوں کے مال اور رقوم کی حفاظت اور ان کے اصل مالکوں کو یقینی واپسی کے لئے امام اعظمؒ منصوبہ بندی اور عملی اقدامات کر کے سود سے پاک خالص اسلامی بینک کا واضح تصور پیش کر چکے ہیں۔

امام اعظمؒ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

امام اعظمؒ پر جرح معتبر نہیں

امام نسائیؒ نے ''کتاب الضعفاء'' میں، دار قطنی نے اپنی سنن میں، اور ابن عدی نے امام ابو حنیفہؒ پر جرح کی ہے اور حدیث میں ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الذہبی: میزان الاعتدال: ۵۲/۴ رقم الترجمہ ۹۰۹۲)

ایسے آئمہ جن کی امامت اور جلالتِ قدر پر جمہور علماء متفق ہیں ان کے بارے میں جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ ان کی عظمت و جلالت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے اور ان کی ثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ورنہ بڑے بڑے محدث کی بھی ثقاہت اور عدالت ثابت نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ تمام بڑے آئمہ حدیث پر کسی نہ کسی کی جرح ضرور موجود ہے۔ امام شافعیؒ پر یحییٰ بن معینؒ نے کی، امام بخاریؒ پر امام ذہلیؒ نے کی، امام اوزاعیؒ پر امام احمدؒ نے کی، امام احمدؒ پر امام کرابیسیؒ نے کی، امام مالکؒ پر ابن ابی ذئبؒ نے کی۔ ابن حزمؒ نے امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ کو مجہول کہا۔ امام نسائیؒ پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا گیا۔

(التعلیق علی القواعد: ۹۶، امام ابو حنیفہ اور علم حدیث: ص ۱۰۰)

اگر ان تمام اقوال کا اعتبار کیا جائے تو ان میں سے کوئی بھی ثقہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مشہور شافعی عالم تاج الدین سبکیؒ ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں!

"ہمارے ہاں حق بات یہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور عدالت ثابت ہو اور اس کی مدح وتزکیہ کرنے والے زیادہ ہوں اور اس پر جرح کرنے والے شاذ ونادر ہوں تو یہاں پر یہ بات اس کی دلیل ہے کہ کہ یہ جرح مذہبی تعصب یا کسی اور وجہ (غلط فہمی بھی) سے کی گئی ہے۔ ہم ایسی شخصیت کے بارے میں جرح پر توجہ نہیں دیں گے بلکہ عدالت ہی کو میعار بنائیں گے ورنہ اگر یہ دروازہ ہم نے کھول دیا یا جرح کو علی الاطلاق ترجیح دینے لگے تو پھر آئمہ میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ اس لئے کوئی بھی امام ایسا نہیں گزرا جس پر کسی نہ کسی نے طعن وتشنیع کرکے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا نہ کیا ہو۔

دوسرا اعتراض

امام اعظمؒ حدیث کے بارے میں ثقہ نہیں تھے۔

یہ ایک بلا دلیل اعتراض ہے کیونکہ بعض علماء نے امام اعظمؒ پر مبہم جرح کی۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام صاحب کے بارے میں لکھا ہے!

امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جارحین کی جرح مقبول نہیں ہے کہ بعض کی جرح کثرتِ قیاس اور بعض کی جرح قلتِ عربیت اور بعض نے احادیث کے کم روایت کرنے کی وجہ سے جرح کی ہے اور یہ تمام ایسی باتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے راوی مجروح نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جرح کیسے مقبول ہوسکتی ہے

جبکہ ان کے ہم عصر علماء ان کے بارے میں ایسے توثیقی الفاظ کہتے ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا! عادل وثقہ ہیں۔ جس کی عدالت عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیع بن جراحؒ جیسے محدثین کریں۔ ان کے بارت میں تمہارا کیا خیال ہے۔

(مقدمہ اعلاء السنن: ۲۶/۳۰)

جمہور محدثین اور جرح وتعدیل کے آئمہ نے امام ابوحنیفہؒ کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ علمِ حدیث میں ان کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ علم جرح وتعدیل کے سب سے پہلے اور بڑے امام شعبہ بن حجاجؒ امام اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں!

کان و اللّٰہ ثقة ثقة (الانتقاء: ص ۱۲۷)

بخدا امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے ثقہ تھے۔

جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطانؒ امام اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں!

انه لا علم هذٰه الا مة بما جاء عن اللّٰه و رسوله ﷺ

(ابن ماجہ اور علم حدیث: ص ۱۶۷)

امام ابوحنیفہؒ اس امت میں قرآن وحدیث کے بڑے عالم تھے۔

جرح وتعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں!

كان ابو حنيفه ثقة حافظا لا يحدث الا بما يحفظ ما

سمعت احد ايجرحه

(تاریخ بغداد: ۳۱۹/۱۳)

امام ابوحنیفہؒ ثقہ اور حافظ تھے وہ وہی حدیث بیان کرتے جو انہیں یاد ہوتی، میں نے کسی کو ان پر جرح کرتے نہیں سنا۔

امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں!

عدل فما ظنک بمن عدله ابن المبارک

(مناقب کردریؒ: ۹۱/۱)

امام ابوحنیفہؒ ثقہ اور عادل تھے، ابن مبارک نے جس کو عادل قرار دیا ہو اس میں کسی کو کیا شک ہوسکتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں! امام ابوحنیفہؒ علم کو مضبوطی سے تھامنے والے اور اللہ کے احکامات کی پامالی سے بچنے والے تھے۔ ثقہ راویوں کی ان ہی حدیثوں کو لیتے تھے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتی تھیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل اور علماء کوفہ کے مذہب کو بھی اختیار کرتے تھے پھر بھی ان پر ایک طبقہ طعن وتشنیع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

تیسرا اعتراض

امام صاحب اصحابِ رائے میں سے ہیں۔ (ذہبیؒ: المیزان)

اگر رائے سے مراد عقل وفہم ہے تو یہ امام ابوحنیفہؒ کے حق میں بہت اچھا تاثر ہے اس لئے کہ یہ امام صاحب کے بہترین خصائل میں ہے۔ اس لئے کہ جس کی عقل نہ ہو اس کا علم بھی نہیں ہوگا۔ اور اگر اعتراض کرنے والے کا مقصد وہ قیاس ہے جو دلائل اربعہ میں سے ایک دلیل ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہی امام صاحب علماء کے مقرر کردہ شرائط میں اکیلے ہیں۔ بلکہ تما علماء امت کو جب مشکل حالات میں کسی مسئلہ میں کتاب وسنت واجماع امت یا آثار صحابہ میں کوئی نص نہ ملے تو قیاس کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ جبکہ وہ رائے قابل قبول اور پسندیدہ ہو۔ اور اس کی رائے ہو جو سب سے بڑا فقیہہ ہو، سب سے زیادہ نیک دل ہو، سب سے زیادہ گہرا علم رکھتا ہو، سب سے کم تکلف والا ہو، سب سے زیادہ بہترین عزم والا ہو، سب سے زیادہ کامل الفطرت ہو، سب سے زیادہ سمجھ رکھنے والا ہو، صحابہ کرامؓ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے سامنے قرآن اترتے دیکھا ہے اس کا مطلب اور مقصد رسول اللہ ﷺ سے جانا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے تابعین میں ان لوگوں سے سب سے زیادہ فیض حاصل کیا ہے۔ امام صاحب کے نزدیک اقوال صحابہ اور ان کے فتاویٰ ایسی حجت ہیں جس کی وجہ سے قیاس ترک کیا جائے گا۔

ابو مطیعؒ فرماتے ہیں! ایک دفعہ کوفہ کی مسجد میں امام ابوحنیفہؒ کی مجلس ہو رہی تھی اور میں اس میں شریک تھا۔ اچانک سفیان ثوریؒ، مقاتل بن جبانؒ،

حماد بن سلمہؒ، جعفر الصادقؒ وغیری علماء داخل ہوئے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ بات کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم دین میں قیاس کو زیادہ دخل دیتے ہو اور ہم تو اس سے بہت ڈرتے ہیں۔ اس لئے کے سب سے پہلا قیاس کرنے والا ابلیس تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کے ساتھ جمعہ کی صبح سے لے کر زوال تک گفتگو کی اور اپنا موقف پیش کیا اور کہا!

میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر سنتِ رسول اللہ ﷺ پر پھر صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر اور ان میں بھی صحابہ کرامؓ کے متفق علیہ فیصلوں کو مقدم رکھتا ہوں۔ اس کے بعد قیاس کرتا ہوں تو سب ایکدم اٹھے اور امام صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ آپ علماء کے سردار ہیں۔ ہمیں آپ کے بارے میں جو خبریں ملیں جس کی وجہ سے ہم نے آپ کا مواخذہ کیا تو امام صاحب نے ان سب کو معاف کر دیا اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔

امام ابوجعفرؒ اپنی متصل سند کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کرتے تھے جو لوگ ہمارے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ہم نص پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں تو کیا نص کی موجودگی میں قیاس کی کوئی حاجت ہے۔ ہم صرف شدید ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں جبکہ اس مسئلہ میں سب سے پہلے کتاب وسنت اور صحابہ کے فیصلوں پر مظر ڈالتے ہیں۔ پھر جب ہمیں کوئی بھی دلیل نہیں ملتی ہے تو جامع اصولوں کی بنیاد پر قیاس کرتے ہیں۔

(میزان الشعرانی)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ بخاری میں نعیم بن عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تعجب ہے لوگوں کی اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے کی بنیاد پر فتویٰ دیتا ہوں۔ میں تو صرف اور صرف صحابی کے اثر (قولِ صحابہ) پر فتویٰ دیتا ہوں۔

'' مناقب القاری '' میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جب کسی کو حادثہ (واقعہ پیش آتا) ہوتا تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے کہ کیا تمہارے پاس اس سے متعلق کوئی قولِ صحابہ ہے۔ اگر ہمارے پاس کوقول ہوتا تو اس پر عمل کرتے۔ اگر اختلاف پایا جاتا تو کثرت کی رائے پر عمل کرتے ورنہ قیاس پر عمل کرتے۔

امام خوارزمیؒ میں جامع مسانید میں فرمایا کہ خطیب بغدادی وغیرہ نے امام اعظمؒ پر جو طعن و تشنیع کی ہے کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہوسکتا ہے جن کو فقہ سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ کوئی بھی آدمی جس کو فقہ کی ہوا لگی ہو اور انصاف سے کام لیتا ہو تو وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گا کہ ابوحنیفہؒ لوگوں میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ اور آثارِ صحابہ سے سب سے زیادہ واقف ہیں۔

چوتھا اعتراض

امام ابو حنیفہؒ کو حدیث کا اتنا زیادہ علم نہیں تھا اور نہ ہی ان کو احادیث یاد تھیں۔ (مقدمہ ابن خلدون)

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں اس جملہ سے دلیل خود بخود کمزور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ علامہ ابن خلدون علوم شریعہ کے ماہر نہیں تھے۔

علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ علامہ ابن خلدون تاریخی امور میں ماہر تھے لیکن شرعی امور کے ماہر نہیں تھے کیونکہ مورخ اور محدث کے مہارت کے میدان مختلف ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے متعلق حتمی بات نہیں کہہ سکتا۔

علامہ ابن خلدون خود لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی روایات اس وجہ سے کم ہیں کہ انہوں نے روایات اور اس کے پرکھنے میں بڑی سخت شرائط عائد کی ہوئی تھیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر روایتِ حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ ان کی ذات اس فعل سے بلند و بالاتر ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام صاحب علم حدیث کے بہت بڑے مجتہدین میں سے تھے۔ اس کے علاوہ قلیل الحدیث ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ۱۴۲ حدیثیں، حضرت عمر فاروقؓ سے ۱۳۹ حدیثیں، حضرت عثمانؓ سے ۱۴۶ حدیثیں، حضرت علیؓ سے ۵۸۶ حدیثیں منقول ہیں۔ (خلاصہ تہذیب الکمال: ۲۰۶)

یہ وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کا خصوصی قرب حاصل تھا اور انہوں نے ایک طویل عرصہ ساتھ گزارا۔ جن کی علمیت اور فقاہت کا سب کو علم ہے لیکن اس کے باوجود ان سے مروی احادیث دوسرے صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔

امام اعظمؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ قلیل الحدیث تھے ایک ایسا الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حسن بن زیادؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے چار ہزار احادیث بیان فرمائی ہیں۔ جن میں دو ہزار اپنے استاد امام حمادؒ سے اور دو ہزار باقی مشائخ سے۔ (مناقب للموفق: ۹۶/۱)

علامہ امیر یمانیؒ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے مروی صحیح احادیث کی تعداد بغیر تکرار کے چار ہزار چار سو ہے۔ (توضیح الافکار: ص۶۳)

ملا علی قاریؒ نے محمد بن سماعہؒ سے روایت کی ہے کہ امام اعظمؒ کی تصانیف میں ستّر ہزار احادیث ملتی ہیں۔ (مناقب علی القاری بذیل الجواہر: ص۴۷۴)

امام محمدؒ نے بے شمار مسائل امام ابوحنیفہؒ سے نقل کئے ہیں جو براہ راست احادیث سے منقول ہیں۔

شافعی عالم حافظ محمد ابو صالحؒ فرماتے ہیں! بے شمار احادیث کے حافظ ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ سے روایات کی تعداد کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ استنباطِ احکام میں لگ گئے۔ اسی طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے بھی ان کے سماع حدیث کے مقابلہ میں روایات کی تعداد کم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ حدیث کے

بڑے حافظ اور کبار رجال میں سے تھے۔ اگر حدیث کے ساتھ ان کو زیادہ شغف نہیں ہوتا تو وہ فقہی مسائل کا حل کیسے کرتے۔

(عقود الجمان باب ۲۳ بحوالہ تأنیب الخطیب للکوثری: ص ۱۵۶)

امام اعظم رح پر عقیدہ ارجاء کا الزام

اس زمانے میں مسلمانوں بہت سے باطل فرقوں نے جنم لیا۔ ان میں سے ایک مرجیہ فرقہ بھی تھا۔ یہ فرقہ کئی شاخوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ اسلام میں فلسفہ آجانے سے متاثر ہوئے جیسے جبریہ، قدریہ وغیرہ وجود میں آئے۔ مرجیہ، جبریہ اور قدریہ ایک دوسرے سے قریب تر تھے۔ یونانی رومی، دہریہ، مرجیہ اور خوارج ایک ہی صف میں شمار ہوتے تھے۔ ایرانی فلسفیوں نے ان پر اپنے خیالات کا براہ راست اثر ڈالا۔ مرجیہ ارجاء سے مشتق ہے۔ عربی زبان میں یہ تاخیر کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان مقدم ہے اور عمل مؤخر ہے۔ ایمان کا تعلق قلب سے ہے عمل سے نہیں ہے۔ ایمان ہونے کے بعد انسان بدعمل رہ سکتا ہے اور اس پر کوئی سزا نہیں ہوگی۔ اس وقت کے بعض علماء نے اس فرقہ کو خوارج کا حصہ قرار دیا۔ ممکن ہے ابتداء میں خوارج نے بھی یہی فلسفہ اپنایا ہو۔ بعض مخالفین نے امام ابوحنیفہ رح پر اس فرقہ سے ہونے کا الزام لگایا۔ یہ فرقہ فرہد بن معاویہ کے عہد میں ۶۲ھ میں منظّم ہوا۔ ان کے عقائد سے اس وقت کا حکمران مطمئن تھا۔ اسے اس کی وجہ سے تقویت پہنچتی تھی اور وہ ان کا دفاع کرتا تھا۔ اس نے اس

فرقہ کی خوب سرپرستی کی۔ ان کے عقائد یہ تھے کہ ایمان کا تعلق عمل سے نہیں دل سے ہے۔ حکمران زانی شرابی فاسق و فاجر ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت فرض ہے۔ جس شخص نے ایک مرتبہ زبان سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے۔ بے عمل مسلمان پر بھی دوزخ حرام ہے۔ ایمان محض ایک قول ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہوتا ہے اس میں شریعت کا کوئی دخل نہیں۔ قول صرف توحید کے اقرار کا نام ہے۔ ایمان کا تعلق سب کے لئے برابر ہے۔ فرشتوں، جنوں، پیغمبروں، رسولوں اور عام انسانوں کا ایمان ایک ہی نوعیت کا ہوتا ہے۔ زبان کا اقرار عمل صالحہ سے افضل ہے۔ گناہ کا کوئی علیحدہ وجود نہیں یہ سب انسانی افعال ہیں جن پر سزا و جزاء نہیں ہو سکتی۔ انسان کو یہ تمیز ہی نہیں کہ کون سا فعل گناہ ہے اور کون سا ثواب۔ یہ تمیز قرآن وحدیث سے قائم نہیں کی جا سکتی بلکہ عقل انسانی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ لہٰذا ایک انسان کسی فعل کو عقل کی بنیاد پر ثواب کہے اور دوسرے کو گناہ دونوں کے پاس دلائل ہوں گے اس لئے فیصلہ ممکن نہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی بھی امام صاحب کے ایسے عقائد نہیں تھے اور نہ کبھی انہوں نے اس کی تبلیغ کی۔ یہ الزام حسد اور بغض کی بنیاد پر لگایا گیا۔

علامہ حافظ عبد البر مالکیؒ تحریر فرماتے ہیں!

”حالانکہ اہل علم میں ایسے لوگ بڑی کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجیہ کہا گیا ہے۔ لیکن جس طرح امام ابو حنیفہؒ کی امامت کی وجہ سے اس میں بُرا پہلو

نمایاں کیا گیا ہے دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا۔ جو لوگ ان سے حسد کرتے تھے وہ ان کی طرف بری بری باتیں منسوب کرتے تھے۔ ان کا دامن ان باتوں سے بالکل پاک تھا حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ: ج ۲ ص ۱۴۸)

امام اعظم ؒ کے مسلک کی وضاحت

ابو مقاتل ؒ کہتے ہیں! میں نے امام ابوحنیفہ ؒ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک لوگ تین طرح کے ہیں۔

۱) انبیاء کرام ۔ جو جنتی ہیں

۲) مشرکین ۔ جن کے متعلق ہماری شہادت جہنمی ہونے کی ہے

۳) مومن ۔

جن کے متعلق ہم توقف اختیار کرتے ہیں۔ ان میں سے نہ تو کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور نہ کسی کے جہنمی ہونے کی۔ ہاں ان کے بارے میں جنت کی امید اور جہنم کا خوف رکھتے ہیں۔ ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہا (ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے اور ان کے لئے مغفرت کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! تحقیق اللہ اس کو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک مانا جائے اور اس سے کبیرہ گناہ شرک

سے کمتر گناہ جس کو چاہے معاف کردے)۔ ان کے بارے میں گناہوں اور غلطیوں کے سبب عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا ہو اگر چہ وہ کتنا ہی روزے رکھنے والا ہو اور عبادت کرنے والا ہو بجز انبیاء کے اور جن لوگوں کو انبیاء نے جنتی کہا۔

(امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت: ص۱۲۲)

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا! گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہوتا۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے اللہ چاہے عدل کے لئے اسے سزا دے یا فضل کرتے ہوئے معاف کردے۔

امام اعظمؒ کے حاسدین

امام اعظمؒ کی اعلیٰ شان اور علم وعمل میں کمال سے ناواقف لوگ اور حسد کرنے والے ان کے خلاف بے بنیاد باتیں کرتے رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جو شان عطا فرمائی ہے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ حاسدین کے زہریلے پروپگنڈے کا آپ کے عالی مقام پر ہلکا سا بھی اثر نہیں ہوا البتہ امام صاحب پر طعن و تشنیع کرنے والا جاہل اپنی ہی عاقبت خراب کرتا ہے۔ ایک مضبوط ترین پہاڑ کو توڑنے کی کوشش میں جو شخص اس کو ٹکریں مارے گا وہ خود ہی اپنا سر پھوڑے گا اس سے پہاڑ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

امام ابوحنیفہؒ کا عمر میں دوسرے آئمہ سے تقابل

جس روز امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی اس روز امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ امام شافعیؒ کی وفات کے وقت امام بخاریؒ کی عمر دس سال تھی، ابوداؤدؒ چھ سال کے تھے، امام ابن ماجہؒ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک سے سب سے زیادہ قریب تر تھے۔ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام مالکؒ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ سے پندرہ (۱۵) سال بڑے تھے۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ سے ستّر (۷۰) سال بڑے تھے۔ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کا دور نہیں پایا۔ امام احمد بن حنبلؒ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد ۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔

(شامی و الخیرات الحسان)

امام بخاریؒ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے، امام ابوداؤدؒ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے، امام نسائیؒ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے، امام ترمذیؒ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے، امام ابن ماجہؒ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ تمام ائمہ مجتہدین اور آئمہ محدثین اصحاب ستہ سے عمر میں سب سے بڑے ہیں اور تابعی ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور تصوف

تصوف کی حقیقت اخلاق کی پاکیزگی، باطن کی اصلاح، اپنا رشتہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط کرنا، دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی فکر اور اپنی زندگی کو زہد و تقویٰ سے آراستہ کر کے برے افعال سے اپنے کو پاک صاف کرنا ہے۔ تمام عبادات میں حسن وسلیقہ پیدا کرنا، منکرات سے نفرت پیدا کرنا، اپنی اندر پاکیزہ صفات پیدا کرنے کو حدیث کے الفاظ میں احسان کہتے ہیں۔ قرون اولیٰ میں تصوف کی اصطلاح رائج نہیں ہوئی تھی لیکن یہ احسان کی شکل میں موجود تھا۔ اس سلسلہ میں مشہور ولی اللہ حضرت ابو القاسم القشیری ؒ اپنی انتہائی مقبول کتاب ''الرسالة القشیریه'' میں تحریر فرماتے ہیں!

''جان لو اللہ تم پر رحم کرے! رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے لئے ان کے زمانے میں کوئی نام بڑی فضیلت والا (صحابی) سوائے صحبتِ رسول ﷺ کے نہیں رکھا گیا۔ کیونکہ اس سے بڑی فضیلت اور کوئی نہیں ہے اس لئے انہیں صحابہ کہا گیا اور جب دوسرے زمانے والوں نے ان کو پایا تو ان لوگوں نے صحابہ کی صحبت اختیار کی تو ان کا نام تابعین رکھا گیا۔ ان کے پاس اس سے بڑھ کر کوئی نام نہیں تھا۔ پھر ان کے بعد والوں کو تبع تابعین کہا گیا۔ پھر مختلف قسم کے لوگ پیدا ہوئے اور ان کے مراتب میں فرق پڑ گیا۔ تب ان خواص لوگوں کو جنھوں نے دین کے کاموں میں زیادہ توجہ دی تو انہیں زاہد اور عابد کہا گیا۔ پھر بدعات ظاہر ہونا

شروع ہوگئیں اور مختلف فرقوں کے داعی بن گئے۔ ہر فرقہ نے دعویٰ کیا کہ ہم زاہد ہیں تب اہل سنت کے خاص لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفسوں کو جوڑنے والے تھے۔ جو اپنے دلوں کو غفلت پیدا ہونے سے بچاتے تھے۔ تمام رائج اصطلاحات کو چھوڑ کر اپنا نام اہل تصوف رکھا اور دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے ان بزرگوں کے لئے یہ نام شہرت پا چکا تھا۔''

(روح تصوف اور ترجمہ الرسالۃ القشیریۃ: ص ۲۷)

تصوف کی حقیقت عہد صحابہ میں موجود تھی لیکن یہ نام نہیں تھا۔ یہ نام سب سے پہلے ۱۵۰ھ میں ابو ہاشم کے لئے استعمال ہوا، ان کو صوفی کہا گیا۔ امام صاحبؒ کے ساتھ تصوف یا صوفی کا لفظ تلاش کرنا ایک غیر ضروری اور بے کار کی محنت ہوگی۔ البتہ امام صاحبؒ کی ساری زندگی تصوف کی حقیقت سے بھری ہوئی ہے۔ تصوف کی اصل ''صفتِ احسان'' امام صاحب کی زندگی میں نمایاں طور ہر دکھائی دیتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا زکریہ صاحبؒ فرماتے ہیں!

موجودہ طریقہ کا تصوف تو صحابہ اور تابعین کے دور میں نہیں تھا البتہ وہاں ہر چیز کی اصل ملتی ہے۔ اس لئے امام صاحبؒ کا سلوک بھی اسی قسم کا تھا اور جو قسم اس زمانے میں رائج تھی سلوک کے اہم اجزاء ورع وخشوع، خوف الٰہی، خلوت، کثرتِ عبادت، ریاضت یہ سب اجزاء امام اعظمؒ کی سوانح میں بکثرت ملتے ہیں۔

امام ربانی محبوب سبحانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ فرماتے ہیں!

شریعت کے تین جزء ہیں۔ علم، عمل، اخلاق

جب تک یہ تینوں چیزیں اچھی طرح سے سمجھ نہ آ جائیں شریعت کی احکامات کا صحیح فہم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے جب شریعت حاصل ہوگی تو رضائے الٰہی حاصل ہوگی اور یہی دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں سے افضل ہے۔

(مکتوب ۳۶ دفتر اول)

بیعت وصحبت

تصوف اور سلوک میں سب سے زیادہ جو بات ضروری ہوتی ہے وہ ہے صحبت۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت حاصل نہ ہو تو سالک تصوف کی منازل نہیں طے کر سکتا۔ یہی صحبت ہی تو ہے جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ کے اعزاز سے سرفراز ہوئے اور یہی اعزاز تابعین کو ملا وو '' والذین اتبعوھم بئاحسان '' بنے۔ اسی صحبت کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ مقام صدیقیت پر فائز ہوئے۔ اسی فیضِ صحبت کی وجہ سے حضرت ابوزر غفاریؓ کو مقامِ جذب وفنا حاصل ہوا۔ غرض یہ کہ صحبت کو تبدیلِ احوال اور تربیتِ اخلاق میں بڑا دخل ہے۔

امام اعظمؒ اسی زمانہ ٔ خیر القرون میں پیدا ہوئے اور اسی میں پلے بڑھے

اور انہی کے درمیان دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کو صحابہ کرامؓ کی ملاقات اور صحبت کا موقع ملا۔ اسی طرح سے تابعین میں جلیل القدر اولیاء کرام سے ملاقاتیں اور صحبتیں تسلسل کے ساتھ حاصل رہیں۔ انہی روحانی صفات سے مزین بزرگ حضرات کی صحبتوں نے امام صاحبؒ کی زندگی کو زہد وتقویٰ اور کثرتِ عبادت اور ریاضت سے منور کر دیا۔

امام جعفر صادقؒ کی صحبت

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ طریقت میں امام جعفر صادقؒ کے خلیفہ اور مجاز ہیں۔ امام صاحب نے سلوک وطریقت کے مراحل امام جعفر صادقؒ سے دو سال میں طے کئے پھر فرمایا!

﴿ لَوْلاَ السَّنَتَانُ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ ﴾

اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا

یعنی اگر میں دو سال تک امام جعفر صادقؒ کی خدمت میں نہ رہتا تو اصلاح باطن سے محروم ہو جاتا۔

امام ابوحنیفہؒ کے عہد میں تصوف ایک فن کی حیثیت سے دیگر علوم اسلامی سے علیحدہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس کی اصطلاحات بھی بعد کی پیداوار ہیں۔ لہٰذا باقاعدہ خلافت واجازت سے نوازنا اس عہد میں نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ شیخ کی صحبت میں رہ کر اصلاح باطن کی طرف توجہ دی جاتی تھی۔ اس لئے امام صاحبؒ نے امام جعفر

صادقؒ سے علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں کا فیض حاصل کیا۔

مفتی ابوالحسن شریف الکوثری نے اپنی کتاب '' امام ابوحنیفہؒ شہیدِ اہل بیت '' میں لکھا ہے کہ مولانا ابوالوفاء افغانی کے ایک شاگرد نے ان سے روایت کہ ہے کہ انہوں نے فرمایا حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ طریقت میں امام جعفر صادقؒ کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ اور پھر داؤد طائیؒ طریقت میں حضرت حبیب عجمیؒ اور امام صاحب کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ امام منادی سمیت صوفیاء کے کئی سوانح نگار مصنفین نے امام صاحب کو تصوف اور سلوک کے بڑے مشائخ میں شمار کیا ہے۔ حضرت داؤد طائیؒ جو کہ امام صاحب کے خاص شاگرد ہیں ان کی شہرت ہی تصوف و سلوک ہے۔ استاد شیخ ابوزہرہؒ نے بھی اپنی کتاب میں امام جعفر صادقؒ کو امام ابوحنیفہؒ کا استاد قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ۔ ایک کامل ولی اللہ

حضرت علی ہجویریؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں! اماموں کے امام، مقتدائے اہل سنت، شرفِ فقہاء، عزت علماء امام ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت مجاہدات و عبادات میں نہاہت ثابت قدم اور اصولِ طریقت میں بڑی شان کے مالک تھے۔ آپؒ اکثر مشائخ کے استاد تھے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ، حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت داؤد طائیؒ، اور حضرت بشر حافیؒ جیسے اکابر اولیاء کرام نے آپؒ سے فیض حاصل کیا۔

مقدمہ درمختار میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالقاسم قشیری شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ میرے استاد ابوعلی دقاق ؒ کا ارشاد ہے! میں نے طریقت کو ابوالقاسم نصر سے حاصل کیا۔ انہوں نے سری سقطی ؒ سے انہوں نے معروف کرخی ؒ سے، انہوں نے داؤد طائی ؒ سے اور انہوں نے علم اور طریقت کو امام ابوحنیفہ ؒ سے حاصل کیا۔

امام ابوحنیفہ ؒ ایک بلند پایہ محدث تھے اور طریقت و تصوف کے میدان کے مجاہد تھے۔ لیکن آپ ؒ نے روایت حدیث اور سلوک و طریقت کی ظاہری ترویج کے بجائے فقہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ آپ نے اپنی ساری زندگی امتِ مسلمہ کی بھلائی کی خاطر وقف کر دی اور فقہ حنفی کی صورت میں امت کو اسلامی قوانین کا مجموعہ عطا کیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ نصر اللہ شیرازی مہاجر مکی ؒ کو فرماتے سنا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جو معارف اور حقائق حضرت بایزید بسطامی ؒ اور حضرت جنید بغدادی ؒ کو حاصل وہ امام ابوحنیفہ ؒ اور امام شافعی ؒ کو بھی حاصل تھے۔ شریعت اور اس کے احکام کا علم اس کے علاوہ ہے۔ فقہ کے امام فقہ اور تصوف دونوں کے جامع تھے۔ اسی طرح تصوف کے امام بھی دونوں کے جامع تھے فرق صرف غالب و مغلوب کا تھا۔ یعنی ائمہ فقہ پر فقہ کا اور ائمہ تصوف پر تصوف کا غلبہ تھا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں! ابتدائے تعلیم میں مجھے شافعی مذہب اختیار کرنے کا خیال آیا تو میں نے اپنے مرشد شیخ عبدالوہاب متقی ؒ سے عرض

کیا۔ انہوں نے فرمایا! ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ حق امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے۔ میں نے پوچھا! آپ یہ بات دلائل کی بنیاد پر کہتے ہیں یا کشف اور مشاہدہ کی بنا پر؟ تو انہوں نے فرمایا! ہم اسی طرح محسوس کرتے ہیں۔

(تعارف فقہ وتصوف ص ۲۳۱)

امام ربانی مجدد الف الثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا ارشاد مبارک ہے!

"کشف کی نظر میں مذہب حنفی دریا کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔"

شریک نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ کی طویل خاموشی، دائمی فکر، لوگوں سے کم کلام کرنا، علم باطن اور دین کے اہم امور میں مشغولیت فکر باطن کی واضح علامات ہیں۔ ان کی خاموشی کو زہد کا نام دیا گیا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ علم الطریقت کے بھی امام ہیں:

درمختار شامیؒ میں ہے، حضرت ابوالقاسم قیشریؒ اپنے رسالہ میں باوجود اپنے مذہب (شافعی) میں سخت ہونے کے اور طریقت میں پیش پیش ہونے کے فرماتے ہیں۔ میں نے استاذ ابوعلی الدقاقؒ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے میں نے طریقت کو حاصل کیا ہے حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ سے اور ابوالقاسمؒ فرماتے تھے کہ میں نے اس کو حضرت شبلیؒ سے حاصل کیا ہے۔ انہوں نے حضرت سری سقطیؒ سے اور انہوں نے حضرت معروف کرخیؒ سے اور انہوں نے حضرت داؤد طائیؒ سے

اورانہوں نے علم شریعت وطریقت دونوں اخذ کئے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے۔

امام ابوحنیفہؒ صرف محدث اور فقیہہ ہی نہ تھے بلکہ تصوف اور تزکیہ نفس کے بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کے روحانی خلفاء میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ، حضرت داؤد طائیؒ، حضرت ابوحامد لفافؒ، حضرت شفیق بلخیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت فضیل بن عیاضؒ، حضرت خلف بن ایوبؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت وکیع بن جراحؒ، اور حضرت ابوبکر وراقؒ جیسے اولیاء کرام شامل ہیں۔

(درمختار علی ھامش ردالمختار: ج ۱ ص ۴۰)

حضرت فریدالدین عطارؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تذکرۃ الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہیں!

عارف، عامل، صوفی، فقیہہ، محدث، عالم دنیا ابوحنیفہؒ کوفی کے ریاضات ومجاہدات اوران کے مشاہدات کی انتہا نہ تھی۔ شریعت اور طریقت میں گہری نظر رکھتے تھے۔ باطن صاحبِ بصیرت تھے۔ امام جعفر صادقؒ کے مرید خاص اور فیضیاب تھے۔ ابوحنیفہؒ کے مرید فضیل بن عیاضؒ، ابراہیم بن ادھمؒ، بشر حافیؒ، اور داؤد طائیؒ جیسے اقطاب تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء: ص ۱۸)

امام صاحبؒ کے شاگرد صوفیاء کرامؒ

امام صاحبؒ طریقت اور تصوف میں بھی اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ فقہ و حدیث کی طرح وہ اس میدان کے بھی شہباز تھے۔ اس فن میں امام صاحبؒ کی عظمتِ شان کا اندازہ ان تلامذہ سے لگایا جا سکتا ہے جنہوں نے تصوف کی دنیا میں شہرت کی بلندیوں کو چھوا ہے۔ امام صاحب کے صوفیاء تلامذہ کا مقام و مرتبہ اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت و محبت دیکھ کر امام صاحبؒ کی رفعتوں اور بلندیوں کا اعتراف کیا جا سکتا ہے۔ چند مشہور تلامذہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے!

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ

آپ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ آپ تقویٰ اور پرہیز گاری کے بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اپنی روزی کو پاکیزہ بنا لو پھر کوئی مضائقہ نہیں کہ تم رات کو تہجد نہ پڑھو اور دن میں نفلی روزے نہ رکھو۔ آپ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! اپنی معصیت کی ذلت سے اپنی طاعت کی طرف پہنچا دے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے کسی نے کہا کہ گوشت مہنگا ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے سستا کر دو یعنی مت خریدو۔ اور فرمایا! جب کوئی چیز مہنگی ہو جاتی ہے تو میں اسے ترک کر دیتا ہوں اس طرح وہ مہنگی ہونے کے باوجود سب سے سستی ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ طواف کے دوران انہوں نے ایک شخص سے فرمایا! خوب سمجھ لو کہ تمہیں صالحین کا درجہ نصیب نہیں ہوسکتا جب تک تم چھ گھاٹیاں نہ طے کرلو۔

۱) اپنے اوپر عیش وعشرت کا دروازہ بند کردو اور مشقت کا دروازہ کھول لو۔

۲) عزت کا دروازہ بند کر کے ذلت کا دروازہ کھول لو۔

۳) راحت کا دروازہ بند کر کے محنت کا دروازہ کھول لو۔

۴) نیند کا دروازہ بند کر کے شب بیداری کا دروازہ کھول لو۔

۵) غناء کا دروازہ بند کر کے فقر کا دروازہ کھول لو۔

۶) امیدوں کا دروازہ بند کرلو اور موت کی تیاری کا دروازہ کھول لو۔

(روح تصوف:ص ۲۸)

حضرت داؤد طائیؒ

آپ کا شمار کبار مشائخ اور اہل تصوف کے بلند مقام لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپ امام اعظمؒ کے شاگرد اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے ہم عصروں میں تھے۔ شریعت وطریقت کا علم آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے سیکھا۔ آپ دوسرے علوم وفنون سے بھی واقف تھے۔ فقہ میں فقیہوں کے استاد اور راہنما تھے۔ آپ نے گوشہ نشینی اختیار کی ہوئی تھی، دنیاوی جاہ وحشم سے کنارا کش تھے۔ آپ نے زہد وتقویٰ اختیار کیا ہوا تھا۔ حضرت معروف کرخیؒ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں

نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو داؤد طائیؒ کی طرح دنیا کو بالکل بے وقعت اور بے قیمت سمجھتا ہو۔ ان کے نزدیک تمام دنیا مچھر کے پَر کے برابر بھی قدر و قیمت نہیں رکھتی تھی۔ فقہ اور حدیث کے امام حضرت محارب بن دثارؒ فرماتے ہیں کہ اگر داؤدؒ اگلے زمانے میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کا قصہ بیان کرتا۔ حضرت داؤد طائیؒ کا انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا۔ (شامی، ابن عابدین، ردالمختار: ۱/۱۵۴)

حضرت فضیل بن عیاضؒ

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا شمار تصوف کے جید بزرگوں میں ہوتا ہے۔ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ قاضی شریک بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ ہر قوم میں ان کے زمانے میں ایک حجت ہوتا ہے، فضیل بن عیاضؒ اپنے زمانے کے لئے حجت ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے کہ حجاز میں حضرت فضیل بن عیاضؒ اور ان کے بیٹے علی بن فضیلؒ کے علاوہ کوئی ابدال نہیں ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ جوانی میں ڈاکو تھے اور لوگوں کو لوٹا کرتے تھے۔ لیکن ایک واقعہ نے ان کی دنیا بدل دی اور وہ نیکی کی طرف مائل ہو گئے۔ یہاں تک کہ اگر قافلہ میں کوئی عورت ہوتی تو آپ اس کے قریب تک نہیں جاتے تھے۔ برائی کے زمانے کا جن لوگوں کا مال آپ کے پاس تھا آپ نے ان سب کو واپس کر دیا اور مکہ مکرمہ چلے گئے۔ آپ وہاں کچھ عرصہ رہے پھر آپ کوفہ چلے گئے اور امام اعظمؒ

سے ملاقات کی اور پھر ان کی خدمت میں ہی ہو رہے۔ بہت عرصہ تک ان سے شریعت اور طریقت کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تصوف سے متعلق آپ کے بے حد قیمتی اقوال ہیں۔ ان کا ایک قول ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جو غیر اللہ سے ڈرے اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔

(سیر اعلام النبلاء ترجمہ فضیل بن عیاضؒ: ۳۹۵/۷)

حضرت بشر حافیؒ

حضرت بشر حافی بن حارثؒ کا تصوف میں بہت بلند مقام ہے۔ آپ نے بہت سخت مجاہدات کئے۔ فضیل بن عیاضؒ کے دوستوں میں شامل تھے۔ آپ کا اصل وطن مرو تھا لیکن آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ۲۲۷ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی توبہ کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ آپ ایک شرابی انسان تھے۔ ایک دن آپ شراب خانے سے گھر جا رہے تھے کہ راستہ میں زمین پر ایک کاغذ کا ٹکڑا پیروں میں آ رہا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ اس پر "**بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**" لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اسے اٹھا لیا آپ کے پاس ایک درہم تھا آپ نے اس سے عطر خریدا اور اس کاغذ کے ٹکڑے کو خوشبو سے معطر کیا اور دیوار کے ایک شگاف میں اونچی جگہ رکھ دیا۔

اسی رات ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ جاؤ بشر حافیؒ سے کہہ دو کہ تم نے میرے نام کو معطر کیا اور اس کی تعظیم کی اور اسے بلند جگہ

پر رکھا ہم بھی تجھ کو پاک کر دیں گے اور دنیا اور آخرت میں تجھے بزرگی عطا فرمائیں گے اور بلند مقام عطا کریں گے۔ ان بزرگ نے دل میں سوچا کہ بشر تو ایک شرابی اور فاسق ہے۔ شاید میں نے خواب غلط دیکھا ہے چنانچہ انہوں نے وضو کیا اور نفل پڑھے اور پھر سو گئے۔ دوسری بار پھر انہوں نے پھر وہی خواب دیکھا اس طرح تین مرتبہ یہی خواب نظر آیا۔ یہی آواز سنی کہ ہمارا پیغام بشر ہی کے لئے ہے۔ جاؤ اسے ہمارا پیغام پہنچا دو۔

صبح ہوئی تو وہ بزرگ بشر حافیؒ کی تلاش میں نکلے۔ ان کو پتہ چلا کہ وہ شراب کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ یہ وہیں پہنچے اور ان کو آواز دی۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ شراب کے نشہ میں بے ہوش پڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگ کسی طرح سے جا کر یہ بات سنا دو کہ تمہارے نام ایک ضروری پیغام آیا ہے اور پیغام لانے والا باہر کھڑا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اندر گئے اور بشر حافیؒ سے کہا کہ اٹھو باہر چلو تمہارے نام کوئی پیغام لایا ہے۔ بشر حافی نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ وہ کس کا پیغام لائے ہیں۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں۔ انہوں نے سوچا کیا خبر میرے لئے پیغام عتاب آیا ہے یا عذاب! وہ باہر آ گئے اور پیغام سنا۔ پیغام سن کر ان کی حالت بدل گئی اور انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ ہر گناہ و برائی سے تائب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ گئے اور اس بلند مقام پر جا پہنچے کہ مشاہدہ حق کے مشاہدے سے زمین پر ننگے پاؤں رہنے لگے۔ جوتا پہننا چھوڑ دیا۔ اسی لئے آپ حافی کے نام سے مشہور ہوئے۔ " حافی " ننگے پاؤں والے کو کہتے ہیں۔

لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ جوتا کیوں نہیں پہنتے تو فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا ہے۔ پس بادشاہ کے بچھائے ہوئے بچھونے پر جوتی پہن کر جانا بے ادبی ہے۔

(مرأۃ الاسراء ، تذکرۃ الاولیاء)

امام اعظمؒ کے کشف و کرامات

امام ابو یوسفؒ غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کو پڑھنے کا شوق تھا اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ان کی والدہ ان کو درس سے اٹھا کر لے جاتی تھیں تا کہ کچھ کما کر لائیں۔ ایک دن امام صاحبؒ نے ان کی والدہ سے فرمایا! تم اسے علم سیکھنے دو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن یہ روغنِ پستہ کے ساتھ فالودہ کھائے گا۔ (یہ اس زمانہ کی سن سے مہنگی ڈش ہوا کرتی تھی) یہ سن کر امام ابو یوسفؒ کی والدہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ ایک مدت بعد جس امام ابو یوسفؒ تعلیم سے فارغ ہو گئے اور خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں قاضی القضاء کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ وہ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ دربار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بادشاہ کے دسترخوان پر فالودہ پیش ہوا۔ خلیفہ نے وہ امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا! فالودہ اور روغنِ پستہ۔ یہ سن کر امام ابو یوسفؒ ہنس پڑے۔ خلیفہ نے ان کے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا۔ خلیفہ نے کہا! علم دین و دنیا میں عزت دیتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحمت فرمائے، وہ باطن کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھ لیتے تھے جو ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتا۔

(تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۲۴۵)

حدیث مبارک میں آتا ہے!

''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔''

امام ابوحنیفہؒ نے ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ سے فرمایا کہ تم عبادت کے ہی ہو رہو گے۔ امام ابو یوسفؒ سے فرمایا کہ تم دنیا کی طرف مائل ہو گے یعنی دنیاوی منصب قبول کرو گے اور مال دار ہو جاؤ گے۔ جو بات امام صاحب نے اپنی فراست سے کہی تھی ویسا ہی ہوا۔

بنوامیہ کے خلاف حضرت زید بن علی ؒ کا خروج

بنوامیہ کی حکومت کے خلیفہ ہشام بن عبدالملک (متوفی ۱۲۵ھ) نے بعض خلافِ شریعت پالیسیاں اپنانی شروع کردیں تھیں۔ ان کے خلاف خاندانِ رسول ﷺ کے اہم فرد حضرت زید بن علی ؒ جو امام زید العابدین ؒ کے بیٹے تھے خروج کا اور ان کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کردیا۔ یہ سن ۱۲۱ھ کا زمانہ تھا۔ لیکن اس جنگ کے دوران روافض جو اپنے آپ کو شیعانِ علی ؓ کہلواتے تھے نے حسبِ عادت ان سے بے وفائی کی اور عین موقع پر محض اس لئے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ حضرت زید ؒ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ پر تبرّا کرنے کا مطالبہ مسترد کردیا تھا۔ حضرت زید ؒ کی یہ تحریک روافض کی بے وفائی کی وجہ سے ناکام ہوگئی اور حضرت زید ؒ اپنے مختصر جانثاروں کے ساتھ امویوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (البدایہ والنہایہ: ۶/۴۷۷۔۴۷۹)

(بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب: ۹/۴۰۳۷۔ ۴۰۴۰)

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ نے اگرچہ حضرت زید ؒ کی تحریک میں عملاً حصہ نہیں لیا لیکن ان کے اس اقدام کی تائید ضرور کی اور خود ان کو خلافت کا حقدار قرار دیا۔ بلکہ یہاں تک منقول ہے کہ امام صاحب نے حضرت زید ؒ کے اس قدم کو بدر کی جنگ سے تشبیح دی۔

امام صاحب نے اس تحریک کی تائید کرنے کے باوجود اس میں عملی حصہ نہیں لیا۔ اس بارے میں امام حافظ الدین کردریؒ لکھتے ہیں!

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ لوگ حضرت زیدؒ کے ساتھ اس طرح دھوکہ نہیں کریں گے جس طرح ان لوگوں نے ان کے والد حضرت حسینؑ کے ساتھ کیا تھا تو میں ضرور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتا۔ کیونکہ وہ امام برحق ہیں البتہ میں ان کی مالی امداد ضرور کروں گا۔ چنانچہ آپ نے ان کی خدمت میں دس ہزار درہم بھیج دئے اور قاصد کو کہہ دیا کہ حضرت زیدؒ کو میری طرف سے اس تحریک میں عدم شرکت پر معذرت کر دینا۔" اس تحریک میں شرکت نہ کرنے کی ایک اور وجہ بھی تھی جس کو شیخ ابی زہرہؒ نے اس طرح بیان کیا ہے!

"میرے پاس موجود لوگوں کی امانتوں نے حضرت زیدؒ کے ساتھ جہاد میں شرکت سے روک دیا ہے ورنہ میں ضرور اس میں عملی طور پر شرکت کرتا۔ میں نے یہ امانتیں قاضی کوفہ ابن ابی لیلیٰ کے سپرد کرنا چاہیں لیکن انہوں نے یہ ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا۔ مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس حالت میں میری موت نہ آ جائے اور مین لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد نہ کر سکوں۔ امام صاحبؒ جب بھی حضرت زیدؒ کے خروج کا ذکر کرتے تو رو پڑتے تھے۔

(مناقب ابی حنیفہؒ: ص ۲۲۷ للکردریؒ)

اموی گورنر ابن ہبیرہ کی عہدے کی پیشکش اور امام صاحبؒ کا انکار

علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی ہیثمی شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں!

بنوامیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد الحمار نے یزید بن عمرو بن ہبیرہ کو عراق کا گورنر بنایا۔ اس وقت عراق میں بنومروان کی خلاف بغاوت اٹھی۔ ابن ہبیرہ نے عراق کے حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے عراق کے مشہور فقہاء ابن ابی لیلیٰؒ، ابن شبرمہؒ، داؤد بن ابی ہندؒ وغیرہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کو ایک ایک عہدہ سپرد کیا۔ اسی طرح اس نے ۱۳۰ھ میں ربیع کو بھیج کر امام ابوحنیفہؒ کو بلوایا کہ آپ کو خاتم یعنی سرکاری مہر کا ذمہ دار بنانا چاہا تاکہ کوئی سرکاری حکم آپ کی مہر سے بغیر جاری نہ ہو اور نہ بیت المال سے کوئی چیز آپ کی اجازت کے بغیر نکل سکے۔ امام صاحبؒ نے انکار کر دیا۔

عقود الجمان میں علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ان علماء میں ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، اور داؤد بن ابی ہند شامل تھے جن کو عہدے دئے گئے۔ ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس مہر دے کر قاصد بھیجا کہ آپ کو خزانے کا نگران مقرر کیا جاتا ہے اور یہ مہر اپنے پاس رکھیں اور کوئی حکم بغیر مہر کے نہ ہو۔ آپ نے عہدہ لینے اور اس کی مہر رکھنے سے انکار کر دیا۔ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی کہ اگر ابوحنیفہ انکار کریں گے تو ان کو کوڑے لگواؤں گا۔ علماء نے امام صاحب سے کہا کہ ہم بھی مجبوراً حکومت میں شامل ہوئے ہیں تم بھی اسی طرح کرو اور اپنے نفس پر رحم کرو۔ قاضی صیمری نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے قسم کھائی کہ انہوں نے عہدہ نہ قبول کیا تو وہ آپ کے سر پر

کوڑے لگوائے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے قسم کھائی کہ میں اس کام کو قبول نہیں کروں گا۔ ابن ہبیرہ نے کہا کہ یہ میری قسم کے مقابلہ میں قسم کھاتے ہیں میں انہیں اس وقت تک پٹواؤں گا کہ یہ عہدہ قبول کر لیں یا مر جائیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اخروی عذاب کے مقابلہ میں دنیوی عذاب مجھے قبول ہے۔ چنانچہ آپ کے سر پر بیس کوڑے مارے گئے۔ امام صاحب نے ابن ہبیرہ سے کہا! تم یاد رکھو کہ تم کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا اور وہ کھڑا ہونا میرے اس کھڑے ہونے سے زیادہ ذلت کا کھڑا ہونا ہوگا، اللہ تم سے پوچھے گا۔ یہ سن کے ابن ہبیرہ نے جلاد کو رک جانے کا اشارہ کیا اور آپ کو قید خانہ بھیجنے کا حکم دیا۔ رات کو ابن ہبیرہ کو رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ ابن ہبیرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میری امت کے ایک شخص کو بغیر جرم کے مارتا ہے اور اس کو دھمکاتا ہے۔ اس کے بعد ابن ہبیرہ ڈر گیا اور آپ کو آزاد کر دیا۔ اس طرح امام صاحب کی قسم پوری ہوئی۔

عقود الجمان میں ایک اور روایت ہے کہ امام صاحب کو دس دن تک دس دس کوڑے لگائے جاتے تھے۔ جب امام احمد بن حنبل ؒ کو کوڑے لگے تو وہ امام اعظم ؒ کے کوڑوں کو یاد کر کے رویا کرتے تھے اور آپ کے لئے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور نفس الزکیہ کا خروج

۱۴۵ھ میں نفس الزکیہ میں مدینہ میں عباسی خلیفہ المنصور کے خلاف بغاوت کردی۔ نفس ذکیہؒ کا پورا نام محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی المرتضیٰؑ تھا۔ اہل خراساں اور وہاں کے دوسرے شہروں کے لوگ ان کی حمایت کے لئے بالکل تیار تھے لیکن دور دراز کے علاقوں میں رہنے کی وجہ سے ٹھیک طرح سے مدد نہ کر سکے۔ لیکن امام صاحب کے لئے ان کے دلوں میں بہت محبت تھی۔

نفس ذکیہؒ ایک بہت بڑی جماعت لے کر منصور کی فوج سے ٹکرائے لیکن بدقسمتی سے ان کو میدانِ جنگ میں شکست ہوئی اور وہ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ نفس ذکیہؒ کی شہادت کے بعد ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں منصور کے خلاف بغاوت کردی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی فوج اکٹھی کر لی۔ انہوں نے کئی شہروں میں حملہ کر کے ان پر قبضہ کرلیا ان میں بصرہ، اہواز، فارس اور مدائن شامل تھے۔ یہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر کوفہ پر حملہ اور ہوئے اور بہت قریب تھا کہ عباسی خلیفہ منصور کو شکست ہو جاتی۔ لیکن ابراہیمؒ کی فوج میں بدانتظامی کی وجہ سے یہ فتح شکست میں بدل گئی اور ابراہیمؒ عباسی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (تاریخ خلیفۃ بن خیاط: ص ۲۷۷۔۲۷۶)

ابراہیمؒ کے اس خروج میں بڑے بڑے علماء نے ان کا ساتھ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی کھل کر ان کی حمایت کی۔

امام مالک ؒ اور علوی تحریک

امام مالک ؒ نے نفس الزکیہ کی حمایت میں عباسی حکومت کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ تاریخ ابن جریر میں بیان کیا گیا ہے کہ جب محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی المرتضیٰ ؑ (نفس الزکیہ) کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا فتویٰ دیا تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم نے منصور کی خلافت پر بیعت کر لی ہے۔

امام مالک ؒ نے جواب دیا کہ مجبوری کی حالت میں بیعت جائز ہے۔ ان کے کہنے پر لوگوں نے نفس الزکیہ کی بیعت کر لی اور امام صاحب نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ عباسی فوج سے ان کا مقابلہ ہوا اور نفس الزکیہ شہید ہو گئے۔ ان کے بھائی ابراہیم نے عراق پر حملہ کر دیا تھا اور کچھ شہروں پر قبضہ کر لیا تھا لیکن وہ بھی شہید ہو گئے تھے۔ محمد نفس الزکیہ کی حمایت کا فتویٰ دینے پر عباسی خلیفہ نے امام مالک ؒ کو کوڑوں کی سزا دی۔ امام اعظم ابو حنیفہ ؒ کا جرم اس سے بڑا تھا کیونکہ آپ اپنے درس میں ان کی حمایت کے لئے علی الاعلان آواز بلند کرتے تھے۔ ان کی نصیحت سے متاثر ہو کر منصور کے ایک فوجی جرنیل حسن بن قحطبہ نے نفس الزکیہ کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔

عباسی حکومت کا سپہ سالار حسن بن قحطبہ امام ابو حنیفہ ؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ میرے حالات جیسے بھی ہیں لیکن پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر میں توبہ کر لوں تو میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ اگر تمہیں اپنے کئے پر شرمندگی کا احساس ہو گیا ہے تو

اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے گا۔ لیکن تمہاری یہ حالت ہونی چاہئے کہ اگر تمہیں اختیار دیا جائے کہ ایک مسلمان کو قتل کرو یا خود قتل ہو جاؤ تو تم خود قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرو کہ زندگی بھر جو بُرے کام کئے ہیں اب زندگی میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ اگر یہ عہد تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکا رہا تو یہ وعدہ اور عزم تمہاری توبہ ہے۔

حسن بن قحطبہ نے آپ کی بات سن کر عہد کر لیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد کسی مسلمان کے قتل کا ارتکاب نہیں کروں گا۔

جب ابراہیم بن عبداللہ الحسینی علوی نے جب عباسی حکومت کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا تو منصور نے حسن بن قحطبہ تو اپنے دربار میں بلایا اور ابراہیم کو ختم کر دینے کا حکم دیا۔ حسب بادشاہ کی بات سن کر امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو خلیفہ کے ارادوں سے باخبر کیا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا! حسن یہ تمہارے امتحان کا وقت ہے اگر تم اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے پر پورے اترے تو بے شک تمہاری توبہ قبول ہو جائے گی لیکن اگر تم اپنے وعدے سے پھر گئے تو تم اپنے اگلے پچھلے گناہوں کی سزا سے نہیں بچ سکتے۔

اس کے بعد حسن نے دوبارہ توبہ کی اور اپنے دل میں پکا عہد کر کے خلیفہ منصور کے دربار میں چلا گیا۔ اس کو معلوم تھا کہ اب زندہ واپس آنا مشکل ہے۔

حسن نے بادشاہ سے کہا!

" امیر المومنین! جو کام آپ نے میرے سپرد کیا ہے، میں اس کے کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ آپ کی فرماں برداری کر کے میں نے اللہ کی اطاعت کی تو میں اپنا بہت سا حصہ لے چکا لیکن آپ کی اطاعت کر کے میں معصیت کا ارتکاب نہیں کر سکتا کیونکہ معصیت کا میرے پاس بہت سا ذخیرہ ہے۔"

حسن بن قحطبہ کی بات سن کر منصور طیش میں آ گیا۔ یہ دیکھ کر حسن کے بھائی حمید بن قحطبہ نے بادشاہ سے کہا! امیر المومنین! ایک سال سے اس کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے کسی نے اسے بہکا دیا ہو۔ میں اس کام کو سرانجام دوں گا اور اس سے بہتر انجام دوں گا۔ بادشاہ نے ان دونوں کو جانے دیا۔ ان کے جانے کے بعد بادشاہ نے درباریوں سے پوچھا کہ آج کل حسن کا کس عالم کے پاس آنا جانا ہے؟ درباریوں نے بتایا کہ حسن بن قحطبہ کا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس آنا جانا رہتا ہے۔

امام صاحب علویوں سے محبت رکھتے تھے اور عباسیوں کی غلطیوں پر تنقید کرتے تھے۔ امام صاحبؒ کے زیدؒ بن حسن بن علی مرتضیٰؑ سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ امام جعفر صادقؒ سے گہرا تعلق تھا ان کے والد محمد باقرؒ سے پیار و محبت کا بہت مضبوط تعلق تھا۔ ان کی مشکلات دیکھ کر آپ بے چین ہو جاتے تھے۔

امام اعظمؒ کی سیاسی آزمائش

عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور یہ جانتا تھا کہ امام اعظمؒ کی کیا سوچ ہے۔ امام صاحب کا قیام کوفہ میں تھا۔ منصور ان سے نفس ذکیہؒ اور ابراہیم بن عبداللہؒ کی حمایت کرنے کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس نے ان کی وفاداری کا امتحان لینا چاہا۔ اور اس بارے میں سوچنے لگا کہ کس طرح ان کو پرکھا جائے۔ لوگوں کے اندامام صاحبؒ کا ایک مقام تھا اور ان کا حلقۂ احباب دور دراز تک پھیلا ہوا تھا اس لئے وہ براہ راست آپ سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ ڈرتا تھا کہ ان کے اثر و رسوخ کی وجہ سے اس کی حکومت کو کوئی خطرہ نہ ہو جائے۔ وہ کوئی ایسا حربہ استعمال کرنا چاہتا تھا جس سے وہ امام صاحب کو اپنے جال میں پھنسا دے۔

جلد ہی اسے ایک موقع ہاتھ آ گیا کہ بغداد کا نیا شہر دارالحکومت کے لئے تعمیر ہونا شروع ہوا۔ منصور نے امام صاحب کو قاضی القضاۃ کے عہدے کی پیش کش کی جس کو امام صاحب نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے مختلف طریقوں سے ان کو ترغیبات دیں لیکن وہ امام صاحب کو قائل کرنے میں ناکام رہا۔ منصور ہر حالت میں امام صاحب کو اپنے درباریوں میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر امام صاحب نے منصور کی قسم توڑنے کے لئے شہر کی تعمیر کے لئے اینٹوں کی گنتی اور مزدوروں کی نگرانی کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ خندقیں کھودنے اور شہر کی چاردیواری بننے کے بعد امام صاحب اپنے فرض سے بری الذمہ ہو گئے۔

منصور نے امام صاحب کو پھنسانے کا جو منصوبہ بنایا تھا امام صاحب نے یہ کام کر کے اسے ناکام بنا دیا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب علوی سرداروں کو جیل میں قید کیا ہوا تھا اور ان کے مال اور جاگیریں ضبط کر لی گئیں تھیں۔ امام صاحب نے یہ کام اپنے ذمہ لے کر منصور کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی کوشش کی تھی لیکن منصور کسی نہ کسی بہانے آپ کو الجھائے رکھنا چاہتا تھا۔

منصور امام صاحب پر بلا وجہ ظلم کر رہا تھا۔ خلیفہ منصور امام ابوحنیفہؒ کو اہل بیت کی محبت کی سزا دینا چاہتا تھا۔ یہ ظلم نفس الزکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم کی بغاوت کے فوراً بعد شروع نہیں ہو بلکہ تقریباً پانچ سال بعد شروع ہوا۔ کیونکہ ابراہیم کی بغاوت کا واقعہ ۱۴۵ھ میں پیش آیا اور امام اعظمؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن عبداللہ کی بغاوت کے بعد امام ابوحنیفہؒ سیاسی معاملات پر بڑے جوش و خروش سے اعلانیہ گفتگو کرنے لگے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے امام زفرؒ نے کہا کہ جب تک ہماری گردنوں میں پھانسی کی رسیاں نہ ڈال دی جائیں آپ باز نہیں آئیں گے۔ اسی دوران خلیفہ منصور کے وزیر عیسیٰ بن موسیٰ کا پیغام آیا کہ امام ابوحنیفہ کو بغداد بھیج دو۔ امام صاحب کو بغداد لے جایا گیا۔ آپ کو قاضی کے عہدہ کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے آپ کو قید خانہ میں بند کروا دیا۔ وہاں آپ نے پندرہ روز قیام کیا۔

امام اعظمؒ کا حرمین شریفین میں قیام

امام ابوحنیفہؒ عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور کے زمانے تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ خلیفہ منصور کا دور ۱۳۶ھ سے شروع ہوتا ہے۔ امام صاحب ۱۳۰ھ میں مکہ معظّمہ تشریف لے گئے تھے۔

امام اعظمؒ ہر سال حج پر جاتے تھے۔ اس طرح آپ کا حج کے دوران حرمین شریفین میں قیام کی مدت ساڑھے چار سال بنتی ہے۔ اس طرح کل ملا کے آپ کی حرمین میں قیام کی مدت ساڑھے دس سال بنتی ہے۔ امام اعظمؒ حرمین شریفین میں قیام کے دوران احادیث کا سیکھنا اور اپنے درس کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔

ظلم کی انتہا اور آپ کی شہادت

بنو مروان کا ظلم ختم ہوا تو بنو عباس کا ظلم شروع ہو گیا۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور نے امام ابوحنیفہؒ کو بلایا کہ آپ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کر لیں۔ امام صاحب نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے انہیں قید کروا دیا اور حکم دیا کہ ہر روز قید خانے سے نکال کر سرِ عام دس کوڑے مارے جائیں اور بازار میں گھما کر اعلان کیا جائے۔ چنانچہ دس روز تک یہ ظلم آپ نے برداشت کیا۔

علامہ شامی اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھتے ہیں کہ قید خانے میں آپ کو

کھانے پینے میں بہت تکلیف دی جاتی تھی۔ آپ کو کوڑے پڑتے رہتے تھے اور خون بہتا رہتا تھا اور اسی حال میں آپ کو بازار میں پھرایا جاتا تھا۔ دس دن گزر جانے کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگی۔

علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو ایک پیالہ پینے کو دیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ اس میں کیا ہے (یعنی زہر)۔ میں نہیں پیتا۔ چنانچہ آپ کو زبردستی لٹا کر آپ کے حلق میں ڈال دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ خلیفہ منصور کے سامنے ہوا۔ امام صاحب کو موت کا احساس ہو گیا اور آپ سجدہ میں چلے گئے اور اسی حال میں آپ کی وفات ہوئی۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ اتنی شدید تکلیف اور اتنا ظلم صرف اس بات پر نہیں تھا کہ آپ نے قاضی بننے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ اس کی ایک وجہ وہ بھی تھی کہ آپ کے مخالفین نے خلیفہ منصور سے کہا کہ ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی المرتضیٰؒ نے جو بنو عباس کے خلاف بغاوت کی ہے وہ امام ابوحنیفہ نے کروائی تھی۔ آپ نے ان کو سرمایہ فراہم کیا ہے اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا ہے۔ یہ سن کر منصور نے آپ کو بلا کر ظلم کے ساتھ قتل (شہید) کروا دیا۔ یہ واقعہ بروز جمعہ ماہ رجب یا ۱۵/شعبان ۱۵۰ھ میں ہوا۔ نصف شوال کی بھی روایت ہے۔

امام ذہبیؒ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو زہر دیا تھا جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔

(مناقب ابی حنیفہؒ وصاحبیہ: ص۳۰)

امام موفق مکی ؒ اور امام یزید بن محمد ازدی ؒ نے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ نے جب موت کے آثار محسوس کیئے تو آپ فوراً سجدے میں چلے گئے اور اپنی جان آفرین کے حوالے کردی۔

(مناقب ابی حنیفہ للموفق: ص۴۴۲) (تاریخ موصل: ۱/۴۲۵)

تجہیز و تکفین اور تدفین

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی ؒ نے لکھا ہے کہ قید خانے سے پانچ افراد آپ کو اس جگہ پر لائے جہاں آپ کو غسل دیا گیا۔ قاضی بغداد حسن بن عمارہ ؒ نے آپ کو غسل دیا اور ابورجاء عبداللہ بن واقد ہروی نے پانی ڈالا۔ جب قاضی حسن بن عمارہ غسل دے کر فارغ ہوئے تو فرمایا!

اللہ تم پر رحم فرمائے، تیس سال سے افطار نہیں کیا اور چالیس سال سے رات کو کروٹ نہیں لی۔ ہم میں تم سب سے زیادہ فقیہ تھے اور سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ بھلائی کی خصلتوں کو جمع کرنے والے اور جب بھی دفن ہوئے بھلائی اور سنت کے ساتھ ہوئے اور اپنے بعد آنے والوں کو اشکال میں ڈال دیا۔ (یعنی تم جیسا علم اب کسی میں نہیں)

آپ کو غسل دے کے ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اہل بغداد اس کثرت سے جمع ہوئے جن کی گنتی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ بعض نے کہا کہ پچاس ہزار افراد تھے بعض نے کہا کہ اس سے کہیں زیادہ تھے۔ چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی۔ آخری مرتبہ

آپ کے بیٹے حمادؒ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ بیس روز تک آپ کی قبر مبارک پر نماز پڑھی جاتی رہی۔ آپ کی وصیت پر آپؒ کو خیزران قبرستان میں مشرقی جانب دفن کیا گیا کیونکہ وہ زمین غصب کی ہوئی نہیں تھی۔

حافظ جمال الدین مزی نے کتاب ''التہذیب'' میں لکھا ہے کہ امام صاحب کی نماز جنازہ چھ مرتبہ پڑھی گئی اور اور ہجوم کی کثرت کی وجہ سے عصر تک دفن نہیں کیا جا سکا۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپؒ کی وفات قید خانہ میں ہوئی۔ (الخیرات الحسان لابن حجر مکی)

امام ابوحنیفہؒ کے انتقال پر آئمہ مسلمین کی کیفیتِ غم:

ابن عبادہ فرماتے ہیں کہ میں ۱۵۰ھ میں ابن جریجؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ امامِ اعظمؒ کی موت کی خبر آئی۔ آپ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور بیمار پڑ گئے اور فرماتے تھے کہ ہائے افسوس! علم رخصت ہو گیا۔

امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن حجاجؒ کو جب امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو فرمایا! کوفہ سے علم کا نور گل ہو گیا۔ اب کوفہ والے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھیں گے۔ ایک دوسری روایت میں انہوں نے فرمایا کہ کوفہ کا فقہ ان کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنے فضل اور رحمت کا معاملہ فرمائے۔ (الخیرات الحسان: ص ۱۴۷) (الانتقاء: ص ۱۲۶)

جلیل القدر محدث اور مشہور ولی اللہ امام علی بن صالح بن حیؒ نے امام صاحب کی وفات پر فرمایا! عراق کا مفتی چل بسا۔ اہل کوفہ کا سب سے بڑا فقیہ رخصت ہوا۔ (مناقب الائمہ اربعہ:ص ۶۷)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب امام صاحبؒ کی قبر پر حاضر ہوئے تو فرمایا! اے ابوحنیفہؒ! اللہ آپ پر رحم کرے، جب ابراہیم نخعیؒ فوت ہوئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، امام حماد بن ابی سلیمانؒ کا انتقال ہوا تو وہ بھی اپنا جانشین چھوڑ گئے۔ مگر اے ابوحنیفہؒ! آپ نے مرنے کے بعد روئے زمین پر اپنے جیسا کوئی شخص نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔

(مناقب ابی حنیفہؒ للمکی:ص ۴۵۵)

قاضی بغداد امام حسن بن عمارہؒ امام صاحبؒ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے! اے ابوحنیفہؒ! آپ ہمارے لئے گزرے ہوئے لوگوں کے جانشین تھے۔ مگر آپ نے اپنے بعد اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔ اگر لوگ علم میں جو آپ نے ہی ان کو سکھایا ہے آپ کے جانشین ہو جائیں لیکن ان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ ورع اور تقویٰ میں بھی آپ کے جانشین بن سکیں۔ مگر یہ کہ اللہ کی توفیق ان کے شامل حال ہو۔ (الخیرات الحسان:ص ۱۵۰) (عقود الجمان:ص ۳۶۴)

امام اعظمؒ کی اولاد

امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کی اولاد کے بارے میں جو تفصیلات تاریخ اور مناقب کی کتابوں میں ملتی ہیں تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی ایک اولاد ان کے بیٹے امام حمادؒ کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں تھی۔

امام ذہبیؒ تحریر فرماتے ہیں!

امام ابو حنیفہؒ کے بیٹے حماد بن ابی حنیفہؒ بڑے عالم، دیندار، صالح اور اعلیٰ درجے کے پرہیزگار تھے۔ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو ان کے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں تھیں جن کے مالکان کے بارے میں معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ امام حمادؒ ان امانتوں کو حاکم کے پاس لے گئے تاکہ ان کو ان کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ حاکم نے ان سے کہا کہ آپ یہ امانتیں اپنے پاس رہنے دیں کیونکہ آپ اس کے حقدار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان چیزوں کا وزن اور گنتی کر لو اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لو تاکہ میرے والد اس سے بری الذمہ ہو جائیں۔ پھر آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں۔ چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا۔ ان چیزوں کے اتنے زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کا وزن کرنے اور ان کا شمار کرنے میں کئی دن لگے۔ اس دوران امام حمادؒ روپوش ہو گئے اور اس وقت تک ظاہر نہیں ہوئے جب تک قاضی نے یہ امانتیں کسی دوسری امین کے پاس نہ رکھوا دیں۔

امام حمادؒ نے ۱۷۶ھ میں جوانی میں انتقال کیا۔ انہوں نے اپنے والد ماجد اور دیگر محدثین سے احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بیٹے امام اسمٰعیل بن حمادؒ

بہت بڑے عالم بنے اور آپ بصرہ کے قاضی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

امام حماد بن ابوحنیفہؒ کے امام اسمٰعیلؒ کے علاوہ تین اور بیٹے بھی تھے جن کے نام ابوحبانؒ، عثمانؒ اور عمرؒ تھے۔

امام اعظمؒ کا مقبرہ

۴۵۹ھ میں امام صاحبؒ کی قبر پر شرف الملک ابوسعید نے قبہ تعمیر کرایا اسی کے قریب ایک مدرسہ بھی تعمیر کروایا۔ بغداد کا یہ پہلا مدرسہ تھا اسی سال درسِ نظامی قائم ہوا۔

ابوجعفر مسعود بن ابی الحسن عباسی نے آپ کے لئے اشعار کہے:

ترجمہ: دیکھتے نہیں ہو کہ علم مر چکا تھا

لیکن اس کو اس قبر میں پوشیدہ ہستی نے زندہ کیا۔

اسی طرح یہ زمین بھی مر چکی تھی اس کے بعد ابوسعد نے زندہ کیا۔

جب اسمٰعیل بادشاہ بغداد پر قابض ہوا تو رافضیوں نے اس قبہ اور مدرسہ کو بالکل مسمار کر دیا اور اس جگہ کوڑا کرکٹ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ یہی معاملہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مقبرے کے ساتھ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان فتنہ پرور لوگوں سے بغداد کو جلد پاک وصاف کر دیا۔

سنہ ۹۷۴ھ میں سلطان سلیم بن سلیم نے ازسرنو دونوں مزاروں پر قبّے تعمیر کئے جوکہ اب تک باقی ہیں۔ امام صاحب کی قبر دیکھ کر ایک عربی شاعر نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

امام صاحب کی قبر جنتِ خلد کا ایک باغیچہ ہے۔

اس جگہ بہت زیادہ شرافتیں ابلتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے جب تک ستارے منور ہیں۔

(مناقب کردری: ج ۲ ص ۳۳) (امام اعظم ابوحنیفہؒ، مفتی عزیز الرحمٰن: ص ۱۱۷)

حلیہ

امام صاحب نہایت وجیہ اور خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ قد درمیانہ اور رنگت گندمی تھی، بدن چھریرا، ڈیل ڈول جاذب نظر، کشادہ پیشانی، کتابی چہرا، آنکھیں رسیلی، کشادہ سینہ، زلفیں دراز، آواز صاف، بہترین کپڑے پہنتے تھے اور عطریات کا بہت استعمال کرتے تھے۔ خوشبو کی وجہ سے ان کی آمد سے پہلے ہی ان کا پتہ چل جاتا تھا۔ گفتگو نہایت شیریں اور آواز سریلی تھی۔ ان کے دیکھنے والوں نے ان کو حسن الوجہ (خوبصورت چہرے والے)، حسن الثیاب (عمدہ کپڑوں والے)، طیب الریح (بہترین خوشبو والے) حسن المجلس (بہترین ہم نشین)، شدید الکرم (انتہائی سخی)، حسن المواساۃ لاخوانہ (ہمدردی کرنے والے) کہا کرتے تھے۔

جوتے نہایت نفیس پہنتے تھے۔ گھر سے نکلتے وقت جوتوں کا تسمہ درست کر لیتے تھے۔ موزہ بھی استعمال کرتے تھے۔ کئی قسم کی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ جامع مسجد کے حلقہ درس میں لمبی سیاہ ٹوپی پہنتے تھے جو کوفہ کے تاجروں میں رائج تھی۔ ضرورت کے وقت اونی کپڑے استعمال کرتے تھے۔ جمعہ کے دن تہبند اور قمیص پہنتے تھے۔ ایک شاگرد ابو مطیع کے اندازے کے مطابق ان دونوں کی قیمت چار درہم تھی۔ گھر میں عام طور پر چٹائی بچھی رہتی تھی۔

مال کی فراوانی کے باوجود آپ خرچ میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپ کا ماہانہ خرچ دو درہم سے زیادہ نہ تھا۔ آپؒ نے اپنے عمر کے آخری حصہ میں تجارت کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔ آپؒ کی کفالت آپ کے بیٹے حضرت حمادؒ کے سپرد تھی۔ (سیرت ائمہ اربعہ)

علامہ صمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی گفتگو میں تحمل ہوتا تھا، فصیح و بلیغ اور مدلل گفتگو فرماتے تھے۔ عام طور پر کم گو تھے۔ زبان کو فضول گوئی سے محفوظ رکھتے تھے۔ کسی بھی حالت میں تہذیب و سنجیدگی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ آپ کو کبھی کسی کے ساتھ مذاق کرتے نہیں دیکھا گیا اور نہ کبھی قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے دیکھا۔ ہنسی کی بات پر تبسم فرمایا کرتے تھے۔

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمَیْعِ الْخَیْرَاتِ فِي الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات — یا مجیب الدعوات

یا شافی الامراض — یا دافع البلیّات

یا حل المشکلات — یا کافی المھمّات

یا رافع الدرجات — یا ارحم الرّٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سردار اور آقا حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل اور اصحابؓ اور پیغمبروں پر درود بھیج اور اس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف و ہراس اور مصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اور ہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اور ہمیں زندگی میں اور موت کے بعد تمام بھلائیوں سے نوازدے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا

وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ

وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ

غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ

☆☆☆

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)
2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ
3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ
4- سیرتِ امام اعظم ۔ ابوحنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)
5- آئمہ حدیثؒ کے مختصر حالات
6- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
7- نفس کا بیان
8- بشر و شجر
9- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
10- غفلت اور جہالت
11- اخلاقِ مومن
12- نفاق
13- اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
14- تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
15- تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (اور جلد دوم)
16- دجال ۔ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
17- عظیم مسلمان مائیں
18- امتِ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
19- جہاد اور مجاہد
20 سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ
21- خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

English publications of Sikander Naqvi

1- Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)
(According to the Calendar)
2- Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)
3- Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza(RA)
4- HEARTS - In the light of Quran
5- What is Soul (Nafs)
6- Historical Trees of Islam
7- Biographies of Muhadeseen
8- Biograpy of Imam-e-Azam (Hazrat Abu Hanifa ra)
9- Great Women in Islamic History - !
10- Great Women in Islamic History - 2
11- Seerat Saydna Amir Muawiyah (RA)
12- Muslim Protocols
13- Carelessness and Negligance
14- Hypocrisy
15- Dajjal, Imam Mehdi and Hazrat Esa (AS)
16- Tasawwuf
17- Naqshbandia Family
18- Stories of Auliya Karam (ra)
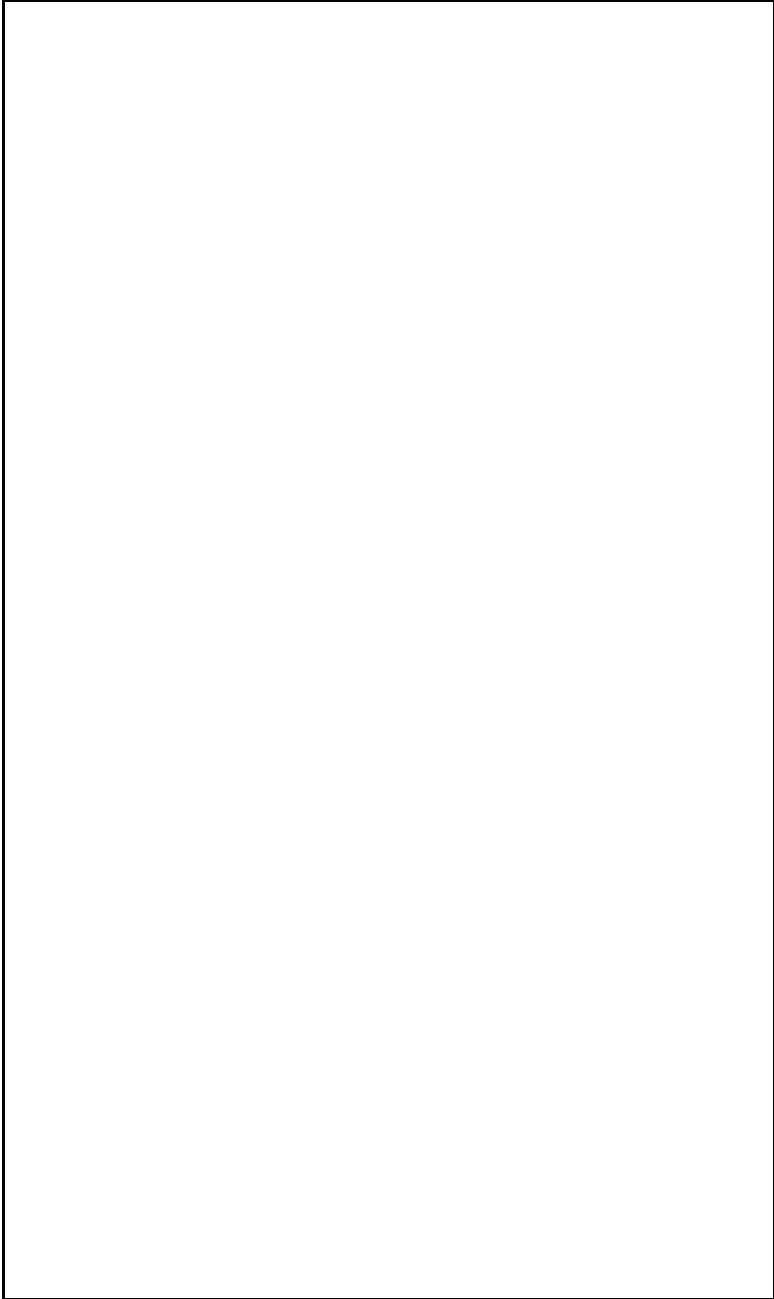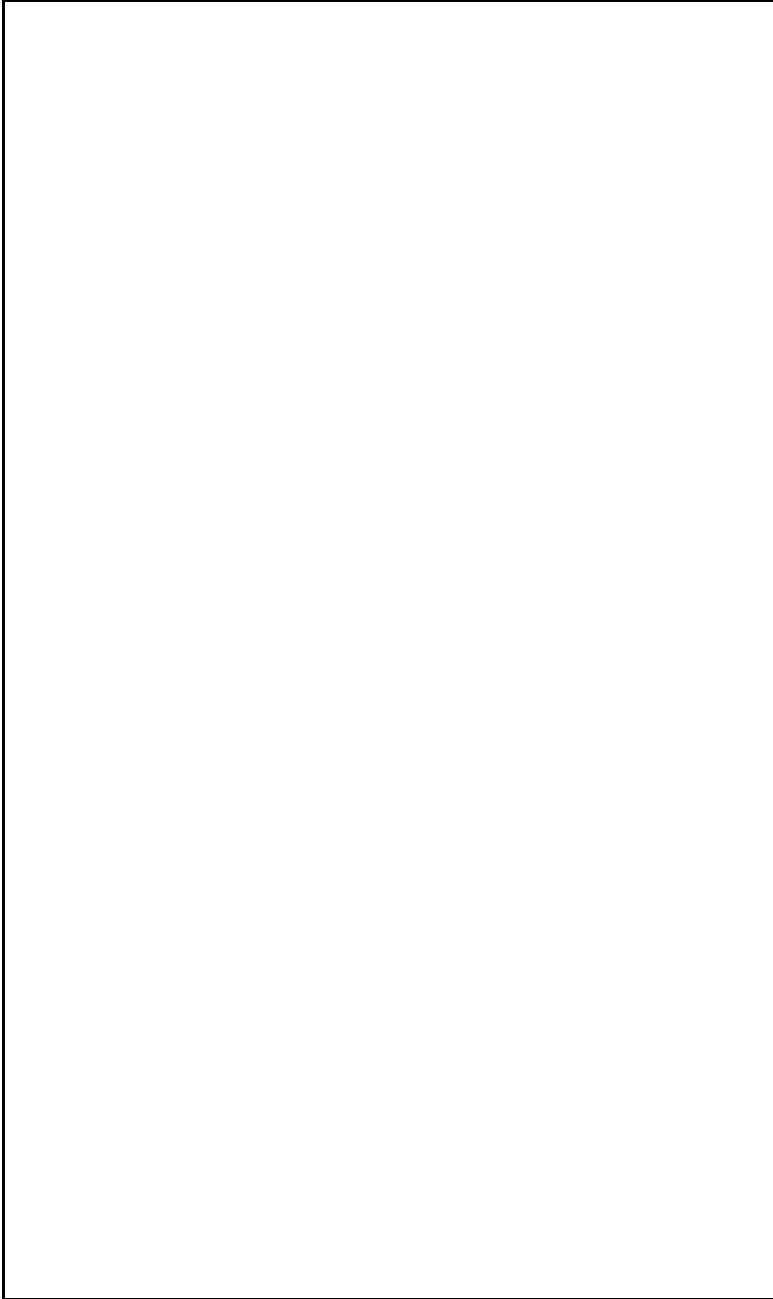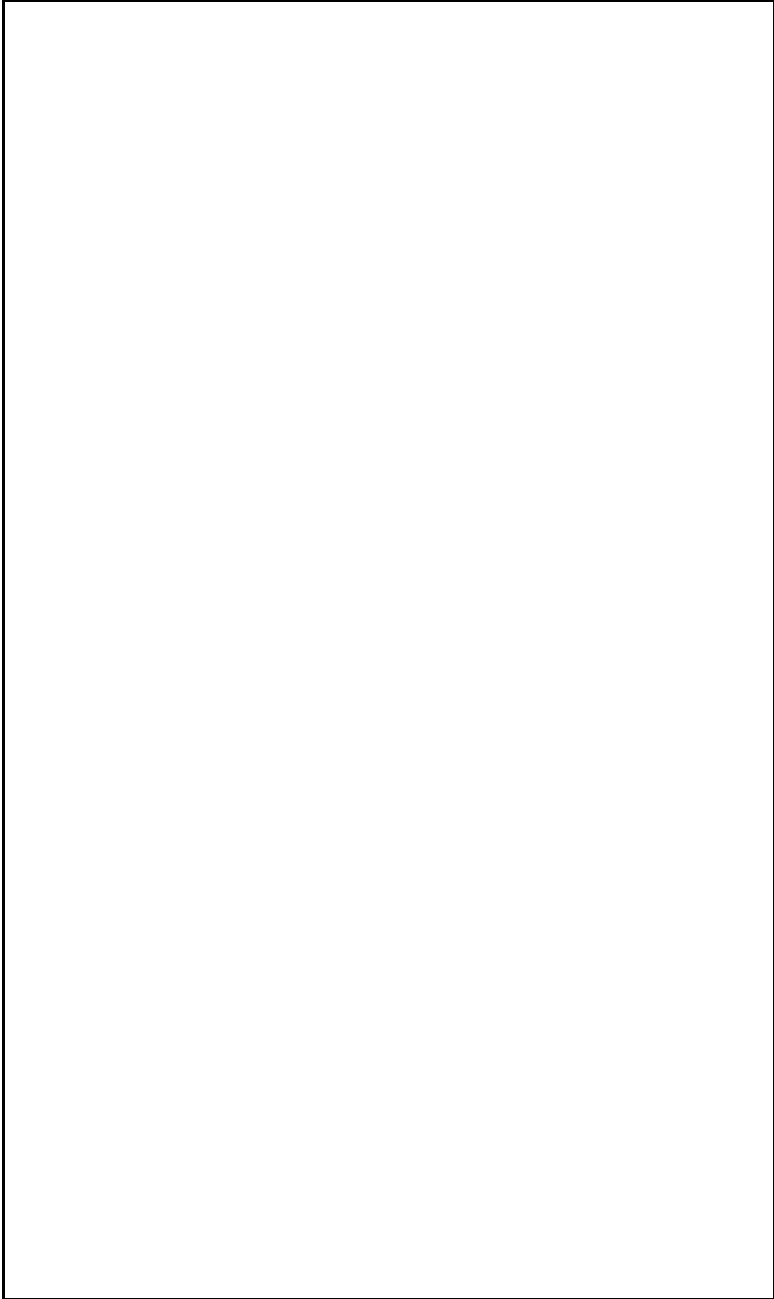
سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

PUBLICATIONS OF SIKANDER NAQSHBANDI

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ و سال کے آئینہ میں)
2- ثانی اثنین۔سیدنا ابو بکر صدیقؓ
3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ
4- سیرتِ امامِ اعظم۔ابو حنیفہؒ (حضرت نعمان بن ثابتؒ)
5- آئمہ حدیثؒ کے مختصر حالات
6- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
7- نفس کا بیان
8- بشر و شجر
9- تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
10۔ غفلت اور جہالت
11۔ اخلاقِ مومن
12۔ نفاق
13۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
14۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول)
15۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (اور جلد دوم)
16۔ دجال۔امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
17۔ عظیم مسلمان مائیں
18۔ امۃ مسلمہ کی نامور شہداء خواتین
19۔ جہاد اور مجاہد
20 سیرتِ سیدنا امیر معاویہؓ
21۔ خانوادہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi
sikander.naqshbandi@gmail.com

Presented by: https://jafrilibrary.org